میرے بچپن کی کہانی

میری بوبو اور میرے تائیاں کی زبانی

3906

ایک سچی کہانی

سید ناصر شاہ میر (ایڈووکیٹ)
M.A.LL.B(ALIG)
BARRISTER-AT-LAW

Marfat.com

Marfat.com

3906

ذخیرہ
کتب میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی • لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

3906

ذخیرہ

میرے بچپن کی کہانی

میری بوبو اور میرے تائیاں کی زبانی

سید ناصر شاہ میر (ایڈووکیٹ)

M.A,LL .B

(ALIG)

BARRISTER-AT-LAW

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

87161

ضابطہ

کتاب کا نام میرے بچپن کی کہانی (میری بوبو اور میرے تائیاں کی زبانی)

مصنف سید ناصر شاہ میر (ایڈووکیٹ)
M.A,LL.B (ALIG)
BARRISTER-AT-LAW

موسم اشاعت ۲۰۰۲ء

سرورق ذیشان سرفراز

کمپوزنگ دُعا گرافکس

تعداد 500

قیمت 100 روپے

پرنٹرز دانیال پرنٹرز، گراؤنڈ فلور، الکرم اسکوائر، کراچی

Marfat.com

3906

ذخیرہ

انتساب

میں یہ کتاب سلطان جہاں بیگم دختر حکیم
سید احمد مرحوم کے نام سے منسوب کرتا ہوں
جن کو خرم بو بو کہا کرتا تھا

Marfat.com

ترتیب

مضمون	صفحہ نمبر
پیش لفظ	11
ابتدائیہ	15
پیدائش اور بچپن	20
میرے دفتر کا خرم پر اثر	31
گاندھی گارڈن کی سیر	36
کھلونوں کا شوق	37
پنڈی مری کا سفر	38
ریکارڈ	43
سلور گرل	46
مری	52
مال روڈ کا ننھا مسافر	56
گدھے کی سواری	57
گھوڑے کی سواری	59
باسی چاول	61
کراچی	65
لندن کی تیاری	68
کراچی سے لندن کا سفر	75

Marfat.com

ماں بیٹے کا ملاپ	78
جون ڈی	100
نصیحت	106
سلطان کی بچوں سے محبت کی انتہا	110
سلطان کی وفات	125
خرم کا دلاسہ	129
کراچی کے حالات	139
تنہائی	150
تمہاری بوبو	153
دُعا	161

Marfat.com

سید ناصر شاہ میر جن کو خرم تائیاں کہا کرتا ہے

Marfat.com

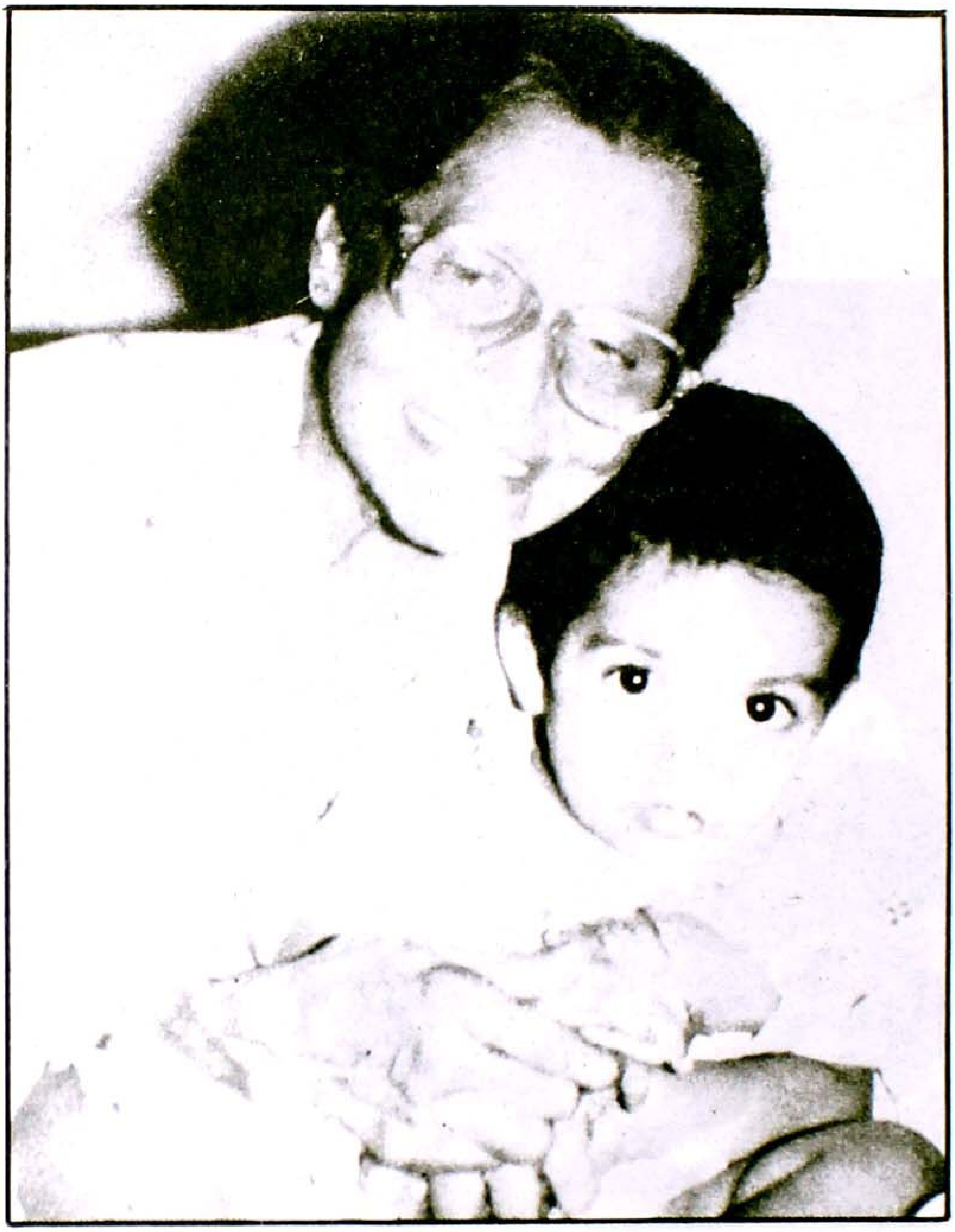

خرم کی اپنی بوبو کے ساتھ ایک یادگار تصویر

Marfat.com

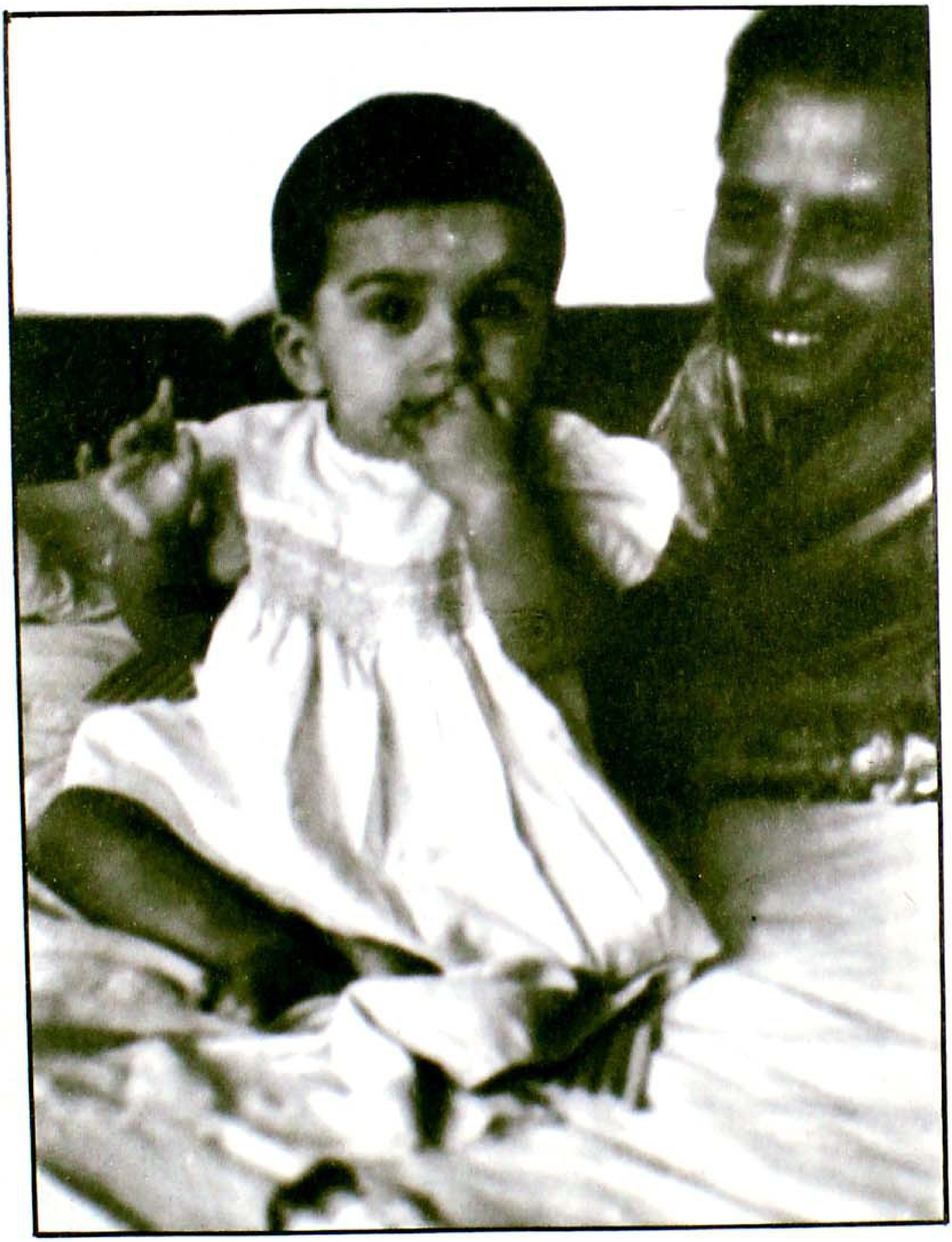

خرم اپنی بوبو کے ساتھ

Marfat.com

پیش لفظ

یہ خرم کے بچپن کی کہانی ہے جس کو سلطان نے جو کہ میری بیوی تھی اور میں نے بچپن سے پالا تھا جبکہ وہ مشکل سے ایک سال کا تھا اس کے والد سعید الحسن برنی فوج میں لیفٹیننٹ کرنل تھے اور ماں ڈاکٹر اسماء برنی اعلیٰ تعلیم کے لئے ولایت چلی گئی تھی' اس کے نانا' نانی پروفیسر نیاز احمد صدیقی اور بیگم بسم اللہ نیاز احمد جو کہ خود بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اپنی دونوں لڑکیوں کے تینوں چھوٹے بچوں کو نہیں سنبھال سکتے تھے' ان کے تینوں بچے اسلم' اسماء اور یاسمین مجھ کو اور سلطان کو خالو میاں اور خالہ بی کہا کرتے تھے' جب خرم نے بولنا شروع کیا اور ان کے منہ سے خالو میاں اور خالہ بی نہیں نکلا تو اس نے مجھے تائیاں اور سلطان کو بوبو کہنا شروع کر دیا۔

یہ اسی معصوم بچے کی کہانی ہے جس نے 2 اپریل 1974ء کو اس دنیا میں قدم رکھا' اس بچے کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ بچہ بڑی خوبیوں کا مالک اور بہت خوبصورت و خوب سیرت ہوگا' اس کو دیکھ کر وہ مثال یاد آتی تھی کہ

''پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آتے ہیں''

یہ تمام بچوں سے بالکل مختلف اور بڑی پرکشش شخصیت کا مالک تھا' اس کو ہم نے خرم کہنا شروع کر دیا۔ اس کی ماں ڈاکٹر اسماء برنی ایک بڑی مخلص اور مشہور لیڈی ڈاکٹر تھی جو کہ جناح اسپتال کے گائنی وارڈ میں کام کرتی تھی' باپ سعید الحسن برنی فوج کے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھتے تھے' اسماء کے والدین پروفیسر نیاز احمد صدیقی اور بیگم بسم اللہ نیاز احمد صدیقی بھی بڑی اعلیٰ شخصیت کے مالک تھے انہوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے تعلیم پائی تھی اور وہیں رہا کرتے تھے' ڈاکٹر اسماء کی والدہ کا نام ثروت آراء بیگم تھا لیکن وہ بسم اللہ بیگم کے نام سے مشہور تھیں جنہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کراچی یونیورسٹی سے اردو میں P.H.D کیا اور اردو گیت پر ایک کتاب بھی لکھی' یہ دونوں میاں بیوی بھی علی گڑھ کالج میں پڑھاتے تھے پروفیسر نیاز

Marfat.com

احمد صدیقی پہلے ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کے یہاں پرسنل اسسٹنٹ تھے اور انہی کے بنگلے میں رہا کرتے تھے اور کچھ عرصے تک علی گڑھ میں پیر پگاڑا کے دونوں بچوں علی مردان اور نادر کے اتالیق بھی تھے۔

سلطان جو کہ بیگم بسم اللہ کی چھوٹی بہن تھیں وہ علی مردان کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں، کھیلتے میں جب علی مردان ان سے ناراض ہو جاتا تو کہتا تھا کہ (مجھے تین خون معاف ہیں) تو سلطان اس سے ڈر جاتی تھیں، سلطان کا پورا نام سلطان جہاں بیگم تھا، انہوں نے بھی علی گڑھ سے بی اے، بی ٹی کیا تھا اور وہ بھی پڑھاتی تھیں یہ مختصر خاندان جو ایک دوسرے کے ساتھ بڑی محبت کرتا تھا پاکستان بننے کے بعد 1948ء میں کراچی آیا تو اس نے کراچی آ کر میرے ایک پرانے دوست غیاث صدیقی جو کہ نیاز صدیقی کے چھوٹے بھائی تھے برنس روڈ کے ایک فلیٹ میں سکونت اختیار کی جو کہ میں نے اپنے دوست غیاث صدیقی کے لئے کلثوم بائی بلڈنگ میں الاٹ کرایا تھا، میں اس زمانے میں انگریزی کے اخبار (Daily DAWN) کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں سینئر سب ایڈیٹر تھا اور ان کے یہاں کبھی کبھی آیا جایا کرتا تھا اس وقت میں دیکھا کرتا تھا کہ نیاز احمد کی چھوٹی بیٹی یاسمین پلنگ میں پڑی دودھ پیا کرتی تھی یہ تقریباً ایک سال کی ہوگی۔

اس کے بعد یہ کنبہ کچھ عرصے تک صدر میں شراف بلڈنگ میں رہا، پھر تقریباً 10 سال تک لارنس روڈ کے ایک گورنمنٹ کوارٹر میں رہا اور جب انہوں نے ناظم آباد نمبر 2 میں اپنا مکان بنالیا تو یہ فیملی اس مکان میں منتقل ہوگئی اور اس مکان میں تقریباً 20 سال تک رہی اس عرصے میں ان کے تینوں بچے جوان ہو کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنا ملک چھوڑ کر امریکہ چلے گئے اور نیاز احمد صدیقی بسم اللہ بیگم اور ان کی والدہ حسن آرا بیگم اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

یہ گھر جو کہ 20 سال سے بڑا شاد و آباد اور خوشیوں کا گہوارہ تھا اب

Marfat.com

سونا پڑا ہے۔

یہ بے سبب نہیں خالی گھروں کے سناٹے
مکان یاد کیا کرتے ہیں مکینوں کو

ڈاکٹر اسماء برنی جو کہ خرم کی ماں تھیں لندن میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے چلی گئیں اس وقت خرم ایک سال کا تھا وہ اکیلا رہ گیا' خرم کی خالا یاسمین بھی اپنے ایک بچے عمر کو چھوڑ کر امریکہ چلی گئی اور وہیں ملازم ہوگئی' عمر کی پرورش اور اس کی ساری ذمہ داری اس کے نانا' نانی نے سنبھال لی تھی لیکن اس وقت خرم کو کوئی علیحدہ سنبھالنے والا نہیں تھا اس لئے اس کی ساری ذمہ داری اور پرورش میری بیوی سلطان نے خود سنبھال لی جو کہ اپنے بھانجے اور بھانجیوں سے بے حد محبت کرتی تھیں اور ان پر مرتے دم تک جان چھڑکتی تھیں میں نے بھی ڈان اخبار چھوڑنے کے بعد وکالت شروع کردی کیونکہ میں نے ہندوستان میں کچھ عرصے بحیثیت سول جج اور مجسٹریٹ کے عہدے پر کام کیا تھا اس کے بعد ولایت سے بیرسٹری کی اور کراچی میں پریکٹس کیا کرتا تھا میں نے بھی خرم کی پرورش میں اپنی بیوی سلطان کا برابر کا ساتھ دیا اس لئے کہ ایک ہی نظر میں یہ معصوم بچہ مجھے بہت ہی نیک شریف اور پیدائشی خوبیوں کا مالک نظر آیا' مجھے بھی اس کے ساتھ بے حد محبت تھی اور میں بھی اس کو اس قدر چاہتا تھا جیسے کوئی اپنی اولاد کو چاہتا ہو' خرم بھی کچھ دنوں میں مجھ سے مانوس ہوگیا اور مجھ سے بہت محبت کرنے لگا۔ شام کے وقت وہ اکیلا صوفہ پر بیٹھ کر میرا انتظار کیا کرتا تھا اور جب میں شام کو دفتر سے واپس لوٹتا تو یہ اپنے صوفے سے اتر کر میرے تائیاں میرے تائیاں گومے گومے (یعنی گود میں گود میں) کہتا ہوا میری گاڑی کی طرف دوڑتا تھا اور میں فوراً دوڑ کر اس کو گود میں اٹھا لیا کرتا تھا اس کی نانی بسم اللہ بیگم کہا کرتی تھیں کہ ناصر میں نے اپنی زندگی میں آج تک کسی بچے کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنا کہ خرم تم سے کرتا ہے

Marfat.com

اور نہ میں نے کسی شخص کو کسی بچے سے اتنی محبت کرتے دیکھا جیسے کہ تم خرم سے کرتے ہو۔

بس یہ سب کچھ ایک معصوم بچے کی خاموش محبت کی خاموش کہانی ہے اس معصوم بچے کے بچپن کا بیشتر حصہ تنہائی میں گزرا، ممکن ہے عام لوگوں کو اس کہانی میں کوئی خاص دلچسپی محسوس نہ ہو لیکن بہت سے لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے علم و دانش سے نوازا ہے اور وہ اس کی زندگی اور اس کے حالات سے واقف ہونگے اس کہانی سے بہت کچھ حاصل کر سکیں گے۔

Marfat.com

ابتدائیہ

میرے تائیاں میرے تائیاں' گوم میں گوم میں (گود میں گود میں) شام کو جب میں دفتر سے لوٹتا تو خرم اکیلا صوفے پر بیٹھ کر میرا انتظار کرتا تھا اس کی بڑی بہن بلی فرش پر بیٹھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور ان کا خالہ زاد بھائی عمر جو اپنے نانا' نانی کی توجہ کا مرکز تھا دوڑ بھاگ میں مصروف رہتا' اس کے نانا پروفیسر نیاز احمد ایک علیحدہ صوفے پر بیٹھے اور نانی بیگم بسم اللہ نیاز احمد اور میری بیوی سلطان کھانے پکانے میں مصروف ہوتیں لیکن خرم صاحب تنہا اپنے معصوم خیالات میں غرق ہوتے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شاید میرے آنے کا انتظار کر رہا ہے۔ اس کی تنہائی اور خاموشی دیکھ کر میرا اور سلطان کا دل بہت کڑھتا تھا لیکن ہم کیا کر سکتے تھے۔

میری گاڑی کی آواز سن کر خرم اپنے صوفے سے اتر کر میری طرف دوڑنے کی کوشش کرتا اور میں گاڑی کو چلتا چھوڑ کر بھاگ کر اسے گود میں اٹھا لیا کرتا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سیڑھیوں سے گر جائے کیونکہ وہ پوری طرح چلنے کے قابل نہیں ہوا تھا۔ بیگم بسم اللہ نیاز احمد جن کو میں بھابھی کہا کرتا تھا وہ اپنی دونوں بچیوں کے بچوں کی پرورش میں صبح سے شام تک لگی رہتی ہیں۔ میری گاڑی کی آواز اور خرم کی آواز تائیاں گوم گوم سن کر بھابھی اور سلطان بھی ڈرائنگ روم میں آ جاتیں تھیں اور خرم کو میری گود میں دیکھ کر بھابھی کے چہرے پر خوشی اور مسکراہٹ کے آثار نظر آ جاتے تھے اور خرم کے چہرے پر بھی زندگی کی لہر دوڑ جاتی تھی' یہ ایک دن کی بات نہیں بلکہ یہ روزمرہ کا معمول تھا۔

خرم کو اکیلا دیکھ کر میں سارا نزلہ سلطان کے اوپر گراتا تھا کہ تم اس کو اکیلا کیوں چھوڑ دیتی ہو' اس پر سلطان کہتیں تھیں' ناصر میں کیا کروں آخر مجھے اور بہن کو ان بچوں کے لئے باورچی خانے میں جا کر کھانا بھی تو پکانا پڑتا ہے لیکن میں اس کو پھر بھی اکیلا نہیں چھوڑتی اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کو آ کر دیکھتی رہتی ہوں ورنہ یہ خود مجھے بوبو بوبو پکارنے لگتا ہے۔

Marfat.com

یہ نقشہ دیکھ کر نیاز بھائی بھی خوش ہوتے تھے اور باقی دونوں بچے بھی یعنی بلی اور عمر بھی دوڑ کر میرے پاس آ جاتے تھے جبکہ میں ان بچوں میں کوئی امتیاز نہیں سمجھتا تھا اور ان کی باتوں پر پوری پوری توجہ دیتا تھا' اس کے بعد سب کی فرمائش ہوتی کہ تائیاں (ایک چکر) یعنی اپنی گاڑی میں چکر لگوائیں اور جب ایک دو چکر لگا لیتے تو اس پر بھابھی اور سلطان کہتیں کہ ابھی ٹھہر جاؤ بیٹا تائیاں ابھی دفتر سے آئے ہیں ذرا چائے تو پی لیں لیکن یہ تینوں مجھے نہیں چھوڑتے تھے اور میں یہ کہتا تھا کہ بیٹا ابھی چلتے ہیں پھر میں بھابھی اور سلطان سے پوچھتا تھا کہ آج آپ نے ان کے کھانے کے لئے کیا پکایا ہے' ظاہر ہے کہ بھابھی بے چاری اپنے تینوں نواسا اور نواسی کے لئے اچھے سے اچھا کھانا سلطان کے ساتھ پکاتی تھیں جس میں مرغی بھی ہوتی تھی لیکن اس پر بھی میں ان سے کہتا تھا کہ بھابھی میں ان کو سلطان کے ساتھ باہر لے جاتا ہوں اور کسی اچھے چائنیز ریسٹورنٹ میں بٹھا کر ان تینوں کا پیٹ پورا بھر دوں گا' جس میں چکن سوپ' مرغی اور اگر ہو سکا تو اچھی فرائڈ فش بھی ہوگی' وہ یہ سن کر ہنسنے لگتی تھیں اور کہتیں' ناصر میں نے پکایا تو ہے' مگر میں ان سے کہتا تھا کہ بھابھی ان بچوں کو جتنا ہو سکے اچھی غذا ملنی چاہئے' اس طرح ان کو زیادہ فائدہ کرے گی کیونکہ ہمارے یہاں کے کھانے ان بچوں کے لئے غزائیت سے بھرپور نہیں ہوتے ان بچوں کی دونوں ماؤں کو تو میں کیا کہوں کہ انہوں نے اپنی اعلیٰ تعلیم کی خاطر ان کے حق میں اچھا نہیں کیا' بھابھی اس پر ہنس کر خاموش ہو جاتی تھیں وہ عظیم عورت تھیں اور کہتی تھیں کہ اچھا ناصر تم اور سلطان جیسا چاہو ویسا کرو۔

بس پھر کیا تھا سلطان ان تینوں بچوں کو ساتھ لے کر گاڑی میں بیٹھ جاتیں اور مجھ سے کہتی کہ چلو ناصر ان کو کسی نئے چائنیز ریسٹورنٹ میں لے چلو۔

میں یہ دیکھتا تھا کہ بچوں کو اس عمر میں اچھے برے کھانے کی تمیز نہیں تھی وہ تو گاڑی میں بیٹھ کر خوش ہوتے تھے میں گاڑی میں بیٹھتے ہوئے یہ دیکھتا تھا کہ ان تینوں

Marfat.com

بچوں کو اپنی اپنی جگہ کا پورا پورا خیال رہتا تھا وہ جانتے تھے کہ خرم کی جگہ ان کی بوبو کی گود میں ہوگی اور ہم دونوں کی جگہ پچھلی سیٹ پر ہوگی۔ ببلی بچاری چونکہ لڑکی تھی خاموشی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاتی تھی مگر چونکہ عمر لڑکا تھا وہ میری سیٹ کے پیچھے کھڑا ہوجاتا اور خرم صاحب اپنی بوبو کے پاس ان کی سیٹ پر کھڑے ہوجاتے یا میری گود میں آکر بیٹھ جایا کرتے اور کہتے رہتے تھے کہ تائیاں میں گاڑی چلاؤں گا اس طرح یہ قافلہ روانہ ہوجاتا۔

زندگی میں ہر شخص ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے چاہے مرد ہو یا عورت' بچہ ہو یا جوان' وہ اپنی طبیعت' عادت اور اپنی خصلت کا علیحدہ مالک ہوتا ہے اور یہی کچھ کیفیت چھوٹے بچوں میں بھی ہوتی ہے کہ وہ بچپن ہی سے ایک دوسرے سے مختلف نظر آتے ہیں۔

بعض بچے پیدائش سے ہی غیر معمولی شخصیت کے مالک ہوتے ہیں اور بچپن ہی سے اپنے شاندار مستقبل کی پیش گوئی کرتے ہیں۔ یوں تو میں نے زندگی میں بہت سے بچے دیکھے لیکن ان میں خرم جیسا بچہ بہت کم دیکھنے میں آیا جو بچپن ہی سے مجھے یکتا نظر آیا' بہت معصوم گورا چٹا' ہنس مکھ' خوبصورت اور ہمیشہ مسکراتا چہرہ جس میں بچپن ہی سے سنجیدگی اور متانت کے آثار نظر آتے تھے۔

یہ عام بچوں سے بالکل مختلف تھا اسے دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ بڑا ہوکر ایک غیر معمولی شخصیت کا مالک ہوگا اگر کہ اس کی پرورش ٹھیک طرح سے ہوتی رہے لیکن یہاں صورتحال یہ تھی کہ باپ فوج میں اور ماں اس کو چھوڑ کر ولایت چلی گئی اور نانا' نانی اپنی مصروفیات کی وجہ سے اپنا بہت کم وقت اس بچے کو دے پاتے تھے یوں تو جہاں میں نے کہا کہ یہ دونوں شخصیتیں یعنی پروفیسر نیاز احمد اور ان کی بیوی ڈاکٹر بسم اللہ نیاز احمد جو کہ کراچی کے ایک Women College میں بڑی پروفیسر تھیں بڑی محبت اور خوبیوں کی مالک تھیں لیکن ایک بچے کی پرورش میں اس کے ماں باپ کی بات کچھ

Marfat.com

اور ہی ہوتی ہے اگر باپ فوج میں ہو تو کم از کم ماں کو تو بچوں کے پاس موجود ہونا چاہئے تا کہ ایک معصوم بچے کو بچپن ہی سے اپنی ماں کی محبت اور شفقت مل سکے۔

جب ہم دونوں یعنی میں اور سلطان نے خرم کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا تو ہماری ساری توجہ اس کی طرف مبذول ہوگئی' میں اکثر دیکھتا کہ ڈاکٹر اسماء کے والد پروفیسر نیاز احمد اپنی بیٹی اسماء کے داخلے کے سلسلے میں ولایت سے بڑی خط و کتابت میں مصروف رہا کرتے تھے ان لوگوں نے مجھے بہت عرصے تک یہ نہیں بتایا کہ یہ خط و کتابت کس مقصد کے لئے کی جا رہی ہے آخر کار ایک دن پتہ چلا کہ ڈاکٹر اسماء کا داخلہ لندن کے ایک بڑے کالج میں M.R.C.O.G کی ڈگری کے لئے ہو گیا ہے اور اب اس کو اپنے دونوں بچوں کو چھوڑ کر لندن جانا ہے۔

جب مجھے پتا چلا تو مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے سب کے سامنے اسے برا بھلا کہا اور یہ بھی کہا کہ کیا بکواس ہے ان معصوم بچوں کو کیسے چھوڑ کر جائے گی اسماء کے ماں باپ بھی خاموش تھے وہ کچھ نہیں کہہ سکتے تھے وہ جانتے تھے کہ ناصر ہم سب سے بڑی محبت کرتے ہیں اور ان کو سب کچھ کہنے کا حق ہے مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میاں بیوی نے پہلے سے ہی طے کر لیا تھا کہ ڈاکٹر اسماء جو کہ پہلے ہی سے جناح اسپتال میں اچھی اور تجربہ کار ڈاکٹر تھی اس نے اگر ولایت سے بھی کوئی ڈگری حاصل کر لی تو وہ بہت ترقی کرے گی۔

یہ سب لوگ ہم دونوں کو اپنے خاندان کا فرد ہی سمجھتے تھے اور ہمارا ان کے یہاں روزمرہ کا آنا' جانا' کھانا پینا اور رہنا سہنا تھا لہٰذا اسماء کے ولایت جانے کے بعد ہم نے خرم کو ساتھ رکھنا شروع کر دیا۔

بچوں کی پرورش کے سلسلے میں سلطان نے ولایت سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی اور لندن یونیورسٹی سے چائلڈ سائیکالوجی میں ڈپلومہ بھی حاصل کیا تھا' خرم کی پرورش میں ان کا بہت بڑا ہاتھ تھا وہ یہ جانتی تھیں کہ بچے کو کس طرح سے رکھا جاتا ہے اور کس

Marfat.com

طرح ان کے اخلاق وعادات واطوار کی تعمیر ہوتی ہے۔

وہ مجھ سے اکثر کہا کرتی تھیں کہ فرانس کے ایک بڑے مفکر اور فلسفی روسو کا کہنا تھا کہ

You get the child untill he is six other wise you won`t get him.

یعنی اگر آپ کسی بچے کو سنبھالنا چاہیں اور اس کا کردار بنانا چاہیں تو اس وقت سنبھال سکتے ہیں جب تک اس کی عمر 6 سال ہو ورنہ اس کے بعد اس کو پکڑنا مشکل ہوتا ہے۔

میں یہ دیکھتا تھا کہ جب سلطان خرم کو اپنے گھر لے آئیں تو یہ سلطان سے بہت مانوس ہو گیا تھا اور ان کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا' وہ اس کو وقت پر کھلاتی پلاتیں اور وقت پر سلاتی تھیں اس طرح وہ آہستہ آہستہ اپنے اس معمول کا عادی ہو گیا اور جب اس کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو وہ اشارہ کر دیتا اور بوبؤ بوبو کہتا رہتا۔ جب میں دفتر سے لوٹتا تو وہ تائیاں' تائیاں گوم میں گوم میں کی رٹ لگا دیتا میں اس کو گود میں لے کر کچھ دیر ٹہلتا رہتا اور پھر گاڑی میں بٹھا کر سلطان کے ساتھ ان کے نانا' نانی کے پاس لے جاتا تھا جتنے وقت وہ میری گود میں رہتا میں متواتر اس کے کان میں ادھر ادھر کی باتیں ڈالتا رہتا تھا اور یہ حضرت بڑے غور سے سنتے رہتے تھے۔

کبھی کبھی سلطان اس کو ایک بنگالی نوکر شمسو کے ساتھ ٹیکسی میں بٹھا کر میرے دفتر لے آیا کرتیں اور وہاں پر خرم صاحب بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہتے اور چاروں طرف میری کتابوں کی الماری کا معائنہ کرتے رہتے۔ میں ان کے لئے دفتر ہی میں ایک بڑے ریسٹورنٹ سے فش اینڈ چپس منگوا دیا کرتا جو یہ بڑے شوق سے کھاتے اور پھر سو جاتے' سو کر اٹھنے کے بعد میری کرسی پر آ بیٹھتے اور مجھ سے کاغذ پینسل مانگ کر لکھنا شروع کر دیتے' میں اس کے ارادے دیکھ کر اپنی کرسی چھوڑ دیا کرتا تھا۔

Marfat.com

پیدائش اور بچپن

خرم 2 اپریل 1974ء کو جناح اسپتال میں پیدا ہوا' اس وقت اس کی ماں ڈاکٹر اسماء جناح اسپتال میں ہی گائنی وارڈ میں ڈاکٹر تھیں وہاں سب لوگ اسماء سے مذاق کرتے تھے کہ ڈاکٹر اسماء پہلی اپریل کو ہم سب کو اپریل فول بنا دیں گی' لیکن خدا کا شکر ہے کہ خرم صاحب سب لوگوں کو اپریل فول بنا کر 2 اپریل کو اس دنیا میں تشریف لائے ان کے پیدا ہونے میں بہت کم لوگوں کی دلچسپی تھی کیونکہ ان کی پیدائش بھی عام بچوں کی طرح ہوئی' یہ اس قدر کمزور تھے کہ لیڈی ڈاکٹر نے ان کو انکوبیٹر میں ڈال دیا تھا۔

(انکوبیٹر میں اس بچے کو ڈالا جاتا ہے جس کو سانس لینے میں دقت ہوتی ہے)

جب ان کی ماں ڈاکٹر اسماء کو ہوش آیا تو انہوں نے آنکھیں کھول کر پوچھا کہ کیا ہوا ہے' نرس جو پاس کھڑی تھی اس نے ہنس کر کہا کہ ڈاکٹر اسماء مبارک ہو آپ کے یہاں بیٹا ہوا ہے لیکن وہ اس قدر کمزور ہے کہ بڑی ڈاکٹر نے اس کو انکوبیٹر میں ڈال دیا ہے۔ یہ سن کر اسماء کو گھبراہٹ ہوئی اور اس نے نرس سے کہا کہ میرے بچے کو میرے پاس لے آؤ' نرس نے بڑی ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر بچے کو لانے میں لیت ولعل کیا لیکن جب اسماء نے ضد کی اور کہا کہ بھئی میں بھی ڈاکٹر ہوں تو وہ نرس انکوبیٹر کو اسماء کے پاس لے آئی' اسماء نے دیکھا کہ بچہ غرغر کر رہا ہے' نظر آ رہا تھا کہ اس کے گلے میں کوئی مادہ اس کی سانس کو روک رہا ہے' اسماء نے بچہ کو انکوبیٹر سے نکال لیا اور اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر گلے سے مواد کو چوسنا شروع کر دیا وہ سانس لیتی جاتی اور سارا مواد چوس کر باہر پھینکتی جاتی تھی اس نے یہ عمل کچھ دنوں تک جاری رکھا اس پر خرم صاحب کا گلہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا' انکوبیٹر میں اس کو آکسیجن بھی دی جارہی تھی اس عمل سے اس نے کچھ کچھ سانس لینا شروع کر دیا تھا لیکن اسماء نے پھر بھی خرم کو انکوبیٹر میں اندر آکسیجن رہنے دیا۔

Marfat.com

سب نرسیں بڑی خوفزدہ تھیں ان کو ڈر تھا کہ اس طرح سے یہ بچہ ختم نہ ہو جائے مگر اسماء جو خود بڑی تجربہ کار ڈاکٹر تھی اس کو پتہ تھا کہ بچے کو کس طرح سے نارمل کیا جاسکتا ہے کیونکہ خرم کے گلے میں بلغم جم گیا تھا جس کو اسماء نے اپنے منہ سے کھینچ کر نکال دیا تھا' جب خرم کا سانس کچھ ٹھیک ہوا تو اس نے ہاتھ پیر چلانے شروع کر دیئے یہ دیکھ کر سب لوگ خوش ہوئے اسماء نرسوں کو بتاتی رہتی تھی کہ اس کو کس وقت کیا دینا ہے۔

اسماء کی والدہ اسماء کے ساتھ ہی دن بھر اسپتال میں رہتی تھیں اور سلطان بھی روز صبح صبح پہنچ جاتی تھیں ایک آدھ روز کے بعد ان کی بڑی ڈاکٹر سعیدہ کے کہنے پر ان کو وارڈ سے ایک علیحدہ کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر سعیدہ روزانہ خرم کو دیکھنے آتی تھی اور دیکھ کر خوش ہوتی تھی اور کہتی تھی کہ اسماء تو نے تو اپنے بچے کو خود ہی سنبھال لیا۔

جب خرم کو انکوبیٹر سے نکالا گیا اور باقاعدہ دودھ پلانا شروع کیا گیا تو اس کو جوائنڈس ہو گیا جس کو دیکھ کر نرسیں پھر پریشان ہوئیں اور اسماء کو بھی کچھ تشویش ہوئی ایک تکلیف تو پہلے ہی تھی اب یہ بھی شروع ہو گئی مگر اللہ جس کو تندرست رکھنا چاہتا ہے اور زندگی دینا چاہتا ہے وہ خود بخود تندرست ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسماء نے فوراً اپنی امی سے کہا کہ اس کو ننگا کر کے دھوپ میں لے جایئے اور دھوپ میں لے کر بیٹھی رہیں' جناح اسپتال کے ایک کمرے میں جہاں آدھے کمرے میں دھوپ تھی بھابھی اس کو لے کر بیٹھی رہا کرتیں تھیں۔

اب یہ مصلحت اور علاج کا طریقہ اس کی ماں ہی بہتر سمجھ سکتی تھی کہ اتنے چھوٹے بچے کو جوائنڈس کیسے ہوا اور اس کا علاج کیسے ہوگا۔ دھوپ میں رہنے سے خرم صاحب ٹھیک ہوتے گئے اور کچھ دنوں میں وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔

خرم کے والد ان دنوں لیفٹیننٹ کرنل ہو گئے تھے انہوں نے کوئی خاص خوشی کا اظہار نہیں کیا' جیسے عام بچے پیدا ہوتے ہیں اور ان کی پرورش ہوتی ہے اس طرح خرم

Marfat.com

کی بھی ہوئی ان دنوں خرم کے والد کی پوسٹنگ بہاولپور میں ہوگئی تھی لہٰذا کچھ دنوں کے بعد اسماء خرم کو لے کر بہاولپور چلی گئی۔ خرم کو سنبھالنے کے لئے کسی ہیلپر کی ضرورت تھی تو بھابھی بھی ان کے ساتھ چلی گئیں وہی اس کی دیکھ بھال کرتیں اور سنبھالتی تھیں یعنی خرم کی نانی اس کی آیا بن گئیں' اسماء کی چھٹی ختم ہوگئی تو وہ خرم کو لے کر واپس کراچی آ گئی۔

بچہ جب 6 ماہ کا ہو جاتا ہے تو اس کی معصومیت اور جاذبیت دوسروں کو اپنی جانب کھینچتی ہے لہٰذا 6 ماہ کے بعد یہ بچہ گورا' بھولا بھالا' پیارا اور گول مول نظر آنے لگا' شروع ہی سے اس کی مسکراہٹ لوگوں کو اپنی جانب کھینچتی تھی' اسماء دوبارہ جناح اسپتال ڈیوٹی پر جانے لگی ان دنوں یاسمین جو کہ خرم کی خالہ تھیں اس کو فورڈ فاؤنڈیشن کا اسکالر شپ مل گیا اور وہ امریکہ میں ہی رک گئی' 3 بچوں کا یعنی خرم' ببلی اور عمر کا پالنا کافی مشکل ہوگیا اسماء ڈیوٹی پر' یاسمین امریکہ میں اور والد صاحب اپنی ڈیوٹی پر جو کہ فوج میں تھے' یہ سارا بار بھابھی بے چاری کی گردن پر آ پڑا' انہوں نے ابتداء میں ان تینوں کو جس طرح سنبھالا آفرین ہے۔

مجھے یاد ہے کہ سردیوں میں ان کے کمرے میں ایک پلنگ پر ایک بچہ' دوسرے پر دوسرا اور تیسرے پر تیسرا پڑا ہوتا تھا' وہ سارا دن ان کو کھانے پلانے اور ان کو صاف ستھرا رکھنے میں گزار دیتی تھیں سلطان بھی صبح سے شام تک ان کا ہاتھ بٹاتی رہتی تھیں' اسماء کی ڈیوٹی اتنی سخت تھی کہ وہ گھر آ کر بھی ان کی نگرانی نہیں کر سکتی تھی البتہ نیاز بھائی بہت ہاتھ بٹاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ یہ بچے تھوڑے بڑے ہوئے تو نیاز بھائی ایک پرام میں جس میں ایک طرف خرم صاحب دوسری طرف عمر اور ببلی کی انگلی پکڑے ہوئے تینوں کو لے کر سڑک کے کنارے کنارے لے جاتے تھے' لوگ پوچھتے تھے کہ کہاں لے کر جا رہے ہو تو کہتے کہ نزدیک ہی پارک ہے وہاں ان کو گھاس پر کھلاؤں گا۔

87161

Marfat.com

ان دنوں عمر تو خیر تیز تھا' چلتا تھا لیکن خرم نے چلنا نہیں سیکھا تھا اس لئے سلطان اپنا زیادہ وقت خرم پر صرف کرتی تھیں اور اس کو گود میں لئے پھرتی تھیں اور اپنے ہاتھ سے کھلاتی پلاتی تھیں' خرم نے چلنے میں خاصا وقت لیا تھا شروع میں اپنے کولھوں کے ذریعے ڈھائی چال چلتا تھا جو کہ دیکھنے میں بہت اچھا لگتا تھا' جب یہ پیدل چلنے لگے تو ایک آدھ مہینے کے بعد یہ سننے میں آیا کہ سعید کا اب فوج میں رکنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور وہ اسماء کو ولایت بھیجنا چاہتے ہیں گائنی میں ایک ڈگری ہوتی ہے جو M.R.C.O.G کہلاتی ہے اس کو پاس کرنے کے بعد کراچی میں ترقی کے بڑے مواقع تھے اور وہ لوٹ کر اپنا کلینک بھی چلا سکتی تھی اور سعید بھی کوئی اور نوکری کرنا چاہتے تھے تاکہ زندگی بہتر بنائی جا سکے' یاسمین تو پہلے ہی امریکہ چلی گئی تھی اب خرم اور ببلی کا مسئلہ تھا۔

یہ عجیب سا زمانہ تھا سردیوں کا وقت تھا اسماء کے ولایت جانے کی تیاری پوری ہو چکی تھی اور اس کے جانے میں 3 دن باقی تھے اس سلسلے میں میں نے بھی اپنے ایک دوست باقر علی کو لندن میں اسماء کو ٹھہرانے کے لئے لکھ دیا تھا۔

جس دن اسماء جہاز سے لندن روانہ ہونے والی تھی ان دنوں خرم اپنی ماں کو پہچانتا نہیں تھا بلکہ زیادہ تر سلطان کے پاس رہتا تھا' انگلینڈ جانے سے دو تین روز پہلے اسماء کو احساس ہوا کہ اس کو اپنے بچے سے بہت محبت ہے اور وہ اسے بہت چاہتی ہے' وہ ڈرائنگ روم میں پلنگ پر لیٹ جاتی اور خرم کو بلاتی لیکن ان دنوں خرم کسی سے اتنا مانوس نہیں ہوا تھا جتنا کہ سلطان سے تھا لیکن ماں کی محبت الگ چیز ہوتی ہے خرم اپنی ماں کو لیٹے ہوئے دیکھ کر شرماتے لجاتے اور ماں کے منہ سے لحاف اٹھا کر دیکھتے اور کھل کھلا کر ہنس پڑتے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ جس زمانے میں بھابھی تینوں بچوں کو رکھتی تھیں ان کا کمرہ اتنا ٹھنڈا رہتا کہ میں کہتا کہ بھابھی آپ کا کمرہ اتنا ٹھنڈا ہے اور اوپر سے پنکھا چلاتی ہیں

Marfat.com

آپ کو اپنے کمرے میں ہیٹر رکھنا چاہئے اگر آپ کہیں تو میں آپ کو ایک ہیٹر لادوں۔اس پر بھابھی کہتی، نہیں نا صر رہنے دو کہیں ہیٹر سے بچوں کو Suffocation نہ ہو جائے اور ان کو آکسیجن نہ ملے، اس پر میں خاموش ہو جاتا، بھابھی اپنے کمرے میں ایک پلنگ پر خرم کو اور بلی کو سلا دیا کرتی تھیں اور عمر کے لئے انہوں نے ایک پالنا خرید لیا تھا جو کہ وہ اپنے پلنگ کے پاس کھڑا کر دیتی تھیں اس پالنے میں وہ اس کے لئے ایک چھوٹا سا گدا بچھا دیتی تھیں اور اس پر پلاسٹک کا ایک نمدہ ڈال دیتی تھیں تا کہ گدا خراب نہ ہو، مگر عمر رات بھر پیشاب کرتا رہتا اور وہ بے چاری اس کا گدا بدلتی رہتی تھیں رات بھر ان کے کمرہ کا پنکھا چلتا رہتا، ظاہر ہے کہ ٹھنڈک میں بچوں کو ضرورت سے زیادہ پیشاب آتا تھا لیکن اپنے خاص نظریئے کے تحت اور میرے کہنے کے باوجود بھی وہ اللہ کی بندی اپنے کمرے میں بجلی کا ہیٹر نہیں چلاتی تھیں اس وجہ سے سلطان صبح سویرے پہنچ کر ان کی مدد کر دیتی چونکہ سلطان کو گورے بچے بہت پسند تھے اس لئے سلطان شروع ہی سے خرم کو زیادہ پیار کرتیں تھیں، میں تو صبح دفتر چلا جاتا تھا اور سلطان روز بچوں کے پاس پہنچ جاتیں۔خرم اتنا صحت مند نہ تھا سلطان اور بھابھی کا روز جھگڑا ہوتا کہ بچوں کو صحیح خوراک نہیں ملتی، مائیں ان کی باہر چلی گئیں انہیں اچھا کھانا نہیں ملے گا تو ان کی پرورش کیسے ہوگی اور اچھی نشو ونما نہیں ہو سکے گی۔

میں یہ سب دیکھتا اور سنتا رہتا تھا اس زمانے میں میرے پاس نئی سفید کرولا تھی دفتر سے واپسی پر میں دیکھتا کہ خرم صاحب خاموش بیٹھے ہیں بلی ایک صوفے پر بیٹھی ہے اور عمر دوڑ رہا ہے تو مجھے ان بچوں پر رحم آتا، میں سلطان سے کہتا کہ بھئی بچوں کو چائنیز ریسٹورنٹ لے کر چلتے ہیں جہاں یہ بچے خوش ہو جائیں گے اور کچھ کھا، پی لیں گے۔بلی تو ماشاء اللہ تندرست تھی اور عمر بھی دوڑتا بھاگتا رہتا مگر خرم صاحب پر خوراک کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا تھا اس پر میں کڑھتا رہتا تھا اور جب میں ان لوگوں کو گاڑی میں بٹھا کر باہر لے جاتا تو خرم صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ آجاتی اور وہ

Marfat.com

بہت خوش دکھائی دیتا تھا۔

ایک دن جب میں دفتر سے واپس لوٹا تو خرم کو خاموشی اپنے صوفے پر بیٹھا دیکھا اس نے جب مجھے دیکھا تو مسکرانا شروع کر دیا لیکن اس کی مسکراہٹ میں بہت کمزوری تھی میں نے دوڑ کر اس کو گود میں اٹھالیا میں نے محسوس کیا کہ کمزوری کی وجہ سے اس قدر نقاہت تھی کہ اس نے اپنی گردن میرے کندھے پر ڈال دی مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے وہ بے ہوش ہو گیا ہے اس کی اس حالت کو دیکھ کر میں لرز گیا اور میں نے کھڑے کھڑے اس کو آہستہ آہستہ جھنجھوڑنا شروع کیا اور کہنا شروع کر دیا۔

''بیٹا آنکھیں کھولو' آنکھیں کھولو بیٹا''

اس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں میں نے سلطان کو پکارا کہ سلطان جلدی سے پانی لاؤ اگر دودھ ہے تو وہ بھی لاؤ' سلطان فوراً پانی لائیں اس کو پلایا اور دودھ کی بوتل بھی لے آئیں جو اس کے منہ سے لگا دی اس پر میں نے کہا لو بیٹا دودھ پیو' جب اس نے تھوڑا سا دودھ پی لیا تو اس کے ہاتھ پیروں میں جان آ گئی مگر میں اس کو اپنی گود میں ہی لے کر ٹہلتا رہا' اتنے میں بھابھی بھی آ گئیں ان کو بھی گھبراہٹ ہونے لگی مگر میں نے بھابھی سے کہا کہ اس کو تھوڑی سی طاقت آ گئی ہے میں اس کو چائنیز ریسٹورنٹ لے جاتا ہوں اور اس کو سوپ وغیرہ پلاؤں گا تاکہ یہ اچھی طرح کھا' پی سکے۔

جب میں اور سلطان اس کو چائنیز ریسٹورنٹ سے کھلا پلا کر واپس لوٹے تو میں نے اسے اپنی گود سے اتارا اور بھابھی سے کہا کہ لو بھابھی اپنے بچے کو سنبھالو اب یہ ٹھیک ہو گیا ہے' بھابھی اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور اسے بٹھا کر دونوں بہنیں پیار کرنے لگیں اور گلے سے لگانے لگیں۔

یہ واقعہ تو اللہ نے ٹال دیا لیکن میں اپنے طور پر سلطان کو سمجھاتا کہ سلطان تم نے اس کی حالت دیکھی اگر تم نے اس کی کمزوری کو نہیں سنبھالا تو یہ Under

Marfat.com

narishment کی وجہ سے کسی دن بھی خدانخواستہ ہم کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان نے بہت کچھ سمجھ لیا اور بہت احتیاط کرنے لگیں، احتیاط کی وجہ سے اس کو اچھی خوراک ملنے لگی، وہ کتا، بلی دیکھ کر اس کے پیچھے بھاگنے دوڑنے لگتا یہ سلطان سے بہت مانوس ہوگیا تھا اور نہ جانے کس طرح اس نے سلطان کو بوبو اور مجھے تائیاں کہنا شروع کردیا۔ کیونکہ مجھے سب خالو میاں کہتے تھے مگر خرم کے منہ سے خالو میاں نہیں نکلتا تھا تو اس نے مجھے تائیاں کا خطاب دے دیا، اس کو دیکھ کر عمر اور بلی بھی مجھے تائیاں کہنے لگے جب تینوں بچوں کو سنبھالنے میں دقت ہونے لگی تو سلطان نے بھابھی سے کہا کہ بہن تمہارے لئے تینوں بچوں کو رکھنا اور سنبھالنا مشکل ہوجاتا ہے میں خرم کو ساتھ لے جاتی ہوں، اس کو اپنے پاس رکھونگی اور وہیں سلالیا کروں گی اور دن میں آپ کے پاس لے آیا کروں گی، بھابھی نے کہا ٹھیک ہے خرم بھی اب تم سے مانوس ہوگیا ہے تم اس کو لے جایا کرو۔

اس طرح ہم خرم کا سارا سامان لے آئے اور یہ ہمارے ساتھ رہنے لگے اور ہمارے پاس سونے لگے وہ میرے اور سلطان کے بیچ میں سویا کرتے تھے، سلطان روز صبح خرم کو لے کر بھابھی کے پاس پہنچ جاتیں اور شام کو گھر لے آتیں آہستہ آہستہ دن گزرنے لگے۔ خرم دن رات ہمارے ساتھ رہنے لگا میں نے شروع ہی سے محسوس کیا تھا کہ یہ بچہ بہت ذہین اور عقل مند ہے، بعض اوقات یہ سلطان کی گود سے اتر کر میری گود میں چڑھ جاتا تھا گویا یہ سمجھتا تھا کہ اس کا تحفظ تائیاں کی گود میں ہے اور عورت مجھے وہ حفاظت نہیں دے سکتی جو مرد دے سکتا ہے۔ خرم کو ہم ہمیشہ اپنے پلنگ کے درمیان سلاتے اور اگر کبھی فرش پر قالین پر بھی سوتے تو خرم کو درمیان میں ہی سلاتے۔

خرم اکثر اپنی دونوں ٹانگیں میرے سینے پر رکھ دیا کرتا، ٹانگیں نہ بھی رکھتا تو ہاتھ ضرور رکھتا تاکہ اس کو یہ احساس رہے کہ تائیاں میرے ساتھ سو رہے ہیں، سلطان

Marfat.com

کی رات کو آنکھ کھلتی تو یہ خرم کو کھینچ تان کر اپنے ساتھ لیٹا لیتیں لیکن خرم کی جب آنکھ کھلتی تو یہ رسی تڑا کر تائیاں صاحب کی کمر سے جا لگتے اور اکثر میری کمر کے ساتھ چپکے ہوتے یا کپڑا ہاتھ میں پکڑا ہوتا۔

یہ ان کی ابتدائی بچپن کی حرکتیں تھیں اور سب سے زیادہ پیاری حرکت وہ تھی کہ میں جب گاڑی میں شام 7-8 بجے آتا تو یہ میرے تائیاں میرے تائیاں کہہ کر دوڑتا' ان کا یہ انداز مجھے بہت پیارا لگتا۔ میں اور سلطان مختلف پارکوں میں جاتے یا ریسٹورنٹ میں چلے جاتے یا کسی معروف سمت میں نکل جاتے' اس طرح میں دفتر سے لوٹنے کے بعد ان بچوں کو سلطان کے ساتھ تمام شہر میں لئے پھرتا اور کھلاتا پلاتا رہتا' عام طور سے ہم دونوں ان کو نارتھ ناظم آباد کے چائنیز ریسٹورنٹ میں لے جاتے تھے' بعض اوقات ناظم آباد کی پہلی چورنگی پر ایک بڑی بلڈنگ میں پہلی منزل پر ایک اچھا ریسٹورنٹ تھا جو کہ اس وقت Blue Heavn کے نام سے مشہور تھا میں اور سلطان ان بچوں کو اکثر اس میں لے جاتے اور دل بھر کے ان کا پیٹ بھر دیا کرتے تھے' بلی اور عمر تو خود کھا لیا کرتے تھے لیکن خرم چونکہ چھوٹا اور کمزور تھا اس کو سلطان خود اپنے ہاتھوں سے کھلایا کرتی تھیں۔

سردیوں کے علاوہ عام دنوں میں بھی عمر زیادہ پیشاب کرتا تھا' خاص کر رات کو اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ بھابھی کا کمرہ بہت ٹھنڈا ہوتا تھا بے چاری بھابھی دن رات کام کرتیں رات کو بھی آرام نہ ملتا' ان کا ایک بنگالی نوکر تھا جس کا نام شمسو تھا وہ ان کی بڑی مدد کرتا اکثر بچوں کے پوتڑے بھی دھویا کرتا جس کے پیسے بھابھی اس کو علیحدہ سے دیا کرتی تھیں۔

بھابھی یہ سب کچھ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کی محبت میں کرتی تھیں' شمسو دبلا پتلا تو تھا لیکن کام کاج میں بہت تیز تھا' نیاز بھائی سے بھی جتنا ہوسکتا مدد کرتے تھے' عمر کو گود میں لئے رہتے اور دودھ پلاتے رہتے۔ ان تینوں بچوں کی وجہ سے Problem

Marfat.com

پیدا ہوتیں جن کا کوئی حل نظر نہیں آتا تھا' خرم کو تو سلطان نے سنبھال لیا تھا' خرم سے سلطان کو بے حد محبت تھی اور سلطان نے خرم کیلیئے بہت جان ماری، مجھے بھی ایسی ہی محبت خرم سے تھی حالانکہ میں ظاہر نہیں کرتا تھا لیکن سلطان سے ذراسی بھی کوتاہی ہوتی خرم کی پرورش کے سلسلے میں تو میں خاصا ناراض ہوتا یہ کیوں نہیں کیا' وقت پر کھلاؤ، بستر ٹھیک سے بچھاؤ وغیرہ، جس کی وجہ سے ہم میں اور خرم میں اتنی محبت بڑھ گئی کہ ہم ایک دوسرں کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

عمر کبھی خرم کو مارتا تو سلطان عمر کو پکڑتیں اور ناراض ہوتیں کہ یہ میرے بچے کو مارا چلا جارہا ہے' کبھی سلطان عمر کو چپت بھی ماردیتیں جس کی وجہ سے نیاز بھائی اور بھابھی ناراض ہوتے اور ان کی آپس میں جھک جھک اور بک بک ہوجاتی۔

دراصل خرم اتنا کمزور تھا کہ اپنا بدلہ نہیں لے سکتا تھا ایک اور خصوصیت میں نے خرم کی یہ دیکھی کہ اس کو پتہ تھا کہ گھر کی چاردیواری میں کونسی شخصیت ایسی ہے جو سب سے زیادہ اہمیت کی متمنی ہے اور جسے سب سے زیادہ اہمیت دینا چاہئے اور گھر کے باہر کونسی شخصیت ایسی ہے جس کو سب سے زیادہ اہمیت دینا چاہئے لہٰذا وہ گھر میں سب سے زیادہ سلطان سے Attached تھا کیونکہ سلطان ہی اس کے کھانے پینے، کپڑوں اور صفائی کا خیال رکھتیں' کبھی کبھی میری پاس بھی آجاتا تھا' خرم کے بچپن کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ بہت کم روتا اور کبھی ضد نہیں کرتا تھا' میں نے اس کو کبھی روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا' لیکن گھر سے باہر اس کو خیال آتا کہ تحفظ بہت بڑی چیز ہے اور میرے گود میں اس کو تحفظ ملتا تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ گھر سے باہر وہ تائیاں کی گود میں محفوظ ہے لہٰذا وہ ہر وقت (تائیاں گوم میں، تائیاں گوم میں) کی رٹ لگالیتا' میں اس کو چلانے کیلیئے اس کی انگلی پکڑ لیتا تاکہ وہ چلنا بھی سیکھے۔ خرم کو بچپن ہی سے کتے کا شوق تھا میں اکثر کتے کا پلا بازار سے خرید کرلے آتا تھا' یہ اس سے کھیلتے رہتے' جبکہ سلطان ناراض ہوتی کہ اس طرح گھر گندا ہوجاتا ہے لیکن میں کہتا کہ نہیں یہ اس کا شوق ہے

Marfat.com

اسے مصروف رہنے دو۔ کبھی یہ کتے کے پلے کو ساتھ لے کر بھابھی کے گھر بھی پہنچ جاتے وہ کہتیں کہ ناصر یہ کیا تم گندگی ساتھ لے آتے ہو اس کو باہر باندھو میں کہتا کہ یہ تو میں اپنے بیٹے کیلئے ساتھ رکھتا ہوں۔

اسماء جب لندن جانے لگی تو Air Port پر ببلی کو اس نے اپنی گود میں لے رکھا تھا لیکن خرم صاحب اپنی بوبو کی گود میں چڑھے ہوئے تھے اور وہیں سے اپنی ماں کو by by کہا' جاتے وقت اسماء نے اس کو بہت پیار کیا لیکن چونکہ خرم اسماء سے مانوس نہیں تھا اس لئے اس کی گود میں نہیں گیا کچھ عرصے بعد سعید بھی کراچی آ گئے وہ جب بھی کبھی چھٹیوں میں گھر آتے تو اپنے بچوں سے ضرور ملتے ظاہر ہے کہ خرم ان کا خون تھا وہ اس سے مل کر خوش ہوتے تھے۔

ہم اکثر خرم کو اسماء اور [redacted] کی تصویریں دکھاتے رہتے تھے اور یاد دہانی کرواتے رہتے تھے کہ دیکھو بیٹا یہ امی ہیں یہ ابو ہیں' امی ولایت میں ہے اور ابو فوج میں ہیں' جب ہم پوچھتے کہ بھئی تمہارے امی ابو کہاں ہیں تو یہ تصویر کی طرف اشارہ کرتے۔ جب عدالتیں مئی جون میں بند ہو جاتیں تو اکثر میں اور سلطان پنڈی، مری چلے جاتے تھے لیکن اس بار ہم نے سوچا کہ کیسے جائیں گے' خرم کو تو چھوڑ نہیں سکتے تھے' تو سلطان نے کہا کہ سعید سے پوچھو ہم خرم کو پنڈی لے جائیں۔ ایک دن سعید آئے اور میں نے سعید سے کہا کہ بھئی گرمیوں میں ہم باہر جاتے ہیں تو کیا خیال ہے اگر تم اجازت دو تو ہم تمہارے بیٹے کو اپنے ساتھ لے جائیں' تو سعید نے کہا کہ خالو میاں آپ خرم کو شوق سے لے جائیں۔

میں نے سوچا کہ یہ سفر خاصا دلچسپ رہے گا یہ بھی نئی نئی چیزیں دیکھے گا اس وقت اس کی زبان ذرا کھلی تھی' اکثر اسماء لندن سے فون کرتی وہ چاہتی تھی کہ خرم ان سے بات کرے ببلی تو کچھ بول لیتی لیکن خرم بول نہیں سکتا تھا وہ فون پر روتی تھی بچوں کو یاد کرتی تھی کہتی کہ دونوں کی گفتگو ریکارڈ کر کے بھیجیں تو ہم نے کیسٹ ریکارڈ کیا یہ

Marfat.com

سب بہت دلچسپ ہے یہ سب اسماء لندن سے لے آئی تھی میں چاہتا ہوں کہ اس واقعہ کو اس کہانی کا حصہ بناؤں تا کہ آپ سب کو اس کا اندازہ ہو جائے جب خرم کی عمر اس وقت صرف ڈیڑھ سال کی ہوگی۔

Marfat.com

میرے دفتر کا خرم پر اثر

کبھی کبھی خرم کا دل چاہتا تو فون پر مجھ سے دفتر میں بات کرتا میں سلطان سے کہتا کہ تم اسے آفس لے آؤ لیکن خاص تاکید کرتا کہ تم اسے اکیلے رکشہ، ٹیکسی میں لے کر نہ نکلنا جب تک کہ کوئی ساتھ نہ ہو لہٰذا سلطان کی طبیعت جب سیر سپاٹے کو چاہتی تو وہ شمسو کو ساتھ لے کر ٹیکسی میں بیٹھ کر میرے دفتر آ جاتیں، خرم صاحب بہت خوش ہوتے وہ یہ دیکھتے کہ ایک بڑی میز ہے اور تائیاں بیٹھے لکھ رہے ہیں اور ان کے چاروں طرف بہت سی کتابیں ہیں ان کو بھی شوق پیدا ہوتا' کہتے تائیاں میں بھی لکھوں گا تو میں اپنی ریوالونگ چیئر چھوڑ دیتا اور اس پر گدے رکھ کر ان کو بیٹھا دیتا پھر ان کی یہ مانگ ہوتی کہ پنسل اور کاغذ دیجئے میں اشارہ کرتا کہ سامنے رکھی ہے پھر یہ نقش ونگار بناتے رہتے تو میں اندازہ لگاتا کہ اس طرح اس میں پڑھنے لکھنے کی دلچسپی بڑھ رہی ہے اس اثنا میں کھانے کا وقت بھی ہو جاتا میں ان کو ہائی کلاس ریسٹورنٹ سے مچھلی اور چپس منگوا دیا کرتا کیونکہ خرم فش اور چپس بڑے شوق سے کھاتے تھے اور اکثر اس کی مانگ ہوتی کہ مجھے مچھلی منگا دیجئے۔ مچھلی کھا کر اسے کچھ توانائی آ جاتی اور وہ صوفے پر سو جاتے اور سلطان اپنے سینے پرونے میں لگ جاتیں۔

غرض یہ کہ اب کوئی جگہ نہ تھی کہ جہاں خرم صاحب میرے اور سلطان کے ساتھ نہ جاتے ہوں جتنے عزیز اور رشتے دار تھے ہم جن کے گھر بھی جاتے خرم کو ساتھ لے جاتے اور خرم صاحب بھی بہت خوش ہوتے' میری اور سلطان کی پوری توجہ خرم پر ہوتی لیکن میں نے یہ بھی دیکھا بلی کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی' بلی جو کہ خرم کی بہن تھی بہت ہی معصوم اور بھولی بھالی تھی بڑی ہی خاموش طبع اور سیدھی سادھی بچی تھی بقول اس کی ماں کے یہ اپنے خول میں رہتی ہے مجھے اس پر بڑا رحم آتا' اسے سوائے اپنی گڑیوں سے کھیلنے کے اور گڑیوں کے گھر بنانے کے علاوہ اسے کوئی دلچسپی نہ تھی وہیں Drawing Room میں فرش پر بیٹھی کھیلتی رہتی تھی اور کبھی بھی اس نے ضد نہیں

Marfat.com

کی تھی کہ تائیاں خرم کو تو لے جاتے ہیں مجھے بھی لے چلیں لیکن بعد میں اکثر یہ ہمارے ساتھ گھر آجاتی اور دونوں بہن بھائی کھیلتے رہتے یہ باہر بھی ہمارے ساتھ ہوتی عمر بھی ہوتا اس بچی میں اپنی امی کی خصوصیت تھیں جو کہ قابل ستائش ہیں کہ شروع سے خاموش طبع ہے اپنی ماں کی طرح یہ بھی اسی Line پر چلی' ایسا لگتا تھا کہ اسے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے جو کھلاتے کھا لیتی جو پہناتے پہن لیتی تھی بہت ہی معصوم اور سیدھی تھی اور نہ ہی ضدی تھی البتہ عمر اس کو تنگ کرتا اور چھیڑتا رہتا تھا' وہ بھی بدلہ لیتی لیکن بیچ بچاؤ کرا دیا جاتا تھا۔ جب سلطان نے یہ دیکھا کہ یہ ایک دوسرے کے بال پکڑتے ہیں اور کھینچتے ہیں تو ایک دن سلطان چپکے سے ان تینوں کو باہر لے گئیں اور ایک حجام کے ہاں بیٹھ کر خرم اور عمر کے بال سر سے منڈوا دیئے۔ جس پر ان دونوں نے تو کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن بھابھی اور نیاز بھائی پہلے تو بہت غصہ ہوئے اور پھر ہنسنے لگے کہ سلطان تم نے اچھا کیا کہ ان دونوں کے بال منڈوا دیے۔

"گویا نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری"

ان دونوں نے بھی جب آئینہ میں اپنے سر منڈے دیکھے تو بہت ہنسے' اس کے بعد سلطان نے ان دونوں کو ان کے نہانے کے ٹب میں بٹھا کر نہلا دیا یہ دونوں بہت خوش ہوئے ان دونوں کے نہلانے کے بعد سلطان نے بلی کو پکڑ کر بھی نہلا دیا۔ ان کے نہانے کے لئے غالباً ان کے ماؤں نے یا بھابھی نے بازار سے نہانے کے لئے ربڑ کے بڑے ٹب خرید لئے تھے جن میں پانی ان کے آدھے جسم تک آجاتا تھا اور جس میں ان کو ہر ہفتے نہلایا جاتا تھا اور یہ نہانے کیلئے بہت خوش ہوتے یہاں تک کہ نہانے کے بعد یہ لوگ پانی سے کھیلتے رہتے اور ان کا ٹب میں سے نکالنا بڑا مشکل ہو جاتا تھا۔

یہ دسمبر کی 27 تاریخ ہے اور سن 1984ء کا ہے جو کہ اختتام پر ہے اور نیا سال شروع ہونے والا ہے میں بہت عرصے کے بعد خرم کے اور حالات بھی ریکارڈ کرنے والا ہوں' پہلی کیسٹ میں ریکارڈ کر چکا ہوں جو کہ اسماء کے پاس ہے یہ دوسرا کیسٹ

Marfat.com

ہے میں وہیں سے شروع کرتا ہوں جہاں پر ختم کیا تھا۔ خرم کے بچپن کے واقعات ریکارڈ کرنے سے میرا یا سلطان کا کوئی ذاتی مقصد نہیں ہے ہمارا یہ بھی مقصد نہیں ہے کہ آئندہ کسی اسٹیج پر جا کر یہ بچہ ہم کو کوئی خاص اہمیت دے۔ میں نے شروع سے اس بچہ میں غیر معمولی صلاحیتیں اور خوبیاں دیکھی اس لئے مجھے شروع بچپن سے ہی اس بچہ سے بے انتہا محبت ہوگئی تھی یہ اس قدر ذہین بچہ ہے کہ جو آئندہ جا کر ممکن ہے کہ اگر خدا نے اسے صحت عطا فرمائی اور اس کی پرورش، صحت، نگرانی اور تربیت اچھی رہی تو آگے جا کر یہ بڑا آدمی بنے گا۔ میری دعا ہے کہ یہ بڑا آدمی بنے اور اس کی ذہنی صلاحتیں اجاگر ہوسکیں۔ وہ اپنی آئندہ زندگی بڑی اچھی گزار سکتا ہے اور تعلیمی زندگی اور تعلیمی ماحول اچھا ملے تو وہ آگے جا کر ایک ہونہار طالب علم اور ایک اچھا شہری بن سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خرم کے اندر ہمت اور حوصلہ پیدا کرے جو کہ ترقی کرنے کے لئے بہت ضروری ہے اس معاملہ میں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں سوائے خدا کے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ صحت مند رکھے اور صحت کے ساتھ ساتھ اللہ اس کی ذہنی صلاحیت میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی دے۔ (آمین)

لیکن مجھے بعض اوقات افسوس بھی ہوتا ہے اور رونا بھی آتا ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ اس بچے کو اتنی توجہ نہیں دی جاتی یا دی نہیں جاسکتی جتنی اسکو ضرورت ہے مثلاً جبکہ نہ ماں باپ اس کے پاس ہیں تعلیمی معاملے میں توجہ اس کے والدین کو دینی چاہئے جو اس سے دور رہے اور یہ دیکھے کہ اسے بچہ کو کس طرح کس لائن پر ڈالا جاسکتا ہے کہ وہ بڑا ہو کر ایک ہونہار اور اچھا انسان بنے اور کامیاب زندگی گزار سکے اور جس لائن میں بھی وہ جائے اس لائن مین ملک وقوم کی خدمت کر سکے اور اس کو بڑی اہمیت حاصل ہو۔

یوں تو ہم لوگ اس کے دیوانے ہیں اور پوری توجہ اس کو دیتے ہیں اور اس کی ہر خوشی پوری کرتے ہیں۔ گھر پر نانا، نانی موجود ہیں جو کہ اپنے مقام پر دونوں اعلیٰ تعلیم

Marfat.com

یافتہ ہیں اور جن کا تعلیم میں کوئی جواب نہیں لیکن ان کے پاس وقت کہاں؟ جب اسماء ولایت چلی گئی تو خرم کے بارے میں میرا دل کڑھتا تھا' مجھے حیرت ہوتی تھی کہ یہ کیسے ماں باپ ہیں جو اس معصوم کو جس نے ابھی چلنا بھی نہیں سیکھا اور جس نے ابھی کچھ نہیں دیکھا کیسے چھوڑا اور دل پر پتھر رکھ کر چلی گئی۔

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ میں ان کے منہ پر انکو بھلا برا کہتا تھا کہ تو بڑی گدھی ہے جو اس بچے کو چھوڑ کر جائے گی تیری عقل ماری گئی ہے سعید تو مرد ہے لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس معصوم کو جو کہ بہت کمزور ہے اور جس کو ماں کی محبت کی اور سرپرستی کی سخت ضرورت ہے اس کو کیسے چھوڑ کر جائیگی اگر تجھے جانا ہی ہے تو اس کو ساتھ لے کر جاؤ کیونکہ تو ہی اسکی اچھی طرح سے دیکھ بھال کرسکتی ہے مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے بہر حال تیری مرضی اللہ اسے اپنی حفاظت میں رکھے ویسے تو میرا یہ کہنا صحیح نہیں لیکن جو چیز مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی اور جس میں مجھے بچے کا مستقبل خطرے میں پڑتا ہوا نظر آتا ہے تو وہ میں تم سے کہے بغیر نہیں رہ سکتا تو وہ خاموش ہو جاتی تھیں کچھ کہہ تو نہیں سکتی تھی بس مسکرانے لگتی تھی اور کہتی خالو میاں میں کیا کروں ہم نے پہلے سے ہی طے کرلیا ہے بلکہ یہ کہتی اللہ نگہبان ہے، ممی' ڈیڈی اور آپ لوگ اس کو مل کر سنبھال لیں گے لیکن ابھی ڈیڈی کس کس کو سنبھالتے اور خاص طور پر ایسے بچے کو جس نے ابھی پیدل چلنا بھی شروع نہ کیا ہو حالانکہ یہ ان کی بیٹیوں کی اولاد تھی لیکن چھوٹے بچوں کا سنبھالنا اور ان کی ہر بات کا خیال رکھنا وقت پر کھلانا پلانا اور مناسب غذا کا انتظام کرنا کوئی آسان بات نہیں تھی' لیکن اس معاملے میں سلطان نے ان کا بہت ہاتھ بٹایا اور خرم کو سنبھال لیا میں یہ دیکھتا تھا کہ سلطان صبح سے شام تک خرم کے آگے پیچھے گھومتی رہتی تھیں اور اس کو بہت کم اکیلا چھوڑتی تھیں۔ سلطان کو خرم سے ایک خاص اپنائیت سی ہوگئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کی ماں کا کام سگی ماں سے بھی اچھا دے رہی ہے نیاز بھائی اور بھابھی کو بھی سلطان کی وجہ سے بہت اطمینان ہوتا تھا' اس لئے

Marfat.com

کہ تینوں بچوں کا ایک ساتھ رہنا مشکل تھا' کیونکہ میں بچپن ہی سے اس بچہ کی طرف بہت زیادہ Attached تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ مجھے اس بچہ سے خاص محبت ہے اور حقیقت بھی یہ ہی تھی کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنے چھوٹے بچے سے اتنی محبت نہ کی تھی جتنی کہ خرم سے کی تھی۔

جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی
ذخیرہ

Marfat.com

گاندھی گارڈن کی سیر

جب کبھی مجھے فرصت ہوتی تو میں اور سلطان ان تینوں بچوں کو لے کر کبھی شہر لے جاتے تو کبھی کلفٹن ایک دن میں نے اور سلطان نے طے کیا کہ ان کو گاندھی گارڈن لے کر جانا چاہیے۔ جب میں اور سلطان ان کو لے کر گاندھی گارڈن گئے تو وہاں ان کے تعجب کا عجیب عالم تھا اور جانوروں کو دیکھ کر ان کے منہ اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

میں نے محسوس کیا کہ جانوروں کو دیکھ کر یہ بچے کچھ Excited ہیں اور کچھ ڈر محسوس کررہے ہیں لیکن جب میں اور سلطان ان کو ہر ہفتے گارڈن لے جانے لگے تو یہ مانوس ہوگئے پہلی مرتبہ جب انہوں نے ہاتھی دیکھا تو بہت ڈرے اور خرم صاحب سلطان سے لپٹ گئے اور ببلی نے بھی سلطان کو پکڑ لیا لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے عمر نہیں ڈرا۔ تھوڑی دیر کے بعد خرم صاحب سلطان کو چھوڑ کر میرے گود میں آ گئے۔ ہاتھی کا مالک ہاتھی پر بچوں کو اور عورتوں کو بٹھا کر گاندھی گارڈن کی سیر کراتا تھا' میں نے ان سب سے پوچھا کہ ہاتھی پر بیٹھو گے تو انہوں نے ڈر کے مارے انکار کیا۔ سلطان نے بھی کہا کہ رہنے دو یہ اور سہم جائیں گے ہاتھی کو دیکھنے کے بعد میں اور سلطان ان تینوں کو لے کر گاندھی گارڈن گھماتے تھے جس میں انہوں نے پہلی مرتبہ ان جانوروں کو دیکھا۔ گاندھی گارڈن میں اس وقت شیر، ریچھ، ہرن' بندر اور لنگور بھی تھے سب پنجروں میں بند تھے پرندوں میں سارس چھوٹی بڑی مرغیاں' طوطے، مینائیں اور بہت سے پرندے تھے اور یہ ہی ان کی دلچسپی کا باعث تھے۔ آخر کار وہ ان جانوروں کو دیکھ کر مانوس ہوگئے۔ گاندھی گارڈن میں اس وقت ایک طرف بچوں کے بیٹھنے کے لئے مختلف قسم کے گھوڑے اور جانور موجود تھے اور کہیں کہیں بیٹھنے کیلئے کرسیاں لگی ہوئی تھیں، جس پر بیٹھ کر چکر لگاتے یہ بہت خوش ہوتے تھے

Marfat.com

کھلونوں کا شوق

خرم کو شروع سے کھلونوں کا بہت شوق تھا اور ہم لوگ اس کیلئے بہت سے کھلونے لاکر گھر میں جمع کرلیا کرتے تھے' اب اسے تھوڑی بہت سمجھ آ گئی تھی اور بولنے بھی لگا تھا جب کبھی میں اس سے کہتا چلو بیٹا بازار چلتے ہیں اور کھلونے لیں گے تو یہ حضرت میرے شکل دیکھ کر مسکراتے اور حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ بڑی ہی معصومیت سے مجھ سے پوچھتا کہ تائیاں پیسے تو ہیں نا' میں کہتا بیٹا دیکھ کتنے سارے پیسے ہیں اور ہم چل کر خوب شاپنگ کریں گے۔ اس وقت صدر میں کھلونوں کی دو ایک بہت بڑی دکانیں تھیں سلطان کبھی کبھی بڑے قیمتی کھلونے لینے پر مجھے ٹوکتی تھیں کہ بچے تھوڑی دیر میں توڑ تاڑ دیتے ہیں اس لئے ان کو چھوٹے چھوٹے کھلونے دلوادیا کریں، خرم کو اپنی بوبو کی اس عادت کا پتہ تھا اور وہ بڑے بڑے کھلونے لینے میں سلطان کی وجہ سے گھبراتا تھا' لیکن میں یہ کرتا کہ سلطان کو کہتا کہ تم گاڑی میں بیٹھی رہو میں خرم کو ابھی کھلونے دلوا کر آتا ہوں اور جو چیز یہ پسند کرے گا وہ میں اس کو دلادوں گا اور جب یہ وہ چیز خرید کر لائے تو تم اس پر کوئی اعتراض نہ کرنا بلکہ خوش ہونا تو یہ بھی خوش ہوجائے گا۔ سلطان چونکہ خود بھی خرم کو بہت چاہتی تھیں جب میں اس کو کھلونے دلا کر جو عام طور پر بڑے قیمتی اور بجلی سے چلنے والے ہوتے تھے لوٹتا تو سلطان ان کی بڑی تعریفیں کرتیں اپنے بیٹے کو خوش کرنے کیلئے عام طور پر اسے ہوائی جہاز، ٹینک چھوٹی چھوٹی بندوقیں اور اچھلنے کودنے والے گھوڑے اور بندر دلواتا جب ان کی شاپنگ مکمل ہوجاتی تو سلطان گاڑی سے اتر کر کہتیں کہ بیٹا اب میں ببلی اور عمر کے لئے بھی کچھ کھلونے لے لوں تو یہ کہتے کہ کہ لے لیں۔

Marfat.com

پنڈی مری کا سفر

اب خرم صاحب کا اور ہمارا پنڈی اور مری کا سفر شروع ہوتا ہے جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ پنڈی یا مری کے سفر پر جانے سے بیشتر ہم نے خرم صاحب کے والد سعید سے اجازت لے لی تھی اور ان کے نانا' نانی نے بھی ہم کو اجازت دے دی تھی کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ خرم ناصر اور سلطان سے بہت مانوس ہے اور ان کے بغیر خرم کا رہنا بہت مشکل ہے لہٰذا یہ لے جائیں گے تو اس کے لئے بہتر ہوگا اور ممکن ہے تبدیلی آب و ہوا سے اس کی صحت بھی بہتر ہو جائے۔ غرض یہ کہ خرم صاحب کا ہمارے ساتھ رخت سفر بندھ گیا اور سلطان نے دنیا بھر کی چیزیں' سامان' کپڑے' دودھ کی بوتلیں اور کھانے کی چیزیں بسکٹ وغیرہ ساتھ لے لئے اور ان کے لئے ایک چھوٹا سا سوٹ کیس خریدا تاکہ اس میں ان کی تمام چیزیں رکھ لیں اور ہم پھر خیر و عافیت کے ساتھ پنڈی کیلئے روانہ ہو گئے۔

یہ وہ گرمی کے مہینے تھے جن میں عام طور پر میں اور سلطان ہر سال پنڈی جایا کرتے تھے جبکہ مجھے ٹیکسلا کے کچھ کیس کی پیروی کرنی پڑتی تھی اور میں ہوائی جہاز سے جاتا تھا اور ہوائی جہاز سے آتا تھا لیکن کبھی جون جولائی کے مہینہ میں جانا پڑتا تو میں خاص طور پر ایسی تاریخیں لیتا کہ مئی کے آخر میں مجھے آنے جانے کا موقع بھی مل جائے جس سے میرے آنے جانے کا خرچ بھی بچ جاتا تھا' یہ وہ وقت تھا کہ شاید وہاں مقدمہ کی پیشی بھی تھی۔ سلطان کا ٹکٹ میں نے خود خریدا اور خرم اتنے چھوٹے تھے کہ ان کے ٹکٹ کی ضرورت نہیں پڑی۔ غالباً جون کا مہینہ تھا اور 1975ء کا سال تھا میرا خیال ہے کہ خرم اس وقت ایک سال کچھ مہینے کا ہوگا۔ اس زمانہ میں DC Ten نئے نئے آئے تھے اور میں بھی پہلی مرتبہ DC Ten میں بیٹھا تھا صبح کا وقت تھا صبح کے 6 بجے فلائٹ روانہ ہوتی تھی اور ڈیڑھ گھنٹے میں پنڈی پہنچ جاتے تھے' خرم صاحب سفر میں کافی Exited تھے اور سفر میں بہت دلچسپی لے رہے تھے اپنے معصوم انداز میں

Marfat.com

اظہار کر رہے تھے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ ہم دونوں سے اتنا Atteched تھا کہ شہر سے باہر جانے میں اس کو کوئی تامل نہیں ہوا اور بلی عمر کو چھوڑنے میں ان کو کوئی خاص احساس نہ ہوا بلکہ یہ خوش تھے۔

جب پہلی مرتبہ ہم ان کو لے کر Air Port پہنچے' ویسے Air port تو پہلے بھی انہوں نے دیکھا تھا کیونکہ میں جب پنڈی 5-6 دنوں کیلئے جاتا تو یہ بوبو کے ساتھ ماما کی گاڑی میں مجھے Air Port لینے کیلئے پہنچ جاتے اور ان کی عجیب کیفیت ہوتی بوبو انہیں گود سے اتار کر جنگلے کے پاس کھڑا کر دیتی تھیں' یہ مجھے تلاش کرتے اور جب میں نظر آتا تو دوڑتے بھاگتے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرتے اور کسٹم آفیسر جن کی یہ کوشش ہوتی کہ نہ کوئی اندر جائے اور نہ کوئی باہر آئے بغیر ٹکٹ دکھائے مگر یہ کسٹم آفیسر کے قریب سے نکل کر اندر آجاتے تھے اور تائیاں کی گود میں چڑھ جاتے اور کسٹم آفیسر ہنستے رہتے کہ یہ کونسا چھوٹا مسافر چپکے سے نکل گیا۔ اس سے پیشتر بھی یہ Air Port سے مانوس تھے۔

انہوں نے یہ محسوس کیا کہ جس طرح تائیاں جاتے ہیں اسی طرح میں بھی جہاز سے جاؤں گا تو یہ کافی خوش نظر آرہے تھے۔ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا کہ جب بھی یہ گھر سے باہر ہوتے تو ان کو سکیورٹی صرف تائیاں کی گود میں ملتی جب کبھی سلطان چاہتی کہ یہ پیدل چلیں تاکہ ان کے پیروں میں جان آئے تو تھوڑی دیر کے بعد ہی ان کی Demand ہوتی کہ تائیاں گوم میں، تائیاں گوم' اس سے سلطان ناراض ہوتیں کہ تھوڑی دیر چلو یہ تھوڑی ہی دیر چلنے کے بعد پھر یہ کہتے کہ تائیاں گود میں جب میں کاؤنٹر پر اپنا ٹکٹ دکھا کر سامان رکھوا رہا تھا تو یہ گود میں چڑھے ہوئے تھے اور تمام مراحل کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ کبھی کبھی میں ان کو بتاتا کہ دیکھو یہ ٹکٹ ہے اس سے بیشتر انہوں نے ہوائی جہاز کو اڑتے تو دیکھا ہوگا۔

سامان تو پہلے ہی جا چکا تھا میں سلطان کے ساتھ DC Ten کے اوپر چڑھا تو

Marfat.com

ان کی آنکھیں چاروں طرف گھوم رہی تھی اور سوالوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی کہتے کہ تائیاں یہ ہوائی جہاز ہے؟ میں کہتا ہاں بیٹے یہ ہوائی جہاز ہے پھر پوچھتے کہ اچھا اوپر چڑھیں؟ میں نے کہا ہاں چڑھو' میں نے ان کو گود سے اتار دیا یہ سلطان کے ساتھ آہستہ آہستہ چڑھنے لگے' اوپر دو' تین ایئر ہوسٹس کھڑی تھیں انہوں نے دیکھا کہ گورے چٹے تو تھے ہی اور بہت گول گول تھے وہ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں ایک چھوٹا سا مسافر بھی آرہا ہے' ان میں سے ایک کو ان پر اتنا پیار آیا کہ اس نے ان کو گود لینے کی کوشش کی لیکن یہ کہاں جانے والے تھے بہرحال ان کو پیار کر کے استقبال کیا اور سلطان ان کو لے کر اندر داخل ہوئیں میں نے خاص طور سے کھڑکی کے پاس سیٹ لی تھی ان کو دکھانے کیلئے یہ اپنی بوبو کی گود میں جا بیٹھے اور اپنی بوبو کی گود سنبھال لی میں نے کھڑکی کھول دی تو یہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگے اور سوالوں کی بوچھاڑ شروع کر دی تو سلطان کہاں متحمل ہوتیں اور ان کے سوالوں کے جواب دیتیں تو میں ان کے ہر سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتا کہ دیکھو بیٹے یہ انجن ہے اس سے ہوائی جہاز اڑے گا' یہ دو پر ہیں' جیسے چیل اڑتی ہے یہ آرام سے اڑے گا' یہ کہتے اچھا' خیر جب جہاز نے چلنا شروع کیا تو یہ میری گود میں آ گئے اور میری گود میں سوال کرتے رہے۔ جب جہاز نے اڑنا شروع کیا تو ان کو ڈر لگا یہ میری گود چھوڑ چھاڑ کر اپنی بوبو کی گود میں چلے گئے بوبو نے انہیں لپٹا لیا، میں کہتا رہا بیٹا ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے یہ تو جہاز ہے اور اڑ رہا ہے میں ان کو بتا رہا تھا اوپر سے زمین کو دیکھیں گے ظاہر ہے میں نے ان کے سفر سے ڈر کو دور کرنے کی کوشش کی تھوڑی دیر کے بعد ان کو سانس آیا۔ Take Off کے بعد جہاز اوپر اڑنے لگا تو یہ نارمل ہوئے پھر میں نے ان کو ہر چیز بتانے کی کوشش کی اور ان کی دہشت کو دور کیا پھر ان کو اطمینان ہوا۔ سلطان نے انہیں دودھ پلایا دودھ پینے کے بعد یہ سلطان کی گود سے اتر کر دونوں سیٹوں کے بیچ میں کھڑے ہو گئے تو ایک ایئر ہوسٹس نے دوڑ کر ان کی انگلی پکڑی اور ان کو تھوڑی دور تک لے گئی اس کے بعد یہ لوٹ

Marfat.com

آئے اور سو گئے۔

جب ہم پنڈی پہنچے تو یہ جاگ اٹھے، میں نے ان کو بتایا کہ پنڈی آ گیا ہے اور اب جہاز اترے گا، اس وقت بھی اس کو تھوڑا ڈر لگا، جب جہاز زمین سے لگا تو ان کو اطمینان ہوا پھر جب ان کو رش نظر آیا تو یہ گھبرانے لگے میں نے ان کو سمجھایا کہ سب مسافر ہیں، پنڈی کیلئے اتر رہے ہیں اور اس سیڑھی سے نیچے اتریں گے لہٰذا یہ آہستہ آہستہ اترنے لگے وہ جو ایئر ہوسٹس تھی وہ بھی ساتھ ساتھ تھی میں نے سلطان سے کہا کہ یہ نظر لگائے گی اس نے خرم کو اٹھانے کی کوشش بھی کی تھی آخر میں اس نے ان کو پیار کیا اور خدا حافظ کہا میں انہیں گود میں لے کر سیڑھیوں سے اترا اور سمجھاتا رہا کہ دیکھو بیٹا جیسے کراچی Air port ہے ویسے ہی یہ ہوائی اڈہ ہے غرض یہ کہ ان کی دہشت اور ڈر دور کرنے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ کسٹم کلیئر ہوا۔

یہاں حاجی اسلم صاحب اپنی HMC کی گاڑی لے کر آئے ہوئے تھے، انہیں معلوم تھا کہ میں خرم صاحب کو ساتھ لا رہا ہوں وہ خرم صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے میں نے خرم کو بتایا کہ یہ حاجی اسلم صاحب ہیں ہر بار مجھے لینے آتے ہیں، تم ان کی گود میں جاؤ یہ گئے اور تھوڑی دیر بعد پھر بوبو کی گود میں واپس آ گئے اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے۔

میں جب بھی پنڈی جاتا تو شیخ صاحب جو کہ Finance کے منیجر تھے ہمیشہ ایک بڑے ہوٹل میں میرا کمرہ بک کرا دیا کرتے تھے یہ ہوٹل بڑا مشہور تھا، اس کا نام Silver grill تھا۔ جب ہم سلور گرل پہنچے تو میں نے ان کا سب کے ساتھ تعارف کروایا وہ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے حاجی صاحب خرم صاحب کا سامان لے کر کمرے میں پہنچے، پہنچنے کے بعد خرم صاحب نے کمرے کا جائزہ لیا اور ادھر ادھر نکلے وہاں کے بیرے چونکہ مجھ سے بہت مانوس تھے انہوں نے خرم کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ انہیں معلوم تھا کہ میرا کوئی بچہ نہیں ہے تو میں نے

Marfat.com

کہا کہ یہ میری بھانجی کا بچہ ہے ڈاکٹرنی ہے ولایت پڑھنے گئی ہے تو وہ بڑے تعجب کرنے لگے کہ صاحب اپنے بچے کو آپ کو دے دیا ہے' میں نے بتایا کہ یہ بچہ شروع ہی سے ہمارے پاس رہتا ہے اور ہم اس کو اپنے پاس رکھتے ہیں لہٰذا اب یہ ہمارا بچہ ہے بہر حال ان سے خرم کی دوستی ہوگئی' بیروں کا یہ کھلونہ بن گئے' بیروں نے انہیں لے جا کر Piano پر بٹھا دیا تو یہ بہت خوش ہوئے چھوٹی چھوٹی انگلیاں Piano پر مارتے اور خوش ہوتے کمرے کے سامنے ہی Piano تھا' یہ بار بار نکل کر چلے جاتے اور آہستہ آہستہ Piano پر انگلیاں مارتے۔

میرا خیال ہے اب خرم صاحب کا Silver Grill کے قیام کا حصہ بیان کرنے سے پیشتر میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ ریکارڈ جو کہ کراچی میں میں نے خرم اور ببلی کی آوازیں ریکارڈ کر کے اسماء کو بھیجا تھا وہ میں ریکارڈ کر دوں اس میں سلطان سوال کرتی جا رہی تھی تو وہ ریکارڈ اب آپ سنیں۔

Marfat.com

ریکارڈ

سلطان: یہ بلی کیا کر رہی ہے بیٹے چاند یہ بلی کیا کر رہی ہے؟

خرم: بلی۔

سلطان: بیٹے یہ کیا ہے؟

خرم: کتا۔

سلطان: بیٹے تمہارے امی نے کچھ چیزیں بھیجی ہیں۔

خرم: اچھا۔

سلطان: تائیاں کیسے ہیں؟

خرم: اچھے ہیں۔

سلطان: تائیاں آفس جاتے ہیں؟

خرم: ہاں جاتے ہیں۔

سلطان: آپ پنڈی گئے تھے؟

خرم: امی میں پنڈی گیا تھا۔

سلطان: بابا آتا تھا؟

خرم: بابا آتا تھا۔

سلطان: چیزیں لاؤ۔

خرم: چیزیں لاؤ، مٹھائی لاؤ، آئسکریم لاؤ۔

سلطان: عمر کیسا ہے؟ بولو عمر بدمعاش ہے۔

خرم: عمر بدمعاش ہے۔

سلطان: شمسو کیسا ہے؟

خرم: شمسو امی کو کھانا دیتا ہے' اچھا لگتا ہے۔

سلطان: امی آپ بہت اچھی ہیں۔

Marfat.com

خرم: امی آپ بہت اچھی ہیں۔

سلطان: اور میری بوبو کیسی ہے جلدی سے بتادے؟

خرم: اچھی ہیں۔

ناصر: گاندھی گارڈن میں کیا کیا دیکھا تم نے؟

خرم: زراف، مینڈک، مرغی۔

سلطان: ہاتھی کی سونڈ میں کیا رکھا تھا؟

خرم: نوٹ۔

سلطان: امی عمر کیلئے کتاب بھیجنا اور میرے لئے کتاب بھیجنا۔

خرم: میرے لئے کتاب بھیجنا عمر کتاب پھاڑ دیتا ہے۔

سلطان: بوبو کیا پہنتی ہیں؟

خرم: بوبو ساڑھی پہنتی ہیں کام کرتی ہیں۔

سلطان: کیا کھاتے ہو؟

خرم: گوشت کھاتا ہوں، ٹافی کھاتا ہوں۔

سلطان: تائیاں کیا کرتے ہیں؟

خرم: تائیاں مجھے بہت چاہتے ہیں۔

سلطان: کیا کہتے ہیں؟

بلی اسکول جاتی ہے؟

ناصر: امی کب آ ؤ گی؟

بلی: امی میں اسکول جاتی ہوں۔

میرا اسکول اچھا ہے۔آپ کا ٹیپ مل گیا ہے

آپ کیوں روئیں میں بھی آپ کو یاد کرتی ہوں، ابو آئے تھے چلے گئے، بہت پیار کرتے ہیں۔

Marfat.com

آپ بھی پیاری ہیں امی آپ لندن سے کب واپس آئیں گی؟۔

اس ریکارڈنگ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس وقت خرم کی عمر کیا ہوگی۔ میرا خیال تھا کہ یہ ریکارڈنگ پنڈی جانے سے پہلے کی گئی تھی لیکن اب یہ معلوم ہوا پنڈی سے لوٹنے کے بعد ریکارڈنگ کی تھی اور اس کا کیسٹ اسماء کو لندن بھجوایا تھا۔ گویا خرم صاحب اس وقت ٹوٹی پھوٹی اردو بول لیا کرتے تھے ان کی اتنی زیادہ زبان نہیں کھلی تھی۔

Marfat.com

سلور گرل

اب Silver Grill کے بارے میں ذکر کرتا ہوں کہ یہ وہاں ایک آدھ دن میں Free ہو گئے چونکہ مجھے کچھ کیس کرنے تھے اس لئے دن اور رات کا کچھ حصہ پڑھنے میں صرف ہوتا تھا میں اپنے ساتھ قانون کی موٹی موٹی کتابیں بھی لے گیا تھا تا کہ پڑھ لوں' جس دن مجھے ٹیکسلا نہیں جانا ہوتا تھا میں کتابیں وہیں کمرے میں رکھ کر پڑھتا رہتا تھا۔

گرمی کا زمانہ تھا پورے کمرے میں ایئر کنڈیشن لگا ہوا تھا' کمرہ کافی ٹھنڈا رہتا تھا خرم اس کمرے میں رہ کر بہت خوش ہوتے' پورا کمرہ وال کارپٹ (Wall Carpet) تھا' ہیٹر بھی تھے لیکن وہاں پہنچنے کے بعد ایک Problem ہوئی وہاں صرف دو پلنگ تھے جسکی چوڑائی بہت کم تھی چونکہ خرم صاحب میرے اور سلطان کے بیچ میں سوتے تھے تو اب ان کو کیسے سلایا جاتا' ایک پلنگ اتنا تنگ تھا کہ سلطان اور خرم دونوں نہیں سو سکتے تھے اور نہ ہی دونوں کو ملایا جا سکتا تھا لہذا ہم نے یہ کیا کہ دونوں پلنگوں کے بستر اٹھا کر فرش پر لگا لیتے تھے اور سلطان آرام سے ہم دونوں کے بیچ میں خرم کا بستر بنا دیا کرتی تھیں اور سونے کی ادا ان کی یہ تھی کہ سوتے وقت تو یہ بوبو سے لپٹ کر سوتے تھے لیکن رات کو یہ میری کمر کے پیچھے چپکے ہوتے تھے یا انہوں نے ایک ٹانگ میرے اوپر رکھی ہوتی تھی' دن کے وقت ان کی ایک ادا مجھے اتنی پسند تھی اور مجھے بڑا تعجب ہوتا تھا کہ وہ یہ کہ میں جس دن ٹیکسلا نہیں جاتا تھا تو کمرے میں ہی پڑھتا رہتا تھا اور قانون کی موٹی موٹی کتابیں دیکھتا رہتا تھا' کتابیں کھولتا کبھی فائل پڑھتا لیکن مجھے یہ کبھی ڈسٹرب نہیں کرتا تھا' جب یہ اپنے ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد چہل قدمی کرنے کمرے سے باہر نکلتے تو بیرے ان کو لے کر گھماتے پھراتے' مگر ان کی نظریں پیچھے لگی رہتی کہ بوبو ہیں کہ نہیں کیونکہ سلطان ان کو دیکھتی رہتی تھیں کہ بیرے ان کو دور نہ لے جائیں اور جب میں دوپہر کو فارغ ہوتا تو یہ محسوس کرتے کے تائیاں

Marfat.com

اب فارغ ہو گئے ہیں تو بس پھر کیا تھا یہ دوڑ کر میرے پاس آ جاتے اور آنے کے بعد پہلا سوال یہ ہوتا کہ آپ مجھے یہ موٹی کتاب دے دیں تو مجھے خیال آتا کہ یہ تو اتنی بھاری ہے ان سے اُٹھے گی نہیں غرض فرش پر میں کتاب رکھ دیتا کہ ورق گردانی کرتے اور پھر کاغذ پینسل مانگتے رہتے میں ان کو دونوں چیزیں دے دیتا۔ بال پین دیتا اور کہتا کہ PLD کی موٹی کتاب کے اندر بال پین سے نہ لکھنا تو ماشاء اللہ' اللہ اس کی عمر دراز کرے اس نے کبھی بال پین سے PLD پر نہیں لکھا اور صرف سفید کاغذ پر کیڑے مکوڑے بناتا رہتا غرض جب تک ہوٹل میں یہ میرے ساتھ رہے ان کا میرے ساتھ یہ ہی طرزِ عمل تھا، بچپن ہی سے یہ کافی Disciplin تھا یہ ماں کے پیٹ سے ہی یہ Disciplin ہو کر پیدا ہوئے تھے' خدا ہی نے ان کے اندر Disciplin اور سمجھ بوجھ پیدا کر دی تھی۔ جب شام کو باہر جانے کا پروگرام ہوتا تو کمرے سے نکلتے ہی ان کی فرمائش شروع ہو جاتی (تائیاں گوم میں تائیاں گوم میں) اور غرض یہ تائیاں کی گود میں چڑھ جاتے اور تائیاں بھی اس خیال سے کہ یہ اتنے کمزور ہیں اٹھا لیا کرتے اور مجھے جب ٹیکسلا جانا ہوتا تو یہ بھی کبھی کبھی سلطان کے ساتھ میرے گاڑی میں ٹیکسلا جاتے اور شیخ صاحب ان سے مل کر بہت خوش ہوتے وہ ان سے اتنے مانوس ہو گئے تھے کہ وہ ہر وقت ان کی خاطر مدارت میں لگے رہتے اور حاجی صاحب سے کہتے کہ حاجی صاحب ان کے لئے بسکٹ لاؤ، ٹافیاں لاؤ اور سلطان سے پوچھتے کہ بھابھی یہ کیا چیزیں شوق سے کھاتا ہے تو وہ کہتیں کہ شیخ صاحب' یہ بہت خاص ہے آپ نے یہ دیکھا کہ آپ سے مل کر کس قدر خوش ہوتا ہے۔ پھر شیخ صاحب خرم صاحب کو گھمانے کیلئے پروگرام بناتے اور اپنے گھر بھی لے جاتے جہاں شیخ صاحب کے بیوی بچے ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے' میں سلطان سے کہتا رہتا کہ ابھی سے اس کو ہر شخص سے ملنے جلنے کی عادت ہونی چاہیئے تا کہ اس کی جھجک دور ہو تو وہ بھی کوشش کرتیں کہ یہ سب سے ملے سلام کرے اور ہاتھ ملائے ان کی مسکراہٹ ہر شخص کو اپنی طرف کھینچتی تھی یہاں

Marfat.com

تک کہ یہ شیخ صاحب کے دفتر کے سب لوگوں سے مانوس ہو گئے اور وہ بھی ان سے ملتے رہتے میں بھی ان کو سمجھا تا رہتا کہ بیٹا میں یہاں شیخ صاحب کے ہی کام کیلئے کراچی آتا جاتا رہتا ہوں۔ جب بھی ٹیکسلا جانا ہوتا تو یہ اکثر ہمارے ساتھ جاتے اور شیخ صاحب سے کافی مانوس ہو گئے اور وہ بھی ان سے محبت کرنے لگے' پیار کرتے، گھماتے وغیرہ۔ جب ٹیکسلا جانا نہیں ہوتا تو ہم شہر چلے جاتے' جیسے ہی ہم باہر کمرے سے نکلتے ان کی فرمائش ہوتی تائیاں گوم میں، تائیاں گوم میں' تائیاں انہیں گود میں لے لیتے کہ کہیں یہ تھک نہ جائیں تو جب ہم باہر نکلتے بعض چیزیں ایسی ہوتیں جنہیں انہوں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا جیسے جہاز کا اترنا وغیرہ خرم نے پنڈی میں پہلی مرتبہ گھوڑا تانگہ دیکھا یہ بہت حیران پریشان ہو گئے کہ یہ کیا چیز ہے ایک گھوڑا آگے لگا ہے اور کیسے چلتا ہے ممکن ہے کہ انہوں نے کراچی یا تصویر میں گھوڑا دیکھا ہو اور گھوڑے سے انہیں والہانہ محبت تھی جب گھوڑا یہ دیکھتے تو اسے برداشت نہیں کر سکتے تھے اور چاہتے تھے کہ جلدی سے میں گھوڑے پر بیٹھ جاؤں یا گھوڑا کسی طرح سے میرے پاس آجائے اور میں دیکھوں اور گھوڑا کس طرح تانگہ کو کھینچتا ہے۔ جب بھی انکو گھوڑا تانگہ نظر آتا تو یہ بہت خوش ہوتے جب بھی یہ ہوٹل سے نکلتے تو بوبو اور تائیاں سے اس کی فرمائش ہوتی تائیاں گھوڑا، تانگہ، تائیاں گھوڑا تانگہ۔ سلطان اور میں نے ایک آدھ مرتبہ ان کو تانگہ میں بٹھا کر کافی لمبی سیر کرائی یہ بڑے خوش ہوئے یہ آگے میری گود میں بیٹھے اور بوبو پیچھے بیٹھیں تانگہ والا بھی بڑا خوش ہوا کہ آج ایک نئی سواری میری سواری پر بیٹھی ہے جو یہ چاہتی ہے کہ تانگہ کی باگ دوڑ اسکے ہاتھ میں دے دی جائے۔

تانگے والے نے بھی تانگے کی باگ ان کے ہاتھ میں دے دی اور یہ دور تک ہانکتے چلے جاتے اور خوش ہوتے جب میں اترتا تو سلطان انہیں بہلا کر اتارتی کہ آئیں بیٹا دوسرے گھوڑے تانگے میں بیٹھیں گے گھوڑے تانگہ کے شوق کو دیکھ کر سلطان نے ان کیلئے ایک بڑا کھلونا گھوڑا تانگہ خرید کر دیا جو کہ ان کو بہت پسند آیا اور یہ

Marfat.com

دن بھر گھوڑے تانگہ سے کھیلتے رہتے۔ اس کے بعد شہر کی طرف نکلتے تو ان کی پہلی فرمائش ہوتی ہے کہ تائیاں گھوڑا تانگہ پر تائیاں اور بوبو کیا کرتے میں ان کو پھر گھوڑے پر بیٹھا دیتا اور اس سے کہتا کہ چلو بھئی اس کو اور نئی چیزیں دکھادو۔ اس نے اسٹیشن نہیں دیکھا اور ریل گاڑی اور انجن بھی نہیں دیکھا تھا تو تانگہ والا خوش ہو جاتا تھا چلو پیسے زیادہ مل جائیں گے۔

اسٹیشن پر پہلی مرتبہ جب یہ پہنچے تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو میں نے بتایا کہ بیٹے ریل گاڑی ہے چلو اندر چل کر دیکھتے ہیں پلیٹ فارم کا ٹکٹ لے کر میں اور سلطان دونوں اسٹیشن کے اندر داخل ہوئے پہلی مرتبہ انہوں نے ریل گاڑی دیکھی انجن دیکھا جو کہ چھک چھک کر کے چل رہا تھا اتنے میں انجن نے سیٹی ماردی بس پھر کیا تھا خرم صاحب کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا اور یہ ڈر کے مارے میری گود سے لپٹ گئے سلطان نے جلدی سے انہیں لے لیا اور اپنے سے چمٹا لیا' میں نے سمجھایا کہ بیٹا یہ تو انجن نے سیٹی ماری ہے میں بازار سے تمہیں سیٹی دلا دوں گا تاکہ تمہیں معلوم ہو' تو بڑی مشکل سے ان کا ڈر دور ہوا' اسٹیشن پر گھما کر جب باہر نکلے تو ان کی فرمائش ہوتی کہ گھوڑا تانگہ سلطان کہتیں یہ تو بڑی مشکل آ گئی یہ تو بغیر گھوڑے تانگہ کے گھومنے ہی نہیں دیتا میں نے کہا پہلے ان کو سیر کرا لیتے ہیں ان کو تسلی ہو جائے پیٹ ان کا بھر جائے تو گھوڑے تانگے تو انہیں مل گیا یہ کمرے میں بھی اپنا گھوڑا تانگہ چلاتے جو سلطان نے ان کے لئے خریدا تھا۔ میرا یہ طریقہ تھا کہ میں سب سے پہلے اپنا کیس ختم کرتا تھا کیونکہ جس کام کے لئے محنت کرتا تھا تو پہلے اس کو ختم کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا کیس سے فارغ ہونے کے بعد میں خود کو Free سمجھتا تو دو ایک دن مجھے ٹھہرنے کی اجازت تھی۔ جب کیس میرا ختم ہو گیا اور میں فری ہو گیا تو شیخ صاحب نے کہا اگر آپ ٹھہرنا چاہتے ہیں تو ٹھہر جائیں میں نے کہا کہ میں خرم کو ساتھ سیر کرانے لایا ہوں اور مری لے جانا چاہتا ہوں تاکہ مری کی آب وہوا بھی اس کیلئے اچھی ثابت ہو

Marfat.com

اور یہ کچھ بہتر ہو۔

شیخ صاحب نے کہا کہ اچھا میں گاڑی بھجوا دیتا ہوں بس یا ویگن سے آپ کیسے جائیں گے آپ اسے گاڑی میں لے جائیں میں نے کہا کہ نہیں میں ٹیکسی سے چلا جاؤں گا یہ سرکاری کام تھوڑی ہے یہ تو معصوم بچہ ہے جس کی عمر مشکل سے ڈیڑھ سال کی ہے تو وہ میرے اور سلطان کے لئے اتنا بھاگوان ثابت ہوا کہ جتنے عرصے یہ ہمارے ساتھ رہا جتنے عرصے سلطان نے اسکی پرورش کی اتنے عرصے ہم تندرست رہے خوش رہے اور آمدنی میں بھی اضافہ ہوا مجھے بہت کیس ملے تھے اس زمانے میں ٹیکسلا کے لاکھوں کروڑوں کی آر بی ٹیشن کے مقدمے لیا کرتا تھا اور ٹیکسلا والوں کو مجھ پر بھر پورا اعتماد و اعتبار تھا اور وہ اتنے خوش تھے اور کہتے تھے کہ ایک دیانت دار وکیل مل گیا ہے کہ اگر کوئی ہمارے کیس ایمانداری، محنت، لگن، اور ہوشیاری اور عقلمندی کے ساتھ حل کرسکتا ہے تو وہ صرف شاہ میر ہے۔ مجھ پر وہ اتنا اعتبار کرتے تھے کہ جب ان کا جی چاہتا مشورے کے لئے پنڈی بلوا لیا کرتے تھے اور اس طرح سے میری ایک ٹانگ کراچی میں اور دوسری پنڈی میں ہوا کرتی تھی ایک فلائٹ سے میں جاتا دوسری سے واپس آتا۔ ہائی کورٹ میں بھی میرا کافی کام رہتا تھا اور مجھے ٹیکسلا کے کیس میں معقول فیس ملا کرتی تھی اور ان کے کام میں میں نے بڑی شہرت اور نیک نامی حاصل کی اور مجھ پر لوگوں کو اعتبار تھا کہ سوائے میرے وہ کسی دوسرے وکیل کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے میں یہ سوچتا تھا کہ میری ترقی یا خوشحالی یا شہرت یا نیک نامی اس معصوم بچے کی مدد سے ہے۔ بچے کی سعادت مندی اور معصومیت کا میری زندگی پر بڑا اچھا اثر پڑا۔ پنڈی میں سلطان انہیں دنیا بھر کی دلچسپیوں میں مشغول رکھنے کی کوشش کرتیں ان کو بولنا تو نہیں آیا یہ اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظوں سے اپنا مطلب ادا کر دیا کرتے میں نے اور سلطان نے ان کے کھانے پینے کا ایسا روٹین بنا لیا تھا کہ ان کے ساتھ باہر صرف اس ہوٹل میں جاتے جہاں کھانا اچھا ہوتا تھا اور میں کہتا کہ کوئی ایسی چیز اس کو

Marfat.com

کھلاتی رہو جس سے یہ تندرست رہے خالی دودھ پر اسے مت رکھو۔ سلطان اسے دودھ کے ساتھ کچھ کھلاتی پلاتی رہتیں اب جب میں نے کیس ختم کر لیا تھا تو سلطان نے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ مری کی آب و ہوا اسے راس نہ آئے' میں نے کہا تمہاری مرضی ہے اگر چلنا چاہتی ہو تو چلو مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے یہاں ذرا گرمی ہے مری کا موسم ذرا خوشگوار ہوگا ہوسکتا ہے وہاں کی آب و ہوا اس کے لئے اچھی ثابت ہو۔ ہم نے پروگرام بنایا اور کراچی فون کیا نیاز بھائی اور بھابھی سے خرم کو مری لے جانے کی اجازت مانگی انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے مری کی آب و ہوا اچھی ہوگی اسے راس آئے گی۔

Marfat.com

مری

پھر ہم دونوں نے ایک ٹیکسی کرائے پر لی اور ان کو لے کر روانہ ہوئے ظاہر ہے مری کی چڑھائی پر موٹر کار کو مختلف موڑ سے گزر کر چلنا پڑتا ہے اتنی زگ زیگ روڈ اور سبزہ زار پہاڑی سلسلے پا کر تو یہ اب چاروں طرف حیران ہو کر دیکھنے لگے ظاہر ہے کہ یہ سب ان کے لئے نیا تھا اور راستے میں بسیں آتی نظر آتیں اس طرح ان کی معلومات میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہوتی رہی اور یہ اپنے معصوم ذہن میں مختلف مشاہدات کرتے رہے جب ان کی سمجھ میں کوئی چیز نہیں آتی تو یہ پوچھ لیتے یہ کیا چیز ہے یہ کہاں سے آتی ہے ہم ان کی سمجھ کے مطابق جواب دے کر مطمئین کرنے کی کوشش کرتے جب گاڑی ایک جگہ جا کر رکی جہاں کہ پڑاؤ تھا اور گاڑیوں میں پانی بھرا جاتا تھا تو وہاں پہاڑ کے اوپر سے پانی نیچے گر رہا تھا' انہوں نے اس پر نظر گاڑھ دی اور مجھ سے پوچھا تائیاں یہ کیا چیز ہے؟ یہ پانی کہاں سے آتا ہے؟ کیا پہاڑ سے پانی آتا ہے؟ پھر پوچھتا پہاڑ سے پانی کہاں سے آتا ہے؟ یہ اتنا سا بچہ اور ان کے سوالات مشکل ہوتے میں سمجھاتا کہ بیٹا پہاڑ کی چوٹیوں پر برف جم جاتی ہے اور پگھل پگھل کر پانی بن کر نیچے آتا ہے' راستے میں جو دوکانیں ہوتیں وہاں سے سلطان ان کو انڈا یا مرغی کھلاتی رہتیں۔ غرض یہ کہ جتنی احتیاط کر سکتیں تھیں کرتیں اور ان کی صحت اچھی ہوتی گئی' غرض یہ کہ ہم مری پہنچ گئے۔ میں نے ٹیکسی والے سے کہا کہ یہ بچہ ہمارے ساتھ ہے تم ذرا ہمیں مال روڈ کے قریب تک پہنچا دو' سلطان نے کہا کہ یہ بچہ پیدل نہیں چل سکتا بازار میں گھومنے میں دقت ہو گی۔ میں نے اور سلطان نے پنڈی سے ان کو بٹھانے کے لئے ایک پرام خرید لی تھی جو اسٹیل کی تھی اور بہت خوبصورت تھی تاکہ جب ضرورت پڑے تو میں اسے پرام میں بٹھا دوں جو پہیوں پر چلتی تھی پرام ان کی مرضی سے خریدی اور ایک گدا بھی خریدا کیونکہ سیٹ لوہے کی تھی تاکہ یہ آرام سے پرام میں بیٹھ سکیں۔ جہاں سے لوگ مال روڈ کے اوپر جاتے ہیں ہم وہیں اتر گئے ٹیکسی والے

Marfat.com

نے ہمیں وہیں اتار دیا اتفاق کی بات دیکھئے کہ مجھے پہلے سے ہی معلوم تھا کہ مری میں بارشوں کا زمانہ ہوگا ہم اس کو لے کر مری جا رہے ہیں تو ہم نے ایک چھتری بھی خرید لی تھی جب ہم مری پہنچے تو ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ ہم نے سامان مزدوروں سے اٹھوایا میں خرم کو گود میں لے کر ٹیکسی سے اترا اور چھتری کھول لی کیونکہ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھی اور یہ ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کہ اوپر سے بارش ہو رہی تھی انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تائیاں یہ پانی کہاں سے آ رہا ہے؟ اور کیسے آ رہا ہے؟ اس سے پہلے انہوں نے بارش نہیں دیکھی' کراچی میں بارش بہت کم ہوتی تھی۔ پہلی مرتبہ جب خرم نے مری میں بارش دیکھی تو ان کو بہت تعجب ہوا' میں نے بتایا کہ بیٹا یہ پانی اللہ میاں برسا رہے ہیں۔

پھر ہم آہستہ آہستہ چڑھائی چڑھ کر اوپر مال روڈ پر پہنچ گئے ہمارے اوپر پہنچنے پر بڑی جدوجہد کے بعد ہم کو ایک اچھا کمرہ کرائے پر مل گیا' کمرہ صاف ستھرا تھا اس کے پچھلے حصے سے مری کی تمام پر فضا پہاڑیوں کا منظر نظر آتا تھا جو پہلے سرسبز و شاداب تھا یہ ہوٹل کشمیر ہوٹل تھا ہم نے ایک ہفتے کا کرایہ پیشگی دے دیا تھا میں اس کے مالک کو پہلے سے جانتا تھا ان کا نام حنیف صاحب تھا' انہوں نے کہا کہ بچہ آپ کے ساتھ ہے یہ نیا اور صاف ستھرا کمرہ ہے اور اس میں اٹیچ باتھ روم بھی ہے ہم نے اس میں سامان رکھا اور رہنا شروع کیا۔ سلطان روزانہ خرم کو وقت پر دودھ پلاتیں اور ناشتہ کراتیں' یہ زیادہ کھانے کا شوقین نہیں تھا پھر ان کو کپڑے تبدیل کراتیں' ہم تیار ہو کر مال روڈ پر آ جاتے وہاں پھر یہ کہتے تائیاں گود میں' سلطان کہتیں بیٹا کچھ دیر پرام میں بیٹھو ہم تمہارے ساتھ چلیں گے' میں کہتا نہیں بیٹا تائیاں تھکیں گے نہیں تمہاری مرضی چاہے تو میری گود میں رہو یا پرام میں بیٹھو۔ لہٰذا ان کی مرضی چلتی جب راستہ صاف ستھرا ہوتا اور بچے نظر آتے تو یہ بھی اتر کر پیدل چلنے لگتے اور خوش و خرم نظر آتے اور سلطان بھی یہ دیکھ کر بہت خوش ہوتیں وہ ان کو صاحب بہادر بنا دیا کرتیں تو یہ آہستہ آہستہ چلتے اور

Marfat.com

کبھی کبھی میری اور سلطان کی انگلی بھی چھوڑ دیا کرتے میں کہتا بیٹا جب سب بچے چل رہے ہیں تو تم بھی چلو' انگلی نہیں پکڑتے سہارا نہیں لیتے' اگر تمہیں کچھ تھکان ہو تو مجھے بتا دینا میں تمہیں گود میں لے لوں گا یا پھر میرے آگے آگے چلو۔ انگلی مت پکڑو تو ان کو اطمینان ہوا میں نے کہا ہم دونوں تمہارے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں بو بو بھی ہیں تم ڈرو نہیں دنیا چل رہی ہے تو یہ آہستہ آہستہ چلتے اور ان پر پیدل جانے والوں کی نظریں پڑتی اور وہ خوش ہوتے۔

کبھی یہ دونوں ہاتھ پیچھے رکھ لیتے اور چلتے رہتے پھر میں نے ان کو ایک چھوٹی سی بیت خرید کر دی کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ میں رکھیں جب یہ تھک جاتے تو آگے چل کر رک جاتے اور کہتے تائیاں گوم میں' تو ان کی بو بوان کو گود میں اٹھا لیا کرتیں اور کبھی یہ تائیاں کی گود میں چڑھ جاتے' ہم سارے مال روڈ پر گھومتے کبھی یہ پیدل چلتے کبھی گود میں اور کبھی پرام میں جس میں میں نے ایک خوبصورت گدا بچھا رکھا تھا تا کہ یہ آرام سے بیٹھ سکیں اور یہ گدا مجھے اتنا عزیز رہا کہ 1975ء سے لے کر اب تک وہ میری الماری میں رکھا رہا اور اس کو بیس سال ہو چکے ہیں' گدے کے علاوہ ان کی کچھ اور چیزیں بھی میرے پاس رکھی ہوئی ہیں جن میں ان کا ایک چھوٹا سا کرتا اور کن ٹوپ ہے جو کہ سلطان نے ان کے لئے لیا تھا' یہ گدا اب بھی میرے پاس موجود ہے اور میں نے اس کو اس لئے رکھا ہے کہ جب یہ بڑا ہو تو میں اس کو بتاؤں کہ دیکھو یہ تمہاری پرام کا وہ یادگار گدا ہے جس پر تم مری میں بیٹھا کرتے تھے مال روڈ پر ایک آدھ چکر لگانے کے بعد ہم واپس آجاتے اور کبھی کبھی ہم پنڈی پوائنٹ بھی جاتے لیکن کشمیر پوائنٹ نہیں جا سکے کشمیر پوائنٹ بہت دور تھا۔

پنڈی پوائنٹ پہنچ کر ان کو پھر گھوڑے کی فرمائش ہوتی میں ان کو گھوڑے پر بٹھانے لگتا تو سلطان ان کی ٹانگ پکڑ لیتیں اس کی ایک تصویر اب بھی میرے کمرے میں لگی ہوئی ہے دوپہر کو جب کھانے کا وقت ہوتا تو سلطان عام طور پر ان کو اچھا کھانا

Marfat.com

کھلانے کے لئے مرحبا ریسٹورنٹ میں لے جاتیں جو مال روڈ پر ہی تھا اور مجھ سے کہتیں ناصر میں نے صبح اسے دودھ تو پلایا ہے اب دوپہر کو کھانے سے اس کا پیٹ بھر دوں۔ میں ان کے ساتھ ساتھ ہوتا اور اندر جا کر صوفے پر بیٹھ جاتا تو میں یہ دیکھتا کہ سلطان جو کہ ان کے کھانے پینے کا خاص طور پر خیال رکھتیں اس کوشش میں رہتیں کہ ان کا پوتا اچھی طرح سے اور اچھی چیزوں سے بھر دیں تو میں دیکھتا کہ وہ سب سے پہلے چکن سوپ منگاتیں اور وہ اس کو پلاتیں اور اس کے بعد مرغی منگاتیں اور اس کو ڈبل روٹی کے ساتھ کھلاتیں ایک مرغی کا ایک چھوٹا ٹکڑا ان کے لئے کافی ہوتا کبھی مرغی کبھی مچھلی ان کو کھلاتی رہتیں۔ سلطان کے تھیلے میں کچھ سیب اور پھل بھی ہوتے جو وہ کھانے کے بعد کاٹ کر ان کو دیتی رہتیں اس معاملے میں سلطان اس قدر محتاط تھیں کہ کبھی کوئی غیر ضروری چیز اس کو نہیں دیتیں تھیں۔

Marfat.com

مال روڈ کا ننھا مسافر

دوپہر کے کھانے کے بعد یہ مری کے مال روڈ پر چلتے پھرتے رہتے اور سلطان ان کی پرام لے کر ان کے پیچھے پیچھے ہوتیں اور میں بھی ساتھ ہوتا اور یہ حضرت پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے رہتے کہ ان کی بوبو اور تائیاں ساتھ ہیں کہ نہیں، میں ان کو ہاتھ ہلاتا رہتا تو ان کو اطمینان ہو جاتا اور یہ کبھی کبھی ادھر ادھر کی دکانوں پر کھلونوں پر نظر ڈالنے کے لئے کھڑے ہو جاتے، جب یہ مال روڈ پر اپنے ہاتھ میں بیت لیے اور خود اعتمادی کے ساتھ چلتے پھرتے رہتے تو لوگ مڑ مڑ کر ان کی طرف دیکھتے اور خوش ہوتے اور اکثر کچھ لڑکیاں اور عورتیں ان کو دیکھ کر کھڑی ہو جاتیں اور ان کو پیار کرنے کیلئے ان کے سامنے بیٹھ جاتیں جس کا یہ مسکرا کر جواب دیتے اور پھر مڑ کر اپنی بوبو کی طرف دیکھتے، سلطان ان کو کہتیں کہ بیٹا یہ آنٹی ہیں تم سے باتیں کرنا چاہتی ہیں تم ان سے باتیں کرو، ایسا اتفاق ہوا کہ لڑکیوں نے انہیں پیار میں گود میں اٹھا لیا تو ان کی بوبو نے ہنس کر ان کی طرف دیکھا اور کہا بیٹا ٹھیک ہے یہ دیکھو یہ تمہاری باجی ہیں اور تم کو پسند کرتی ہیں جب ان کی بوبو کوئی چھوٹی موٹی چیز خریدنے کیلئے دکان پر کھڑی ہو جاتیں تو یہ بڑے اطمینان کے ساتھ ان کے قریب کھڑے رہتے لیکن اپنی بوبو اور تائیاں پر ان کی ہمیشہ نظر رہتی اور جب یہ دیکھتے کہ وہ ان کے ساتھ موجود ہیں تو ان کو اطمینان رہتا، معلوم ہوتا تھا کہ مری کے مال روڈ پر ایک ننھا سا مسافر سیر سپاٹے کیلئے آیا ہے، راستے میں جب کبھی کوئی جگہ ایسی آتی جہاں ان کو غبارے نظر آتے تو یہ دیکھنے کھڑے ہو جاتے، سلطان فوراً سمجھ جاتیں اور ایک غبارہ خرید کر ان کے ہاتھ میں دے دیتیں اور جب زیادہ لوگوں اور عورتوں کی نظریں ان کے اوپر پڑتیں تو وہ کہتی کہ بھئی ناصر بس، یہ لوگ بچے کو نظر لگائیں گے اور ایک دن ایسا معلوم ہوا کہ واقعی ان کو کسی کی نظر لگ گئی جس کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا سلطان کہتیں کہ اب کمرے میں واپس چلو ہم پھر شام کو آجائیں گے۔

Marfat.com

گدھے کی سواری

ہم تھوڑی دیر مال روڈ پر گھومنے کے بعد واپس اپنے کمرے میں آ جاتے اور وہاں آنے کے بعد سلطان ان کے کپڑے اتار کر جب ان کو نیند آتی تو سلا دیتیں جب ان کے اٹھنے کا وقت ہوتا اندازاً 4-3 بج جاتے تو یہ اٹھ کر باہر تماشا دیکھنے لگتے کہ پیچھے پہاڑ ہیں سبزہ زار ہے بڑی کھائی ہے اور لوگ بہت چھوٹے چھوٹے نظر آتے ہیں اور مویشی نظر آتے تو یہ پوچھتے' جب ہم دوبارہ مال روڈ پر نکلتے تو ان کو دوبارہ بتایا جاتا اور اس طرح ان کی چہل قدمی شروع ہو جاتی یہ رکتے دیکھتے کہ کچھ بچے گدھے پر بیٹھے ہیں جس کے اوپر ایک کاٹھی ہے اور اس کے چاروں طرف لوہے کا گھیرا ہوتا ہے جس سے وہ گر نہیں سکتے اور منے منے بچوں کو اس کے اندر بٹھایا جا رہا ہے اور وہ گھیرے کو پکڑ لیتے ہیں اور گدھے والا گدھے کو چلاتا ہے اور پیچھے پیچھے اس کے والد یا والدہ ساتھ آ رہے ہوتے ہیں تو انہوں نے پوچھا بوبو یہ کیا چیز ہے یہ گھوڑا سمجھے اور بولے میں بھی بیٹھوں گا تو بوبو نے بتایا کہ بیٹے گھوڑا تو بہت بڑا ہوتا ہے یہ تو گدھا ہے' انہوں نے سوچا اور بچے بیٹھ رہے ہیں تو میں کیوں نہ بیٹھوں' یہ دیکھ کر میں نے بھی ایک گدھا پکڑ کر جس پر کاٹھی تھی ان کو بٹھا دیا اور اس کی تصویر بھی کھینچی جو ہمارے کمرے میں لگی ہوئی ہے۔ بیٹھنے کے بعد ان کو عجیب سا محسوس ہوا تو انہوں نے اپنی سیٹ سنبھال لی۔ میں نے کہا بیٹا بیت نہیں مارنا ورنہ یہ گرا دے گا' یہ سواری کرتے رہے پھر گدھے سے اتار کر ہم انہیں لے کر گھومتے رہے۔

Marfat.com

خرم مری میں اپنی بوبو کے ساتھ گدھے پر سیر کرتے ہوئے

Marfat.com

گھوڑے کی سواری

ایک مرتبہ پھر ہم پنڈی پوائنٹ گھومنے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک جگہ کچھ گھوڑے کھڑے ہوئے ہیں یہ مچل گئے اور کہا بو بو میں گھوڑے پر بیٹھوں گا بھلا بو بو کہاں ان کو گھوڑے پر بٹھانے کی متحمل ہو سکتی تھیں اور یہ معصوم چھوٹے صاحب زادے ضد کرنے لگے کہ میں آہستہ آہستہ چلاؤں گا بہر حال اتنا ان کو بولنا آتا تھا یہ اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظوں سے اپنا مطلب بیان کر دیا کرتے تھے' تو میں نے سلطان سے کہا کہ ہمیں اس کے شوق میں حائل نہیں ہونا چاہئے یہ اس کا شوق ہے میں اس کو گود میں لے کر بٹھاتا ہوں سلطان اکثر کہتیں گر جائے گا میں نے کہا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اتنے میں گھوڑے والا آ گیا کہ یہ صاحب بہادر گھوڑے پر بیٹھنا چاہتے ہیں میں نے کہا کہ یہ تو بچہ ہے کوئی چھوٹا گھوڑا لاؤ تو اس نے ایک چھوٹا گھوڑا لا کر کھڑا کر دیا' میں نے ان کو اس چھوٹے گھوڑے پر بٹھا دیا۔ ایک طرف سے میں نے اور دوسری طرف سے بو بو نے اس کی ٹانگ پکڑی میں نے یہ دیکھ کر کہ ان کو کوئی دہشت یا ڈر محسوس نہیں ہوا بلکہ اپنے آپ کو Important محسوس کرنے لگے اور گھوڑے والے سے کہنے لگے کہ لاؤ اس کی باگ ڈور مجھے دو تو اس نے باگ ڈور دے دی تو خرم صاحب بڑے خوش تھے کہ یہ گھوڑے پر بیٹھ گئے۔ اس طرح سے یہ اکثر گھوڑے پر بیٹھا کرتے تھے اور سڑک کے کنارے کنارے آہستہ آہستہ چلاتے اور پھر انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ گھوڑے کو دوڑاؤ' دنیا گھوڑے پر بیٹھ کر دوڑ رہی تھی یہ کہنے لگے تائیاں میں بھی تیز چلاؤں گا آخر کافی دیر کے بعد سلطان نے انہیں بہلا کر اتارا لیکن یہ چاہتے تھے کہ میں مزید گھڑ سواری کروں پھر ہم نے ان کو چائے وغیرہ پلائی اور گھوڑے والے سے کہا کہ اب تو جا اب کل آئیں گے تو بٹھائیں گے۔ خیر اس کے بعد ہم پنڈی پوائنٹ سے چلے کبھی یہ میری گود میں کبھی بو بو کی گود میں اور کبھی پرام میں ہوتے' میں کہتا یار پیدل چلو تاکہ جلدی سے بڑے ہو جاؤ' راستے میں ہم کو ایک چھوٹے بچوں کا اسکول ملتا جس

Marfat.com

میں کچھ بچے پڑھتے اور کچھ کھیلتے نظر آتے تو میں اور سلطان ان کو اس اسکول کا منظر دکھانے کھڑے ہو جاتے اور سلطان ان کو سمجھاتیں رہتیں کہ دیکھو بیٹا وہ دور بچے بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں اور دوسری طرف کچھ بچے کھیل رہے ہیں اور پھر سڑک کے اوپر سے ہی ان بچوں کے سونے اور آرام کرنے کا کمرہ نظر آتا وہ اس کے متعلق بھی ان کو بتاتی رہتیں اور یہ بڑے غور سے سنتے رہے اور اس اسکول کے بچوں کو دیکھتے رہتے غالباً یہ اسکول 3 '4 سال کے بچوں سے لے کر 6 '7 سال کی عمر کے بچوں کا تھا۔ آخر میں ان کی بوبو ان سے پوچھتی کہ بیٹا تم بھی اس اسکول میں داخل ہو گے؟ تو گردن ہلا دیتے اس پر سلطان کہتیں کہ بیٹا جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو میں اس اسکول میں تم کو لا کر داخل کروں گی تو چلو اب چلتے ہیں۔

ایک دن مال روڈ کے اوپر ہم پوسٹ آفس سے اترے جہاں سلطان کچھ کارڈ لینے گئی تھیں وہاں پر بہت سے گھوڑے اور گدھے کھڑے تھے تاکہ جو چاہے سواری کرے۔ یہ پھر مچل گئے کہ مجھے گھوڑے پر بٹھاؤ' بوبو تو ایک ہی دفعہ میں گھوڑے کے ساتھ بٹھا چکی تھیں اب کہاں بٹھانے والی تھیں تو سلطان مجھ سے کہنے لگیں کہ اسے گھوڑے کے بجائے پھر گدھے پر بٹھا دو تو میں نے کہا کہ یہ بڑا ہو کر کیا یاد کرے گا کہ مجھے گھوڑے پر بٹھانے کے بجائے گدھے پر بٹھایا کرتے تھے سلطان کہنے لگیں کہ نہیں گھوڑے سے گرنے کا خطرہ ہے تو میں نے کہا کہ یار گھوڑا جیسا ہی گدھا ہوتا ہے' میں نے ان کو ایک اور گدھے پر بٹھا دیا لیکن یہ خوش نہیں تھے۔ ان کا شوق اور دلچسپی یہاں سے شروع ہوتی ہے اور لندن جا کے بھی ان کا یہ ہی شوق رہا' میں نے اسماء سے کہا تھا کہ بیٹا یہ تجھ سے جب مانوس ہو گا جب تو اس کی پسندیدہ چیزیں لے کر دے گی ان میں ایک گھوڑا' ہوائی جہاز ہوا ان کو دیکھ کر یہ خوش ہو جاتے ہیں۔ خیر مری میں ہم ان کو سیر کراتے رہے اور مری میں یہ سیٹ ہو گئے۔

Marfat.com

باسی چاول

ایک دن سلطان نے یہ پروگرام بنایا کہ میرے دوست باری خان کی بیوی رابعہ جو کہ وہاں اسکول میں پڑھاتی ہیں اور باری خان نے اسے طلاق دے دی تھی، وہ دو بچے کے ساتھ وہیں رہا کرتی تھیں ہم نے پروگرام بنایا کہ چلو رابعہ کے ہاں چلتے ہیں ورنہ وہ برا منائے گی، ایک دن ہم خرم کو لے کر رابعہ کے ہاں شام کو پہنچے، رابعہ خرم کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور ان کے بچے بھی خوش ہوئے اور آپس میں کھیلتے رہے، شام کو کھانے کا وقت آ گیا تو سلطان نے کہا کہ اس کے کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے اب میں چلتی ہوں تو رابعہ نے کہا نہیں آنٹی میرے پاس کھانے کو سب کچھ ہے سالن ہے چاول ہے تو سلطان نے کہا کہ ہاں چاول دے دو، وہ چاول باسی تھے جانے کب کے پکے ہوئے تھے خرم یہ ہضم نہ کر سکے اور ان کا پیٹ خراب ہو گیا جب یہ واپس لوٹے تو یہ خاموش تھے۔ بہر حال میں یہ سمجھا کہ شام کا وقت ہو گیا ہے شاید نیند آ رہی ہے، مال روڈ پر بھی یہ پرام پر نہ بیٹھا بلکہ میری گود میں ہی چڑھا رہا۔ سلطان نے پوچھا بھی کہ اور کچھ کھاؤ گے تو اس نے کہا نہیں نیند آ رہی ہے، ہم اس کو لے کر کمرے میں آ گئے، سلطان نے سوچا کہ اس نے صرف چاول کھائے ہیں تو دودھ ضرور پلانا چاہئے، انہوں نے دودھ کی چھوٹی بوتل خرم کو پلا دی پھر شام کے بعد ان کے سونے کا وقت ہو گیا تو یہ سو گئے۔ سونے کے بعد رات کے 9 یا 10 بجے ہو نگے اس وقت ہم بھی سونے کے لئے لیٹ چکے تھے یہ ایک دم سے بے چینی سے اٹھے تو اس نے رونا شروع کر دیا، سلطان نے اٹھ کر اس کو گود میں لے لیا اور بہلانے لگیں اور پوچھا بیٹے کیا بات ہے تو اتنی تفصیل سے تو یہ بتا نہ سکا کہ اس کو تکلیف کیا ہے۔ غالباً پیٹ میں درد ہو رہا تھا کیونکہ اس نے باسی چاول کھائے تھے اور دودھ پیا تو اسی وجہ سے اسے تکلیف ہوئی اس نے رونا شروع کیا اور رونا اتنا بڑھ گیا کہ سلطان اس کو گود میں لے کر کھڑی ہو گئیں اور ٹہلنے لگیں جب تکلیف زیادہ ہو گئی تو اس کو پاٹ میں بٹھایا لیکن ایسا معلوم ہوا کہ ان کا

Marfat.com

پیشاب رک گیا ہے تو یہ او ر رونے لگے اور تائیاں تائیاں پکارنے لگے میں نے اسے گود میں لے لیا اور ٹہلنے لگا مگر یہ روئے جا رہا تھا میں پوچھتا جا رہا تھا کہ بیٹے کیا بات ہے، بہت درد ہے، لیکن سلطان یہ کرب کی حالت دیکھ کر خود بھی رونے لگیں اتنا رونے لگیں کہ ماں اور بیٹے دونوں روئے اور کمرہ میں غل مچنے لگا تو میں نے سلطان کو سمجھایا میں اسے لے کر باہر ٹہلتا ہوں تو ٹھیک ہو جائے گا تو وہ کہنے لگیں نہیں اس کے پیٹ میں درد ہے پھر انہیں خیال آیا کہ اسے آج بھی پاخانہ نہیں ہوا ہے اور شام سے پیشاب بھی نہیں کیا تو سلطان نے بڑی کوشش کی کہ اسے پاٹ پر بیٹھا کر پاخانہ پیشاب کروائیں' میں نے سوچا اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہئے میں یہ سوچ رہا تھا کہ ایک ڈاکٹر جسے احمد شاہ نے بلایا تھا اس کا مطب بھی وہیں تھا مال روڈ کے اوپر لیکن مجھے معلوم نہ تھا تو میں نے سوچا حنیف سے پوچھ کر ڈاکٹر کے پاس لے چلتے ہیں جو بھی ڈاکٹر ملا اسے دکھا دیں گے اس کے مسلسل رونے پر میں بھی گھبرا گیا لیکن میں حوصلہ نہیں ہارا مجھے معلوم تھا کہ اسے قبض ہے سلطان نے اس کا پاجامہ اتار رکھا تھا آخر کار میں نے اس کو گود میں لے کر اس کی دونوں ٹانگیں کھولیں اور ان کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتا رہا اور کہنا شروع کیا کہ لو بیٹے زور لگاؤ اور تائیاں بھی لگاتے ہیں تم پاخانہ پیشاب کرو تائیاں بھی تمہارے ساتھ پاخانہ پیشاب کر رہے ہیں دونوں ساتھ کرینگے آخر کار میرے مسلسل کہنے پر اس نے زور لگایا اور آخر کار ایک دم ان کا پاخانہ پیشاب فرش پر خارج ہو گیا اور ان کا رونا کم ہوا پھر سلطان نے اس کو پاٹ پر بٹھایا تو اس نے کچھ اور پاخانہ پیشاب کیا پھر ہم دونوں کی جان میں جان آئی۔ پھر سلطان نے ان کو نہلا دھلا کر سلا دیا اور ہم رات بھر جاگتے رہے کیونکہ یہ آرام سے نہیں سویا تھا بار بار بے چینی سے کروٹیں بدل رہا تھا میں نے سوچا رات تو گزر گئی لہٰذا اسے صبح ڈاکٹر کو دکھائیں گے' اس کے جاگنے سے پہلے ہم دونوں تیار ہو گئے تھے یہ اٹھا تو اس نے دودھ بھی نہ پیا اور نہ کچھ کھایا بس چپ چاپ تھا اور چہرہ بھی زرد ہو گیا تھا میں نے سوچا چاول نے کافی پیٹ خراب کر دیا

Marfat.com

مجھے بہت دکھ ہوا میں نے سوچا اس کی طبیعت خاصی خراب ہے یہاں کے ڈاکٹر کے بجائے پنڈی کے ہسپتال میں جہاں کہ اس کی ماں کام کرتی تھی اور ڈاکٹر اور نرسیں بھی مانوس تھیں وہاں لے جا کر دکھانا چاہئے۔ میں نے سلطان سے کہا کہ یہاں کے ڈاکٹر کے بجائے کیونکہ مجھے ان پر اعتبار نہیں ہے لہٰذا تم آدھے گھنٹے میں سامان پیک کرلو میں ابھی اسے مری سے پنڈی لے جانا چاہتا ہوں' میں اسے تھوڑی دیر مال روڈ پر گھماتا ہوں تم تیاری کرلو۔ باہر آنے کے بعد ہوٹل کے مالک حنیف صاحب کو بتایا تو انہوں نے مجھے دو تین ڈاکٹر کے متعلق بتایا تو میں نے کہا نہیں میں اسے پنڈی میں دکھاؤں گا' پھر ہم لوگ تیار ہو کر نیچے اڈے پر آ گئے اور ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر پنڈی آ گئے اور اسی ہوٹل سلور گرل میں پہنچے اور وہاں سامان رکھنے کے بعد واپس سول ہسپتال آ گئے۔

وہاں ایک ڈاکٹر تھا اس کا نام سلطان کو یاد تھا وہ اسماء کے ساتھ کام کر چکا تھا اتفاق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دو نرسیں بھی اسماء کے انڈر میں کام کرتی تھیں ایک کا نام نسرین اور دوسری کا تسلیم تھا وہاں جا کر معلوم کیا تو تھوڑی دیر بعد دونوں مل گئیں اور خرم کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ اسماء کا بیٹا ہے تو اور بھی خوش ہوئیں وہ ہم سے ملنے پہلے ہوٹل بھی آتی رہتی تھیں' ایک ڈاکٹر جو کہ بڑا اچھا نیک شریف تھا اس نے خرم کو چیک کرنا شروع کیا تو وہ بہت روئے اور اس کو دیکھنے نہیں دیا اور تائیاں کی گود میں چڑھے رہے' میں اسے باہر لے آیا اور باہر لان میں چیل اور کوؤں کو دکھا دکھا کر بہلاتا رہا اور سلطان بھی کوؤں کو بلاتی اور پھر میں اسے بہلا کر سمجھا کر دوبارہ اندر لے گیا لیکن یہ میز پر نہیں لیٹا' میں نے ڈاکٹر سے کہا کہ آپ اس کو ایسے ہی دیکھ لیں یہ گھبرا رہا ہے ڈاکٹر نے اسے دیکھتے ہی کہا کہ اسے فوڈ پوائزنگ ہو گیا ہے فکر کی کوئی بات نہیں ہے میں دوا دے دیتا ہوں یہ ٹھیک ہو جائے گا وہ دونوں نرسیں گھبرا گئی تھیں اور انہوں نے دوا تیار کر دی لیکن خرم صاحب دوا ہی نہیں پیتے تھے آخر کار سلطان نے اور دونوں نرسوں نے ان کو بہلا کر دوا پلائی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ یہ میرا گھر کا

Marfat.com

ٹیلیفون نمبر ہے آپ کو جب ضرورت ہو مجھے ٹیلیفون کر دیں میں آ جاؤں گا پھر ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل آ گئے اور انہوں نے باقاعدہ دوا پینی شروع کی تو ان کی طبیعت میں کچھ بحالی آئی لیکن ڈاکٹر نے کہا تھا کہ ابھی اسے کچھ کھانے کو نہ دیتا آخر کار شام کو کچھ اسکی طبیعت بحال ہوئی اور کھلونوں سے کھیلنے لگا تب جا کر نرسیں شام کو گئیں ڈاکٹر صاحب کو فون کیا تو انہوں نے کہا کہ ابھی کچھ کھانے کو نہ دینا دوسرے دن مجھے چیک کرائیں دوسرے دن ہم ان کو ڈاکٹر کے پاس ہسپتال لے کر گئے تو ڈاکٹر نے ان کی دوا تبدیل کر دی اور کہا کہ اب صرف تھوڑا سا دودھ دے دیں معلوم ہوتا ہے انہوں نے کچھ کھالیا ہے تو ہم نے ڈاکٹر کو ساری تفصیل بتادی کہ ہم نے اس کو چاول دیئے تھے جو باسی تھے آخر میں نے سلطان سے کہا کہ ہماری تفریح کا تو اب کوئی وقت نہیں ہے اس کی طبیعت ابھی بھی ٹھیک نہیں ہے اس لئے ہمیں کراچی واپس جانا چاہیے وہاں جان پہچان والے ڈاکٹر بھی ہیں، میں شام کی سیٹ بک کرالیتا ہوں نرسیں بے چاری بھی کہنے لگیں کہ ابھی تو خرم صاحب آئے تھے اور ابھی جا رہے ہیں آپ نہ جائیں یہ ٹھیک ہو جائیں گے لیکن مجھے اطمینان نہ ہوا اور ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ کل شام کی فلائٹ سے کراچی چلیں گے، سلطان نے بھابھی کو فون کیا اور ساری تفصیل بتائی اور کہا کہ آپ اسلم کو کل کراچی ایئرپورٹ پر بھیج دیں، جب ہم ہوائی جہاز میں سوار ہوئے تو سلطان نے یہ سوچا کہ لاؤنج میں انہیں دودھ پلا کر سلا دوں لیکن یہ کہاں سونے والے تھے بلکہ لاؤنج کا معائنہ کرنے لگے اور کہنے لگے تائیاں گوم میں، تائیاں گوم میں تو میں نے ان کو گود میں لے لیا اور جہاز میں گھومنے لگا اور پھر وہاں باتیں بتائیں کہ آگے جہاز کا منہ ہے دو پر ہیں سینہ بھی ہے۔ سلطان نے جہاز میں بیٹھنے کے بعد یہ کوشش کی کہ یہ سو جائے تو انہوں نے Nape لیا اور اتنے میں ہم کراچی پہنچ گئے اور سلطان نے کہا کہ چلو اٹھو بڑی امی آئی ہوں گی۔

Marfat.com

کراچی

ہمارے سب پاکستانی جہاز سے اترتے وقت یہ کوشش کرتے ہیں کہ پہلے ہم اتریں لہٰذا گڑبڑ شروع ہوگئی۔خرم نے دیکھا کہ یہ کیا بات ہوگئی لوگ اتنی جلدی اور عجلت میں کیوں ہیں تو ان کو ڈر لگا اور کہا تائیاں گوم میں، میں نے انہیں گود میں اٹھالیا۔ اپنا سامان لے کر سلطان آگے اور میں پیچھے پیچھے اترنے لگا تو میں نے اخلاقاً کہا کہ پہلے یہ جو ایئر ہوسٹس ہیں جنہوں نے ہمیں چائے پلائی تھی ان کو Good By کہو اور شکریہ ادا کرو۔آخر ہم لاؤنج میں آئے تو میں نے انہیں گود سے اتارا تو انہوں نے بوبو کی انگلی پکڑلی اور وہ بتانے لگیں کہ اس طرح سامان آتا ہے اور یہ چھوٹی سی زنجیریں جو سامان کو کھینچتی ہیں پھر سلطان کو اسلم نظر آئے تو انہوں نے کہا کہ جاؤ مما کی گود میں چڑھ جاؤ اور یہ دوڑ کر مما کی گود میں چڑھ گئے گھر پہنچے تو بڑی امی اور ڈیڈی منتظر تھے انہوں نے پوچھا کیا تکلیف ہوگئی تھی اور ان کو گلے سے لگالیا اور پوچھا اب کیسے ہیں یہ کمزور تو ہوگئے تھے لیکن اب ٹھیک تھے اور سلطان دوا بھی ساتھ لائیں تھیں۔ڈاکٹر نے کہا تھا کہ ایک ہفتہ اور پلائیں تو سلطان معمول کے مطابق دوا دیتی رہیں سلطان نے خرم کے کھلونوں کے علاوہ عمر اور ببلی کے لئے بھی کھلونے لئے تھے خاص طور پر ببلی کے لئے جو گڑیا لائیں تھیں خرم سے کہا کہ تم جو کھلونے ان کے لئے لائے ہو اپنے ہاتھ سے دے دو یہ بہت خوش تھے اور کھلونے کھول کھال کر دکھانے اور دینے لگے اور ساتھ ساتھ اپنا گھوڑا تانگہ بھی دکھایا۔نیاز بھائی اور بھابھی ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور عمر اور ببلی بھی اپنے کھلونے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بھابھی نے ان کو دیکھ کر کہا کہ ناصر یہ تو ماشاءاللہ ٹھیک ہے لیکن اس کے چہرے پر کچھ تکلیف کے آثار نظر آتے ہیں جو دوا پنڈی کے ڈاکٹر سے لائے تھے وہ سلطان ان کو باقاعدہ دیتی رہیں اور یہ دوا ایک دن میں اپنے معمول پر آگئے اور چلنے پھرنے لگے۔ جب میں اور سلطان ان کو پنڈی سے لے کر گئے تھے تو میں نے ایک دن وقت نکال کر پنڈی سے اسماء کو ایک خط لکھا اور

Marfat.com

اس خط میں ان کے پنڈی آنے کے متعلق تفصیل بیان کی میرا خیال ہے وہ خط اسماء کے یہاں کافی عرصے تک رہا۔ ہم نے ان کی پنڈی کی بیماری کے بارے میں اسماء کو نہیں بتایا اور نہ سعید کو بتایا اس لئے کہ ان کے پیٹ کا خراب ہونا کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن یہ سن کر کہ ان کو فوڈ پوائزنگ ہو گیا تھا بہت پریشان تھے لیکن کراچی آنے کے بعد یہ کچھ دنوں میں ٹھیک ہو گئے اور سلطان نے ان کو بڑی احتیاط کے ساتھ دودھ پلانا شروع کیا اور پھر کھانا کھلانے لگیں اور پھر بھابھی اور نیاز بھائی کے مشورے سے اور پھر ان کی بڑی امی اور ڈیڈی کے مشورے سے ان کو باہر لے جانا اور گھمانا شروع کیا جب یہ بالکل ٹھیک نظر آئے تو انہوں نے اور سب بچوں نے پکارنا شروع کیا کہ تائیاں اب ہم کو باہر لے جائیں تو اس کے بعد میں اور سلطان ان سب کو کبھی گاندھی گارڈن لے جاتے اور کبھی شہر میں اور کبھی کلفٹن پر گھمایا کرتے اور جب ان کو بھوک لگتی تو ان سب کو کسی چائنیز ریسٹورنٹ میں بٹھا کر کھلایا پلایا کرتے۔

Marfat.com

لندن کی تیاری

اب پھر وہی معمول شروع ہو گیا یعنی یہ رات میں مرے اور سلطان کے بیچ میں سویا کرتے اور سلطان نے ان کا سارا سامان دودھ وغیرہ رکھ لیا تھا اور صبح خرم کو دودھ سے فارغ کرنے کے بعد ان کی بڑی امی اور ڈیڈی کے پاس لے جاتیں تو یہ دن بھر وہیں رہتے عمر اور ببلی کے ساتھ کھیلتے رہے اور دوپہر میں وہیں سو جاتے اور کبھی کبھی ڈیڈی کے ساتھ اسی پرام میں جو ہم نے مری میں خریدی تھی لے آیا تھا اس میں بیٹھ کر سیر کے لئے جاتے یہ ڈیوٹی نیاز بھائی کے سپرد تھی جب سیر کر کے واپس آ جاتے تو دن بھر اپنی بڑی امی اور ڈیڈی کے ساتھ رہتے۔ شام کو جب میں واپس آتا پھر یہ میرے تائیاں میرے تائیاں گوم میں' ان کے منہ سے یہ الفاظ سن کر اس قدر محبت آتی اور ساتھ ہی عمر بھی کہتا جو صحت مند تھا اور دوڑ کر خرم سے پہلے میری گود میں چڑھ جاتا' میں نے اسے اٹھا لیا میں محسوس کرتا کہ خرم یہ feel کرتا ہے کہ میں عمر کو پہلے کیوں اٹھا لیتا ہوں تو میں نے عمر کو ایک دن سمجھایا کہ بیٹا خرم کو پہلے گود میں چڑھنے دیا کرو اس کے بعد تم چڑھ جایا کرو' وہ یہ بات سمجھ گیا اور آئندہ ایسا ہی کرنے لگا ان کا یہ ہی تقاضہ ہوتا کہ تائیاں ایک راؤنڈ دیں اور پھر دوسرا اس طرح دن کٹتا اور شام کو خود ہی کہتے کہ تائیاں چلیں چائنیز چلیں میں یہ دیکھتا کہ آج ان کا پیٹ نہیں بھرا ہے یا اچھا نہیں پکا تو میں اور سلطان ان سب کو لے کر چائنیز ریسٹورنٹ لے جاتے جہاں کھانے کے بعد یہ کچھ دیر کھیلتے۔ بھابھی عمر کو اور ببلی کو اپنے ساتھ سلاتیں اور ہم خرم کو اپنے گھر لے آتے اور اپنے بیچ گدا بچھا کر خرم کو سلاتے۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ تک چلتا رہا میرا خیال ہے یہ سن 1975ء کا سال ہوگا اور جب 1976ء کا سال ہوا تو سعید بھی کراچی آ گئے تھے اور کسی Course پر جانے والے تھے تو وہ یہاں اپنی والدہ کے گھر ٹھہرتے تھے جب اسماء یہاں تھی تو بھابھی اور نیاز بھائی کے ہاں اوپر کے پورشن میں ٹھہر جاتے تھے' جب کراچی آ گئے اور اس سے پہلے بھی اکثر یہ ہوتا کہ ہم انہیں ان کی دادی' پھوپھیوں سے

Marfat.com

ملانے لے جاتے ان کی دادی' ایا ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوتیں اور پیار کرتیں سلطان کہتی یہ دادی اماں ہیں ان کے گلے لگو یہ تمہاری پھوپھیاں ہیں اس وقت نفیس کراچی ہی میں تھی اور یہ بہت شرماتے لیکن ان کے چچا اظہار کے کئی بچے تھے وہ ان کے ساتھ مل کر کھیلتے تو اپنی دادی اماں کے پاس ان کی دلچسپ چیز ''کتے'' تھے جو ان کو پسند تھے اور ان سے کھیلنے لگ جاتے تو سلطان کہتیں اب مجھے اس کے کپڑے بدلنے پڑیں گے۔ تو دادی کہتیں نہیں اسے کھیلنے دو یہ بہت خوش ہوتے ہیں جب بھی ہم کہتے کہ ایا کے پاس چلو تو یہ بہت خوش ہوتے۔ ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ ان کی پھوپھی جرمنی سے آئی ہوئی تھیں ایا بھی موجود تھیں دونوں پھپھیاں بھی موجود تھیں تو وہ مجھے فون کرادیتیں کہ اگر وقت ہو تو خرم کو لے آئیں تو میں سمجھ جاتا کہ دادی کو پوتے کو دیکھنے کی خواہش ہے تو میں اور سلطان ان کو لے کر پہنچ جاتے اور ایک دو گھنٹے رہتا یہ بہت خوش ہوتے لان پر کھیلتے رہتے اسی اثناء میں ان کے ابو بھی آ جاتے انہوں نے ایک گاڑی لے لی تھی' لی کراچی میں تھی لیکن پنڈی لے گئے تھے' وہ اکثر بھابھی اور نیاز بھائی کے ہاں آ جاتے لیکن اس وقت یہ اپنے ابو سے بالکل مانوس نہیں تھے سعید اپنی فوجی ملازمت میں مصروف رہتے لیکن خون تو خون ہوتا ہے ہم ان کو پہلے سے تیار کرتے کہ تمہارے ابو آ رہے ہیں یہ تمہاری امی ہیں یہ ان شادی میں تصویر کھینچی تھی تمہارے ابو آئیں تو ان سے ملنا پیار کرنا وہ تمہیں بہت چاہتے ہیں ان کے گلے لگنا لیکن یہ نہ سمجھتے یہ تو بوبو اور تائیاں کے علاوہ کسی اور کے پاس جاتے ہی نہ تھے بقول لوگوں کے انہوں نے تو کسی کو گھاس تک ڈالنا چھوڑ دی تھی' نانی ان سے محبت تو بہت کرتیں لیکن یہ جاتے تو تھے لیکن فوراً ہی بوبو یا تائیاں کی گود میں چڑھ جاتے غرض یہ کہ جب سعید آتے تو یہ صرف ان سے ہاتھ ملاتے اور وہ گود میں بٹھاتے تو یہ بیٹھ جاتے ابھی یہ ان سے Close تو نہیں ہوئے تھے یہ سب کچھ صرف رسمی ہوتا تھا کہ آئے ہیں تو مل لیں تھوڑے عرصے کے بعد یہ سعید سے بھی مانوس ہونے لگے کیونکہ جب انہیں

Marfat.com

ایا کے پاس لے جاتے تو وہاں کتے سے کھیلنے کے بعد یہ ابو سے بات وغیرہ کر لیتے غرض یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اسی اثناء میں اسماء کے بہت کم خط آئے لیکن ٹیلی فون زیادہ آتے فون پر یہ بچوں کے متعلق پوچھتی اور روتی کہ بچے بہت یاد آ رہے ہیں تو میں ناراض ہوتا کہ چھوڑ کر کیوں نہیں آتیں اب رو رہی ہے تم اپنی تعلیم مکمل کرو اسماء نے ایک کیسٹ ریکارڈ کر کے بچوں کے لئے بھیجا تو اس کے جواب میں' میں نے اور سلطان نے بھی ایک کیسٹ ریکارڈ کرایا اور بھجوایا جو کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے تو اسماء نے وہ کیسٹ محفوظ کر لیا۔ اکثر اسماء سعید سے فون پر باتیں کرتی اور دونوں میاں بیوی کا یہ پروگرام تھا کہ مجھے بھی آرمی سے ریلیز مل جائے تو میں بھی لندن کا چکر لگا لوں گا لیکن ریلیز میں ابھی دیر تھی اس کے بعد جب آرمی سے ریلیز مل گیا تو سعید نے کچھ دنوں کے لئے لندن کا ایک چکر لگایا تو اسماء نے ایک صندوق بھر کر اپنے بچوں کیلئے کچھ چیزیں اور کپڑے بھیجے' صندوق جب بھابھی کے ہاں کھولا گیا تو یہ لگتا تھا کہ اسماء نے سارا لندن اپنے بچوں کیلئے خرید کر بھیج دیا ہے اس میں ببلی کے جوڑے بھی تھے بھابھی کے اصرار پر صندوق کھلا تو اس قدر لوگوں کیلئے کپڑے پتلونیں اور Latest ڈریس تھے اور جب خرم کے کپڑوں کا خانہ آیا تو سعید نے مذاق میں کہا کہ یہ آپ کے بیٹے کا ہے غرض یہ وہ اس وقت بھی خرم کو خالہ بی کا بیٹا کہتے اور ببلی کو اپنی بیٹی سمجھتے۔

سعید بتاتے تھے کہ اسماء نے اپنی پوری تنخواہ خرچ کر دی تھی میں منع کرتا لیکن اسماء مانتی نہ تھی اور سب کے لئے خریداری کی' سعید لندن سے آئے تو ان کو لندن بہت پسند آیا اور اسماء کے رہنے کی جگہ بھی ان کو پسند آئی' اسماء اس وقت دو ہسپتالوں میں کام کر رہی تھی ایک اچھا سا فلیٹ لے لیا تھا تو سعید نے دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے انگریزی اچھی بولتے ہیں اور خوب پڑھتے ہیں' ایک دن سعید نے سب کے سامنے میں یعنی تائیاں بیٹھا ہوا تھا گرمی کا زمانہ قریب تھا غالباً فروری اور مارچ کا ذکر ہے ہم نے ذکر کیا کہ یہ پچھلی بار گرمیوں میں بیمار ہو گیا تھا تو اب ببلی اور عمر کو بھی ساتھ لے

Marfat.com

جائیں گے تو سعید نے کہا کہ آپ مری جاتے ہیں اتنا پیسہ خرچ کرتے ہیں‘ 5 `7 ہزار خرچ کرتے ہیں تو آپ ولایت کا چکر کیوں نہیں لگاتے اور میری بیٹی کو بھی لے جائیں میں نے اسماء کو کہا ہے کہ وہ ببلی کو اسکول میں داخل کرا دیگی اور جب تک وہ لوٹے گی یہ پڑھ لے گی اور اسکی انگریزی بھی اچھی ہو جائے گی اس طرح بنیاد مضبوط ہو جائے گی۔ اب سعید صاحب نے بتا تو دیا کہ انکا ارادہ یہ ہے‘ بھابھی اور سلطان نے سنا تو سلطان کو بہت غصہ آیا سلطان نے کہا میں تو کچھ نہیں کہہ سکتی یہ تو ناصر کے پرس پر Depend کرتا ہے یہ تیار ہونگے تو چلے جائیں گے تو سعید نے کہا نہیں خالو میاں آپ پیسے جمع کرلیں ابھی وقت ہے اور میری بیٹی کو بھی ساتھ لیتے جائیں تو مجھے غصہ بھی آیا لیکن میں خاموش ہو گیا تو پھر میں نے کہا سعید بات اصل یہ ہے کہ پیسے کا تو میں بندوبست کرلوں گا اگر تم جانے کو کہو گے تو چلے جائیں گے‘ سعید نے کہا کہ میں اپنی بیٹی کا کرایہ آپ کو دے دوں گا ببلی کو بھی ساتھ لے جائیں‘ اسماء فلیٹ لے لے گی تو میں نے کہا کہ میں اپنے بیٹے کو نہیں چھوڑ سکتا اور اگر لندن جاؤں گا تو خرم کو بھی ساتھ لے کر جاؤں گا تو میں پروگرام بنالیتا ہوں لیکن ہم خرم کو یہاں نہیں چھوڑ سکتے‘ یہ ہم سے بہت زیادہ مانوس ہے تو سعید ہنسنے لگے اور کہنے لگے ٹھیک ہے یہ مذاق میں کہہ رہے تھے اپنی بیٹی کا خرچ میں دونگا لیکن خرم کا خرچ سلطان خود دیں گی تو سلطان نے کہا کہ ہاں اپنے بیٹے کا خرچہ میں خود دونگی آخر سلطان اور سعید میں جھگڑے اور مذاق ہوتا رہا‘ سلطان کہتی تم اپنے بیٹے کا خرچہ دو آخر تم باپ ہو غرض یہ کہ نیاز بھائی نے بعد میں ہم سے کہا کہ سعید سے پیسے نہ لیں ایک طرف کا کرایہ میں دیدوں گا سلطان کہنے لگیں ایک طرف کا کرایہ میں دے دوں گی باقی خرچہ میں اٹھالوں گی غرض یہ بات طے ہوگئی تو میں نے سوچا چلو مری پر اتنا خرچہ کرتے ہیں تو لندن ہی چلتے ہیں چھٹیاں تو ایک مہینے کی ہوتی تھیں چلو لندن ہی رہ لیں گے ایک بات جو کہ میرے ذہن میں کھٹک رہی تھی وہ یہ کہ خرم ہم دونوں سے اتنا مانوس ہو گیا ہے اب یہ صحت مند بھی ہو گیا ہے تو جتنا جلدی ہو سکے ہم

Marfat.com

اس کی ماں سے لے جا کر ملا دیں تا کہ اس ماں کا پیار اور شفقت ملے اور اس سے بھی مانوس ہو جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اسماء واپس آئے تو یہ بالکل ہی اسکو نہ بھول جائے' لہٰذا اب خرم کو لندن لے جانا بہت ضروری تھا اس طرح اس کی صحت بھی بہتر ہو جائے گی اس سے نیاز بھائی اور بھابھی بھی متفق تھے' سلطان نے پھر کہا کہ ہاں ہمیں خرم کو لندن لے جانا چاہئے' اس دوران جب اسماء کا فون آیا تو میں نے بتایا کہ اس طرح سعید صرف بلی کو بھیجنا چاہتے تھے لیکن خرم ہم سے اتنا مانوس ہے کہ ہم اس کے بغیر نہیں جا سکتے لہٰذا ہم تیرے دونوں بچوں کو لانا چاہتے ہیں اسماء بہت خوش ہوئی اور رونے لگی اور کہنے لگی میں ان کے ٹکٹ بھیج دیتی ہوں تو سلطان کہنے لگیں کہ نہیں ٹکٹ تو نہ بھیجو بلی کا ٹکٹ تو سعید دیں گے اور خرم کا میں دونگی۔ اس بار ہم گرمیوں میں لندن آئیں گے تو اسماء کہنے لگی اچھا میں ایک فلیٹ لے لیتی ہوں اس میں ہم سب رہ لیں گے تو پروگرام ہمارا یہی تھا کہ جتنا جلدی ہو سکے بچوں کو ماں سے ملائیں۔ میرا خیال تھا کہ ایک مہینے ٹھہر کر میں واپس آ جاؤں گا دوسرا میرا خیال تھا کہ یہ اتنا مجھ سے مانوس ہو گیا ہے کہ یہ تھوڑی دیر کے بعد پوچھتا ہے کہ تائیاں کے پاس جاؤں گا تائیاں کہاں ہیں تائیاں کی گود میں جاؤں گا تو جب لندن جاؤں گا تو اسماء دن بھر اسپتال میں رہتی ہے تو یہ میرے لئے پریشان ہوگا' سعید کا خیال تھا کہ بلی کو تو اسکول میں داخل کرا دیں گے خرم کو میرا خیال تھا کہ واپس نہ لاؤں گا بلکہ اب اسے ماں کے پاس چھوڑ نا دینا چاہئے ورنہ یہ مانوس نہیں ہوگا تو کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہاں جا کر کیا حالات ہونگے۔ میرے پاس چونکہ سورسز کم تھے گو کہ جب سے خرم میرے پاس تھا میری مالی حالت کچھ بہتر ہو گئی تھی میری خرم سے محبت' انسیت' لگاؤ اتنا تھا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا' لیکن پھر بھی میرے پاس اتنی رقم نہ تھی کہ 10 `20 ہزار کا فارن ایکسچینج خرید سکوں میں نے سوچا کہ Bank سے لوں گا لیکن شاید لندن جانے کا خدا نے بندوبست کرنا تھا ایک Switzer land کی فرم تھی جس کے میں نے 10 `15 مقدمے کئے تھے' 800

Marfat.com

پونڈ فیس باقی رہ گئی تھی جو کہ انہوں نے مجھے ادا نہ کی تھی میں نے ان کو متواتر خط لکھنے شروع کیئے تو انہوں نے لسٹ مانگی محض اتفاق ہے جون میں لندن جانے کا پروگرام تھا اور انہوں نے مئی میں مجھے 814 پونڈ کا چیک بھیج دیا میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ واہ مولا تو نے کیسا بندوبست کیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب بندوست اس بچے کی وجہ سے ہو رہا ہے کیونکہ ہم نے اسکی ماں سے ملانے کا پلان بنایا ہے جب پروگرام بن گیا تو ہم نے اپنے پاسپورٹ مکمل کر لئے اور State bank سے P فارم بھی منگوالیا اور بھاگ دوڑ کر کے فارن ایکسچینج بھی لے لیا اور British Embassy میں visa کیلیئے درخواست دی لیکن کافی مشکل ہوئی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ میں چونکہ بیرسٹر ہوں وہاں جا کر وہیں نہ رک جاؤں اور امیگریشن کی بڑی مشکلات تھیں لوگوں کو جانے نہیں دیتے تھے بلکہ پاسپورٹ پر Entry Permot دیتے تھے لیکن ہمارے پاسپورٹ پر انٹری پرمٹ بھی نہ دیا خالی ایک Latter لکھ کر دیا کہ یہ لے جائیں آپ کو لندن ایئرپورٹ سے اندر بھیج دیں گے۔ میری اس سے تو تو میں میں بھی ہوئی تو میں نے کہا کہ پھر میرا تمہارے ملک سے بیرسٹر ہونے کا کیا فائدہ ہے میں تو لندن کے ہائی کورٹ میں رجسٹرڈ ہوں پریکٹس بھی کر سکتا ہوں حالانکہ میں کرنا نہیں چاہتا میں واپس آ جاؤں گا اور میں نے کہا کہ میں وہاں خط لکھوں گا کہ یہ مجھے لندن آنے سے کیوں روکتے ہیں بہر حال انہوں نے مجھے ایک سیل لیٹر دیا کہ یہ دکھا دینا تو ایئرپورٹ پر آپ کو روکا نہیں جائے گا مجھے ڈر تو تھا کہ کہیں گڑبڑ نہ ہو لیکن مجھے یقین تھا کہ یہ لوگ مجھے روکیں گے نہیں، جب سارا پروگرام طے ہو گیا تو ہم نے خرم صاحب کو ماں اور باپ کی تصویریں دکھانا شروع کر دیں اور کہتے تھے دیکھو بیٹا ہم لندن جا رہے ہیں وہاں تمہاری امی ہیں وہ تمہیں بہت سے گھوڑے خرید کر دیں گی وغیرہ وغیرہ اور دیکھو وہ فون بھی کرتی ہیں، ہم نے اسماء کو بتایا کہ تمہارے بیٹے کو سب کچھ بتایا ہے تمہارے متعلق تم ایئرپورٹ پر آنا تو ساڑھی باندھ کر آنا اگر تم پتلون میں آ گئیں تو یہ تمہیں

Marfat.com

پہنچانے گا نہیں کیونکہ یہ بچہ بڑا اصول والا ہے تصویر میں تم ساڑھی باندھے ہوئے ہو لہٰذا جب وہ تمہارا موازنہ کرے تو فرق نظر نہ آئے' اسماء نے کہا خالو میاں آپ فکر نہ کریں میں وہی پہن کر آؤں گی' بس آپ خیریت سے میرے بچوں کو لے آئیں۔

Marfat.com

کراچی سے لندن کا سفر

سارے انتظامات کے بعد مجھے یاد ہے کہ ہم نے سیرین Syrian ایئر لائن سے اپنی سیٹیں بک کرائیں جو ذرا سستی تھیں لیکن فلائٹ کے آرام میں کوئی خاص فرق ... تھا اور ہم 26 جون 1976ء کو C.N کی Night Flight سے روانہ ہوئے ہماری 4 سیٹیں تھیں 2 آگے 2 پیچھے' دو بچوں کی اور دو ہماری اگلی سیٹ پر سلطان بلی اور ... صاحب گود میں سوار تھے اور پیچھے سیٹ پر میں اکیلا تھا اور دوسری سیٹ خالی تھی۔ سلطان نے خرم کو دودھ پلا کر سلا دیا تھا اور اندازاً 3 ` 4 گھنٹے سونے کے بعد جب وہ اُٹھے تو جہاز کچھ دیر ٹھہرا لیکن ہم میں سے کوئی بھی نیچے نہیں اترا' دوسرا اسٹاپ غالباً ابو ظہبی یا دبئی تھا اس اسٹاپ پر بھی ہم لوگ نیچے نہیں اترے لیکن صبح کا وقت ہو گیا تھا اور سب جاگ گئے تھے اور ناشتہ کا وقت تھا' ایئر لائن اسٹاف نے ناشتہ Serve کرنا شروع کیا تو خرم بھی جاگ گئے انہوں نے جب شیشے سے باہر دبئی ایئر پورٹ دیکھا تو انہیں کچھ ڈر محسوس ہوا اور تائیاں تائیاں آگے سے آواز لگائی اور سیٹ کے اوپر سے چڑھ کر میری گود میں آ گئے' نیچے دیکھا تو ایک ہیلی کاپٹر انہیں نظر آیا اس کے پر چل رہے تھے کھلونے کے ہیلی کاپٹر تو انہوں نے دیکھے تھے' لیکن اصلی کچھ نہیں دیکھا تھا وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے اور سوالات کر رہے تھے اور کہا کہ ہمارا ہیلی کاپٹر تو اس طرح نہیں اڑتا میں نے کہا کہ وہ تو نقلی ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ انہوں نے پہلی مرتبہ اصلی ہیلی کاپٹر کو اڑتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اسکے بعد جب ہم نے دبئی ایئر پورٹ سے Take off کیا تو ہم نے پرشین گلف کا ایک حصہ کراس کیا' ہماری فلائٹ اتنی اوپر نہ تھی زیادہ سے زیادہ 5 ` 6 ہزار کی اونچائی پر تھی نیچے سے پرشین گلف دکھائی دیتی تھی' خرم چونکہ میری گود میں تھے میں نے سلطان سے کہا کہ ناشتہ اچھا ہے اسے کرادو طاقت آئے گی مجھ سے تو یہ ناشتہ کہاں کرتے میرے قابو میں تو یہ آنے والے نہ تھے تو سلطان نے انہیں ناشتہ کرایا۔ انہوں نے ناشتہ بڑے شوق سے کیا

Marfat.com

کیونکہ ناشتہ نئی قسم کا تھا اور پہلی مرتبہ انہوں نے پنیر اور مکھن مزہ لے کر کھایا کہ یہ تو بڑے مزے کی چیز ہے' میں نے کہا کہ زیادہ نہ کھلانا کہیں دست نہ ہو جائیں' انہوں نے انڈہ اور گوشت بھی کھایا۔ کھانے کے بعد یہ سلطان کی گود سے اوپر چڑھ کر پیچھے میری گود میں آ گئے اور سوالات کی بوچھاڑ شروع کر دی کہ تائیاں یہ نیچے کیا ہے؟ میں نے کہا پانی ہے Lake جھیل ہے' اسے پرشین گلف کہتے ہیں' ہم اس کے اوپر سے اڑ رہے ہیں تھوڑی دیر بعد ہم خشکی پر آ جائیں گے۔ اس کی عمر تو کم تھی لیکن میں یہ کوشش کرتا کہ یہ سب کچھ سمجھ جائے پھر ریگستان کا علاقہ شروع ہو گیا کہیں کہیں ریگستان بھی نظر آتا پورا علاقہ خشک تھا پھر ہم 10 بجے دمشق ایئر پورٹ پر پہنچ گئے یہاں گرمی تھی وہاں سے ہم کو دوسری فلائٹ لینی تھی جو جمبو جیٹ تھا اور 2`3 بجے تک انتظار کرنا تھا اس لئے ہمیں ایک بہت بڑے ہال Hall میں لے جا کر بٹھا دیا گیا وہاں جا کر ہم بیٹھ گئے جو کہ پورا ایئر کنڈیشن تھا' باہر کی گرمی کا اثر نہ تھا' سلطان بچوں کو پیشاب' پاخانہ کرانے باتھ روم میں لے گئیں میں باہر کھڑا رہا اور اپنا بیگ ایک صاحب کے حوالے کیا پھر سلطان نے دونوں کو کپڑے تبدیل کروائے اور انکو پھر صاحب بہادر بنا دیا۔ پیٹ تو پہلے ہی بھر چکا تھا اب انہوں نے گھومنا شروع کر دیا لیکن بار بار مڑ کر دیکھتے رہتے کہ تائیاں اور بوبو میرے ساتھ ہیں کہیں میں انہیں کھو نہ دوں اور ہم دونوں بھی ان کے قریب رہتے کہ کہیں یہ گر نہ جائیں ٹکرا نہ جائیں اور ببلی تو ہمارے ساتھ ہی رہتی یہ گورے چٹے پیارے تھے اس لئے ڈر تھا کہ کہیں کسی کو پسند آ جائیں اور وہ ان کو اٹھا کر نہ لے جائے' یہ پورا ایک عربی بچہ نظر آتا تھا اور خطرہ یہ ہوتا کہ کہیں کوئی عربی عورت ان کو اٹھا کر نہ چل دے کہ یہ عربی بچہ ہے۔ غالباً 3 بجے کی ہمیں جمبو جیٹ کی ملی اور یہ اناؤنس ہوا کہ ہم 6 گھنٹے بعد یا 7`8 گھنٹے بعد دمشق سے ڈائریکٹ میونخ Munich پہنچیں گے اور پھر آگے لندن کیلئے روانہ ہونگے۔

دمشق سے روانہ ہو کر ہمارے جہاز کو بحیرہ روم ترکی اور یونان کے اوپر سے

Marfat.com

گزرنا تھا اور اس سفر میں ترکی کا حصہ ہمارے جہاز کے نیچے ہوگا اور ہم یونان کے بہت سے جزیروں کے اوپر سے ہوکر گزریں گے اور اس کے بعد ہم اٹلی کے اوپر سے ہوکر میونخ پہنچیں گے اور ہم جرمنی میں داخل ہوجائیں گے اور کچھ یوگوسلاویہ کا حصہ بھی Cross کریں گے اور جرمنی میں داخل ہوکر ساؤتھ ایسٹ جرمنی کے میونخ ایئرپورٹ پر اتریں گے تو فلائٹ سے اکثر اناؤنس ہوتا رہتا کہ ہم کہاں کہاں سے گزر رہے ہیں تو کچھ راستے تو خرم صاحب سوتے رہے اور پھر اس کے بعد اٹھ گئے ان کی بوبو نے انہیں دودھ پلایا اور پھر یہ میرے پاس آ گئے اور مجھ سے کبھی کبھی کچھ سوال کرتے رہے۔ میونخ ایئرپورٹ بھی ایک بڑا ایئرپورٹ ہے اور اب ہم یورپ میں داخل ہوچکے تھے۔ ہم جب دمشق سے روانہ ہوئے تو یہاں کے وقت کے مطابق 3`4 بجے ہونگے اندازاً 6`7 گھنٹے کی فلائٹ تھی بحیرہ روم کے اوپر سے گزرے اور یوگوسلاویہ کے اوپر سے فلائی کرتے ہوئے میونخ ایئرپورٹ پہنچے۔ شام کے 4`5 بجے ہونگے ہم اتنی جلدی اس وجہ سے پہنچے کہ ہم مشرق سے مغرب کو جارہے تھے تو اس وجہ سے 3`4 گھنٹے کا فرق تھا۔ جس وقت ہم میونخ پہنچے خرم اپنی بوبو کی گود میں سو رہے تھے اور اٹھ گئے تھے تو میں نے انہیں بتایا کہ دیکھو بیٹا یہ میونخ ایئرپورٹ ہے اور جرمنی کا بہت بڑا شہر ہے لیکن یہاں ہم کو نیچے نہیں اتاریں گے تھوڑی دیر بعد جہاز پیٹرول لے کر روانہ ہوا کیونکہ 6`7 گھنٹے کی فلائٹ کے بعد اس نے میونخ سے پیٹرول لینا تھا اور سیدھا لندن کے لئے روانہ ہونا تھا یہی ہوا کے آدھ گھنٹے کے بعد ہمارا جمبو جیٹ روانہ ہوا اور جرمنی کے اوپر اڑتا ہوا فرینکفرٹ Francfurt کے اوپر سے گزرا لیکن یہ فرینکفرٹ کے اوپر نہیں اترا۔ اس وقت یورپ کا پورا Contenent بادلوں میں گھرا ہوا تھا۔

Marfat.com

ماں بیٹے کا ملاپ

جب ہم لندن ایئر پورٹ پر پہنچے تو اس وقت اچھا خاص دن نکلا ہوا تھا جیسا میں نے ذکر کیا کہ مشرق سے مغرب میں اندازاً 4 ` 5 گھنٹے کا فرق ہوتا ہے تو اس وقت لندن میں شام کے 4 یا 5 بجے ہونگے جب ہم لندن ایئر پورٹ پر اترے تو ہم نے دیکھا کہ یہ ایئر پورٹ نیا بنایا گیا ہے اور بہت سے نئے نئے ہوائی جہاز بھی نظر آئے۔ جیسا کہ عام طور پر مغرب کے بڑے بڑے ایئر پورٹ بنائے گئے ہیں تو اس مرتبہ میں نے لندن ایئر پورٹ کو مختلف اور بہت جدید پایا' ہوائی جہاز سے اترنے کے بعد ہم کو کسی بس میں بیٹھنا نہیں پڑا اور اترنے کے بعد ہم سیدھے Gang way میں داخل ہو گئے اور Gang way کے ذریعے ہم کو ایک لمبے راستے پر چلنا تھا' ہوائی جہاز سے اترنے کے بعد سلطان نے ببلی کی انگلی پکڑی ہوئی تھی اور خرم صاحب حسب معمول ہوائی جہاز سے اترنے کے بعد تائیاں کی گود میں سوار تھے اور تائیاں ان کو گود میں لئے چلتے رہے' گزرتے ہوئے خرم صاحب کوئی چیزیں دیکھنے میں آئیں انہیں زیادہ تشویش تو نہ تھی لیکن جب یہ Escallater قریب آئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ کیا چیز ہے جو خود بخود نیچے سے نکل کر ان کے سامنے چل رہی ہے میں نے بتانا شروع کیا کہ بیٹا یہ Escallater کہلاتا ہے اور بجلی سے چلتا ہے اور مسافروں کی سہولت کیلئے بنایا گیا ہے کہ وہ اپنا سامان لے کر اس کے اوپر کھڑے ہو جائیں تو یہ ان کے سامان کے ساتھ ان کو آگے تک پہنچا دیگا۔ ببلی کو سلطان لے کر کھڑی ہو گئیں اور میں خرم کو لے کر Escallater پر کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر کے لئے انہیں تعجب ہوا میں نے خرم کو Escallater پر کھڑا کرنے کی کوشش کی مگر یہ کھڑا نہ ہوا جب ہم اترے تو Gang way ختم ہو چکا تھا اور امیگریشن کی ڈائریکشن تھی جہاں کہ ہم کو جانا تھا ہمارے گلے میں بیگ لٹکے ہوئے تھے خرم میری گود میں چڑھے ہوئے تھے اس وقت تائیاں کو اٹھانے میں کوئی دقت نہیں تھی جبکہ اچھا لگ رہا تھا کہ یہ گود میں چڑھ کر

Marfat.com

اونچائی سے ہر چیز کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور اس رونمائی سے اپنے چاروں طرف کا منظر دیکھ رہے ہیں یہ اس قدر چھوٹے تھے کہ اگر ان کو پیدل چلایا جاتا تو یہ اپنے چاروں طرف کے مناظر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ تھوڑی دور کے بعد ہم Emmigration دفتر کے سامنے تھے جہاں کہ ہر شخص کو لندن میں داخل ہونے سے پہلے Entry Visa لینا پڑتا تھا میں نے بھی اپنے تمام پاسپورٹ نکال لئے اور کاؤنٹر پر پہنچ گیا اور میں نے ان پاسپورٹ کو Immigration Officer کے سامنے رکھ دیا' سلطان اور ببلی کو اپنے پیچھے بینچ پر بٹھا دیا لیکن خرم صاحب میری گود میں چڑھے ہوئے تھے انہوں نے سب سے پہلے خط پڑھا پھر پاسپورٹ دیکھے اور سوالات کرنا شروع کئے میں نے ان کو بتایا کہ میرے ساتھ میری بیوی ہیں اور یہ دو بچے ہیں ان کے نام یہ ہیں اور یہ دونوں بچے ڈاکٹر اسماء کے ہیں جو فلاں جگہ ملازم ہیں ممکن ہے فون پر اس نے آپ کو اطلاع دی ہو اور یہ اس کا لیٹر ہے کہ میں اپنے بچوں کو اپنے ساتھ اور خالہ اور خالو کو رکھنے کی اجازت چاہتی ہوں اور میرے پاس جگہ بھی موجود ہے اور اسماء نے جیسا کہ بتایا کہ میں نے Emmigration کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ میرے بچے آ رہے ہیں مہربانی کر کے آپ اجازت دیدیں تو خط پڑھنے کے بعد امیگریشن افسر نے مجھ سے زیادہ سوالات نہیں کئے کیونکہ غالباً کراچی کے افسر نے اس خط میں لکھ دیا تھا کہ یہ پڑھا لکھا اور لندن کا بیرسٹر ہے اس کے بعد اس نے مجھ سے صرف اتنا پوچھا کہ آپ کتنے دن رہنا چاہتے ہیں تو اس پر میں نے کہا کہ یہی دو تین مہینے تو اس پر امیگریشن افسر نے ہمارے پاسپورٹ لے کر 6 مہینے کی مہر لگا کر Entry Visa لگا دیا میں نے ان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا یہاں سے فارغ ہونے کے بعد ہم سیڑھیوں سے نیچے اترے اور ایک بڑے ہال میں داخل ہوئے جہاں مسافروں کو لینے کیلئے انکے دوست اور عزیز منتظر تھے۔

ہم نے دیکھا کہ وہاں اسماء بھی موجود تھی وہ بڑی اچھی ساڑھی پہن کر آئی تھی

Marfat.com

سیڑھیوں سے اترنے کے بعد خرم صاحب اپنی بوبو کی گود میں سوار ہو گئے اسماء نے ہم لوگوں کو دور سے دیکھا اور خوشی سے اپنی باچھیں کھول دیں۔ مسافروں کے تمام رشتہ دار ایک لمبی رسی کے پیچھے کھڑے تھے جب اسماء نے ہم کو دیکھا اور خاص طور پر جب اس کی نظر اپنے بچوں پر پڑی تو وہ برداشت نہ کر سکی اور رسی تڑا کر اندر آ گئی اور اپنی بیٹی بلی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور خرم صاحب کو ان کی بوبو کی گود سے لینا چاہا تو وہ مسکرا رہے تھے لیکن تھوڑی سے مزاحمت کے بعد جب ان کی بوبو نے کہا کہ بیٹا یہ تمہاری امی ہیں ان کے پاس جاؤ تو یہ اسماء کی گود میں آ گئے لیکن تھوڑی دیر مزاحمت کے بعد شرما کر اور ہاتھ پھیلا کر اپنی بوبو کی گود میں چلے گئے۔ اسماء ڈاکٹر فصیح کو ساتھ لے کر آئی تھیں اور ان کے ساتھ اسماء کی دوست ڈاکٹر ودھیا اور باقر بھی موجود تھے جو کہ لندن میں میرے بہت پرانے دوست تھے اسماء نے بلی کو گود میں لے رکھا تھا لیکن اسکی نظر خرم کے اوپر سے نہیں ہٹی تھی میں نے بھی خرم کو سمجھانے کی کوشش کی کہ بیٹا یہ تمہاری امی ہیں اور یہ وہی ہے جس کی تصویر تمہاری بڑی امی کے کمرے میں لگی ہوئی ہے تم انکی گود میں جاؤ خرم صاحب مسکراتے رہے شرماتے رہے لیکن اسماء کی گود میں نہیں گئے اور اپنی بوبو کی گود میں چڑھے رہے مجھے یہ سین اب تک یاد ہے عجیب سین تھا' اتنے میں ہمارا سامان بھی آ گیا اور اسماء اور ڈاکٹر فصیح ہمارا سامان لے کر ایک ٹرالی میں رکھ کر باہر آئے اور ہم سب انکی گاڑی میں بیٹھ کر اسماء کے ہسپتال کی طرف روانہ ہوئے جو کہ لندن ایئر پورٹ سے تقریباً 15-20 میل کے فاصلے پر ہوگا Romford لندن کا ایک بڑا علاقہ تھا جس میں دو بڑے ہسپتال تھے ایک کا نام Rush green ہسپتال تھا اور دوسرے کا نام Old church ہسپتال تھا اور اسماء ان دونوں میں کام کرتی تھی جب ڈاکٹر فصیح گاڑی میں بیٹھنے لگے تو باقر نے جو کہ اس زمانے میں Earls court پر رہا کرتے تھے ہم سے اجازت چاہی اور کہا ناصر صاحب ہم کو اجازت دیں میں Under ground ٹرین سے چلا جاؤں گا اور پھر ملنے آؤں گا۔ باقر نے اسماء

Marfat.com

سے بھی اجازت چاہی اسماء نے انکا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور خدا حافظ کہا پھر میں ڈاکٹر فصیح کے ساتھ آگے بیٹھا اور اسماء، سلطان اور ڈاکٹر وہ دونوں پیچھے بیٹھ گئے تھے اسماء نے بلی کو اپنی گود میں بیٹھا رکھا تھا لیکن خرم صاحب اپنی بو بو کی گود میں چڑھے ہوئے تھے سلطان اور اسماء آپس میں باتیں کر رہی تھیں اور میں بھی کبھی اسماء سے اور کبھی ڈاکٹر فصیح سے باتوں میں مشغول تھا اور کہہ رہا تھا کہ بھئی ڈاکٹر ہم لوگ آج 15-16 سال بعد دوبارہ لندن آئے ہیں لندن ایئر پورٹ سے لے کر Romford سے ہسپتال بہت دور تھے اور اس فاصلے کے طے کرنے میں بہت وقت لگا تقریباً ایک گھنٹہ لگا ہوگا جب ہم لندن کے مرکز میں سے گزرے جہاں ساڑھے پانچ بجے سارے بازار بند ہو جاتے ہیں لیکن اس روشنی کے شہر میں رونق کا وہی عالم تھا اسماء نے پہلے ہی کھانے کا بندوبست کیا ہوا تھا جس میں مختلف اقسام کی چیزیں تھیں وہاں پہنچنے کے بعد ڈرائنگ روم میں بیٹھے، اس فلیٹ کے 3 بیڈ روم ایک بڑا ڈرائنگ روم بڑا کچن علاوہ باتھ روم کے تھا اس اثناء میں سلطان خرم کو دکھاتی رہیں کہ یہ تمہاری امی کا کمرہ ہے کھانے کی میز پر بھی خرم صاحب سلطان کی گود میں چڑھے رہے اور بلی اسماء کی گود میں تھی ہم باتیں کرتے اور کھانا کھاتے رہے اسی دوران اسماء نے بہت کوشش کی کہ کس طرح خرم میرے پاس آ جائے لیکن بقول سی کے کہ ابھی تو خرم صاحب وقت لے رہے تھے کہ ابھی میں کچھ وقت کے بعد جاؤں گا۔

جب رات سونے کا وقت آیا چونکہ بلی تو اسماء سے مانوس تھی لہذا وہ بڑے مزے سے اسماء کے بڑے پلنگ پر لیٹ گئی اسماء چاہتی تھی کہ خرم بھی میرے ساتھ سوئے مگر خرم نے اپنی بو بو کی گود نہیں چھوڑی اور بڑے پلنگ پر خرم کا گدا لگایا گیا اور خرم صاحب کھانے اور دودھ کے پینے کے بعد آرام سے اپنی بو بو کے پاس سو گئے اس طرح ہم نے لندن میں خرم اور بلی کو انکی ماں کے سپرد کیا۔ انہیں سپرد کرنے کے بعد میں بہت خوش تھا کہ اللہ تیرا شکر ہے بلی تو تندرست تھی لیکن خرم اس قدر کمزور تھا

Marfat.com

کہ بعض اوقات تو ہم بہت پریشان ہو جاتے تھے کہ جان کے لالے پڑ جاتے خرم کی صحت کے لئے ہم دعا کرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے کہ تو نے خرم کو ماں سے ملا دیا اب وہ خود اسے سنبھال لے گی۔ اس طرح دن گزرتے گئے خرم اسماء کے پاس جاتا تو تھا لیکن سوتا نہیں تھا تو میں نے اسماء سے کہا کہ تم دن بھر ہسپتال میں رہتی ہو اور یہ سلطان کے پاس رہتا ہے تم سے مانوس ہونے میں کچھ وقت لگے گا لیکن ایک بات اسماء میں تم کو بتادوں کہ کراچی میں اس کو کھلونوں کا بہت شوق تھا خاص کر اسے گھوڑا، ہوائی جہاز گھوڑا، ٹانگہ اور کتے کا شوق ہے اور ہم اس کا یہ شوق پورا کرتے رہتے تھے۔ تم کھلونے لاکر ببلی اور خرم کو دو تو یہ خوش ہوگا پھر تمہارے پاس آنے لگے گا تو اسماء کہنے لگی خالو میاں میں سمجھتی ہوں آپ فکر نہ کریں اور دوسرے دن اسماء کھلونے ہی کھلونے لے کر آ گئی جانے سے پہلے اس نے کہا تھا کہ بیٹے میں آج تمہارے لئے کھلونے لاؤں گی تم مجھے اپنی پسند بتاؤ ببلی نے گڑیوں کی فرمائش کی تھی، وہ تو اتنی سیدھی معصوم بچی تھی کہ جو دو لے لیتی تھی۔

جب اسماء نے کھلونے لاکر دئے تو خرم بہت خوش ہوئے ایک گھوڑا تھا خرم چاہتے تو اس پر بیٹھ بھی سکتے تھے۔ ہوائی جہاز اور دوسرے بہت سے کھلونے تھے خرم صاحب کھیلنے میں مصروف ہو گئے اور میں نے ایک اشارہ بھی کر دیا کہ بیٹی جب تو اسپتال سے فارغ ہو کر آیا کرے تو راستے میں جو چیز بھی تجھے نظر آئے جس کو خرم پسند کرتا ہے مثلاً ٹافی وغیرہ جب تو گھر آئے تو کچھ نہ کچھ لے کر آیا کر جب جا کر یہ تجھ سے مانوس ہو جائے گا۔

Rush green اسپتال کے اس فلیٹ میں آنے کے بعد سلطان نے اپنی وہی ذمہ داری سنبھال لی یعنی باورچی خانے میں گھس کر ناشتہ تیار کرنا چائے بنانا اور پھر کھانا اور روٹی پکانا اور سب کو کھلانا اور بچوں کو کھلانا اسماء تو حسب معمول صبح ہی اپنے اسپتال چلی جاتی تھی اور شام کو آتی تھی کبھی کبھی جب اس کو اپنے بچوں کی یاد بہت ستاتی

Marfat.com

تو دوپہر کو بھی آجاتی جب میں صبح اٹھتا تھا تو میں دیکھتا تھا کہ سلطان باورچی خانے میں مصروف ہیں اور خرم اور ببلی کو ناشتہ کرا رہی ہیں۔ ناشتہ میں اسماء نے اپنی خالہ بی کو بچوں کو کھلانے کے لئے ایک پورا Menu (مینو) بنا دیا تھا یعنی کورن فلیگ' انڈا' دودھ وغیرہ وغیرہ جب میں منہ ہاتھ دھوکر فارغ ہوتا تو سلطان میرے لئے بھی ناشتہ لگا دیتیں۔

یہ ایک درمیانے سائز کی میز تھی جو کہ کھانے کے لئے اسماء نے باورچی خانے میں لگا رکھی تھی اور اس کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی کرسیاں تھیں اس کام میں یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ سلطان نے خود کب چائے پی اور کب ناشتہ کیا۔ کبھی کبھی جب میں پوچھتا تھا کہ بھئی تم نے بھی ناشتہ کرلیا ہے تو وہ کہتیں تھیں میں ان بچوں کے ساتھ کرتی رہتی ہوں اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ بچوں کے لئے دوپہر کا کھانا پکانے میں لگ جاتیں اور کبھی کبھی ان دونوں کے نہلانے دہلانے اور کپڑے پہنانے میں لگی رہتی تھیں ہم لوگوں کے پہنچنے کے بعد جب اسماء کے دوستوں کو معلوم ہوا تو وہ اسماء کے بچوں سے ملنے کے لئے آنے لگے اسماء کے فلیٹ کے پاس مغرب کی جانب دو کوٹیج Cottage تھے جن میں ایک کوٹیج Cattage میں ڈاکٹر بابر اور ان کی بیگم اور دو بچیاں رہا کرتے تھے دوسرا کاٹیج میں ایک اور ڈاکٹر اور انکی بیگم رہا کرتے تھے ان دونوں فیملی نے بھی آنا شروع کیا اور اکثر اسماء اور سلطان سے ملنے ہمارے فلیٹ پر آتے رہتے تھے کچھ اسماء کی نرس بھی آتی تھیں اور خرم صاحب کو دیکھ کر اور مل کر بہت خوش ہوتیں ڈاکٹر ودھیا تو اسماء کی بڑی قریبی دوست تھی اور وہ اکثر جب اپنے کام سے فرصت ملتی تو آجایا کرتیں اور ہمارے ساتھ کھانا کھایا کرتیں جب ہم کو آئے ہوئے کچھ دن ہوگئے تو میں نے سلطان سے کہا کہ بھئی اسماء تو صبح سے شام تک اسپتال میں لگی رہتی ہے اب تم بچوں کو لے کر نکلا کرو اس کے بعد ہم دونوں خرم اور ببلی کو لے کر بازار کی طرف چلے جاتے اور اگر سلطان کو کچھ کپڑے دھلوانے ہوتے تو وہ ان کی گٹھڑی

Marfat.com

باندھ کر اٹھا لیتیں اور بازار میں واشیٹیریا کی مشینوں میں دھلنے کے لئے ڈال دیتیں اور خود بازار نکل جاتیں اور بچوں کو مختلف چیزیں دلاتی رہتیں اور جو چیز کھانا پکانے کے لئے ضروری ہوتی وہ بازار سے لے آتیں جب اسماء شام کو اسپتال سے واپس لوٹتی تو اپنے بچوں میں لگ جاتی اور وہ اس کے ساتھ مل کر کھیلتے رہتے اور فلیٹ میں دوڑتے بھاگتے رہتے جب کبھی وہ دوپہر کو آ جاتی تو فوراً اپنے ہاتھ سے دونوں کو کھانا کھلانے کی کوشش کرتی تو سلطان کہتیں کہ تم پاگل نہ بنو اور ان دونوں کو ضرورت سے زیادہ نہ بھراؤ مگر وہ کب ماننے والی تھی وہاں تو ماں کی ممتا کا ایک عجیب وغریب نقشہ تھا جو میں اکثر دیکھتا رہتا اور خوش ہوتا رہتا اسماء نے خرم کے لئے ایک چھوٹی سی پرام بھی خرید لی تھی جس میں سلطان اس کو بٹھا کر بازار لے جایا کرتے اور ببلی کی انگلی پکڑ لیتے جب ان کی طبیعت پرام سے گھبراتی تو وہ مڑ مڑ کر مجھے دیکھتے رہتے اور مسکراتے اور میں سمجھ جاتا کہ یہ صاحب گود میں آنا چاہتے ہیں۔

پھر یہ ہوا کہ خرم صاحب اسماء سے آہستہ آہستہ مانوس ہونے لگے اور کبھی کبھی کھیلتے ہوئے اسماء کے کمرے میں چلے جاتے لیٹ بھی جاتے لیکن جب سونے کا وقت ہوتا تو دوڑ کر اپنی بو بو کے پاس آ جاتے پلنگ اتنے بڑے نہ تھے کہ یہ ہم دونوں کے بیچ میں سو سکتے تو ہم ڈرائینگ روم میں بڑے بڑے گدے بچھا کر سوتے تھے اور کوشش کرتے کہ یہ اپنی ماں کے پاس سوئے اور اسماء سے مانوس ہو جائے کبھی کبھی یہ لیٹ جاتے لیکن پھر یہ ہمارے پاس آ جاتے اور ہم انہیں سلا لیتے اور سوتے وقت یہ ایک ٹانگ میرے اوپر رکھ لیتے تاکہ ان کو معلوم ہو کہ تائیاں ان کے ساتھ ہیں پھر یہ ہوا کہ ان بچوں کے لندن پہنچنے کے بعد جب لوگوں کو پتہ چلا کہ اسماء کے بچے آ گئے ہیں تو ہر روز کوئی نہ کوئی ڈاکٹر ملنے آ جاتا اور اسماء کو مبارک باد دیتا پھر چائے پانی ہوتا اور پارٹی وغیرہ ہوتی اس زمانے میں اسماء دو اسپتالوں میں کام کرتی تھی اور اس کے پاس E.N.T Department تھا یعنی Ear, Nose and Throat اور

Marfat.com

اس نے M.R.C.O.G کا امتحان بھی دینا تھا دو سال اس کو ہو چکے تھے اور پہلا سال یہ پاس کر چکی تھی اور اب فائنل میں تھی جب اس نے پہلا سال مکمل کر لیا تھا تو اس نے پاکستان خط بھی لکھے تھے اور فون پر بھی بتایا تھا کہ اس کی آنکھ میں کچھ تکلیف ہے اور بہت پریشان تھی اور ہم بھی پریشان تھے کہ خدا اس کی آنکھ کو سلامت رکھے اس کی امی بھی لکھتی تھیں کہ بیٹا امتحانوں کو چھوڑ دو اور آنکھ پر توجہ دو۔ اسماء کے برتاؤ اور اخلاق سے اسپتال کے لوگ بہت متاثر تھے' اس کا میل جول بھی ڈاکٹرز کے ساتھ بہت تھا لہٰذا بہت سے ڈاکٹروں نے مل کر اس کی آنکھوں پر توجہ دی اور 5۔6 ماہ بعد اس کی تکلیف کچھ کم ہوئی جب ہم لندن پہنچے تو اس کو اپنی تکلیف کا احساس نہ تھا اور ہم مطمئن ہوئے شکر ہے کہ اس کی آنکھ ٹھیک ہے لیکن میں نے دیکھا کہ دن میں دونوں اسپتالوں میں کام کرتی ہے اور شام کو گھر میں بچوں کے ساتھ لگی رہتی اس کا پڑھنا بالکل ختم ہو گیا تھا اور فائنل کا امتحان بھی تھا تو میں کہتا کہ بیٹی جس مقصد کے لئے تو آئی ہے اسے پورا کر ہم تو یہ سوچ رہے تھے کہ تو ان بچوں کو سنبھال لے تو ہم واپس لوٹ جائیں گے۔ کیونکہ میں تو زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکتا تھا لیکن مجھے نظر یہ آتا تھا کہ اگر ببلی کو چھوڑ دیں تو خرم کا واپس لے جانا اس پر ظلم ہوگا کیونکہ ببلی کو تو تم اسکول میں داخل کروا دو گی اور پھر واپسی پر تم لے سکتی ہو لیکن خرم کو تو دودھ' پیشاب' پاخانہ' کپڑے پہنانے اور 24 گھنٹے گود میں سنبھالنے کی ضرورت ہے تو یہ کون کرے گا۔ تو یہ بڑی پرابلم آ گئی تھی تو وہ یہی کہتی تھی اور روتی تھی کہ خالہ بی آپ چلی گئیں تو میں کیسے رہونگی یہ بچے کیسے رہیں گے۔ میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ میرے بچے واپس جائیں تو میں کہتا کہ یہ ٹھہرتی ہیں تو مجھے تو جانے دو لیکن سلطان مجھے کہاں چھوڑنے والی تھیں اور اس کے علاوہ مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ خرم مجھ سے اور میں خرم سے بہت زیادہ مانوس تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ مشکل ہو جائے سعید کا خیال یہ تھا کہ ببلی کو چھوڑ کر خرم کو واپس لے کر آ جائیں گے لیکن ہمارا خرم کو لانا ناممکن ہو گیا اور اسماء نے ضد کی کہ ہم ٹھہر جائیں اور اسماء فائنل کا امتحان

Marfat.com

دے لے میرا تو سارا کام کراچی میں چوپٹ ہو گیا تھا اور میری عدم موجودگی میں جو حال میرے کام کا ہوا وہ خدا ہی بہتر جانتا تھا لیکن لوگوں کو غالباً یہ احساس نہیں ہوا کہ اگر اپنا کام چھوڑ دیا تو اس کے پروفیشن کا کیا حشر ہوگا۔ کس قدر نقصان ہوگا لوگوں کو اس کا کوئی احساس نہیں تھا لیکن مجھے یہ احساس تھا کہ یہ چھوٹا سا بچہ جس سے میں اتنی محبت کرتا ہوں جب تک یہ اپنی ماں سے مانوس نہ ہو جائے میں اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں اور نہ یہ مجھے چھوڑ سکتا ہے اگر خدانخواستہ وہ بیمار پڑ گیا تو کیا ہوگا۔ اپنی بوبو تائیاں کو یاد کرتا رہے گا' اور ہمیں پاکستان سے بھاگنا پڑے گا۔

پھر میں نے کوشش کی کہ میں ہوم آفس جاؤں وہاں جا کر کوشش کروں کہ مجھے لندن میں پریکٹس کرنے کی اجازت مل جائے کہ میں وہاں پریکٹس کر سکوں تا کہ کچھ آمدنی کا بھی بندوبست ہو جائے تو میرے دوستوں نے کہا کہ تمہارا اتنا تجربہ ہے اور تم یہیں کے بیرسٹر ہو تم مقدمہ لے سکتے ہو کام شروع کر سکتے ہو لیکن Home office نے مجھے اجازت نہیں دی لیکن Lincon Inn میں بہت سے بیرسٹروں کے دفتر تھے وہ میرا انتظار کرتے تھے کہ شاہ میر بھائی آ جائیں تو ان سے اپنے مقدمات میں مشورہ لیں اور مدد لیتے رہیں ان کو مجھ سے ملنے کے بعد یہ معلوم ہو گیا تھا کہ شاہ میر بھائی کے تجربے کے برابر ان لوگوں میں بہت کم لوگ اس قابل ہیں کہ اپنا کام خود کر سکیں۔ اس پر میں نے وہاں لوگوں کے مشورے سے Law Society کو apply کیا کہ وہ میرا بیرسٹر سے Soleceater کے زمرے میں Transfer کر دیں وہاں پر بیرسٹر اور سولیسٹیر کے علیحدہ علیحدہ امتحان ہوتے تھے پھر Law Society کے Secotory سیکریٹری نے مجھ سے کہا کہ میں نے آپ کی درخواست پڑھ لی ہے اور میں اس کو Law Society کے Members کے سامنے پیش کروں گا۔ جو کہ یہاں پر بڑے بڑے (Lords) لارڈز ہوتے ہیں لیکن ان کی Meeting ایک آدھ مہینے بعد ہوگی۔ آخر کار جب میٹنگ ہوئی تو Law

Marfat.com

Society کے Members نے میرے 30 - 40 سال کے تجربے کی بنا پر مجھے بیرسٹر سے سولیسٹیر کی لائن میں تبادلہ کر دیا اور یہ بھی طے کر دیا کہ اس شخص کو کسی سولیسٹیر کے امتحان پاس کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ کسی سولیسٹیر سے training لینے کی ضرورت ہے اور یہ بالا بالا اپنا سولیسٹیر کا دفتر کھول سکتا ہے لیکن ان کو صرف ایک Accounts کا Paper پاس کرنا ہوگا تو Lincoin کے تمام بیرسٹر بہت خوش ہوئے لیکن Home office نے ابھی مجھے پریکٹس کرنے کی اجازت نہیں دی تھی جس کی میں نے اپیل بھی کی اور بعد میں Home Office نے اپنی غلطی بھی تسلیم کی اور کچھ عرصے بعد مجھے کراچی لکھ کر بھیج دیا انہی دنوں معلوم ہوا کہ کراچی میں اسلم کی شادی ہوگئی ہے اور نیاز بھائی اور بھابھی نے ان کو ٹکٹ دلا کر ہنی مون کے لئے لندن بھیج دیا ہے اور وہ کچھ دنوں کے لئے لندن آ کر ہمارے ساتھ رہے' اسماء نے ان دونوں کے لئے ایک علیحدہ کمرہ بنا دیا تھا اور سلطان ان دونوں کے ناشتے اور کھانے کا انتظام کرتی رہتیں تھیں کچھ دنوں کے بعد اسلم کو شوق سوار ہوا کہ میں شاہین کو پیرس کی سیر کراؤں اور اسلم نے اسماء سے بھی کہا کہ تم بھی چلو کچھ دنوں بعد اسلم ان دونوں کے لے کر پیرس گئے اور ان کو پیرس کی سیر کرا کر بہت خوش ہوئے اور پھر واپس پاکستان لوٹ گئے ان کے جانے کے بعد اسماء نے ایک دن شام کو ہم سب کے سامنے کہا کہ خالو میاں میں ایک گاڑی خریدنا چاہتی ہوں آپ کے پاس لائسنس ہے جب تک مجھے لائسنس ملے آپ چلاتے رہئے گا۔ میں اپنے بچوں کو لندن کی اور اس کے قابل دید مقامات کی سیر کروانا چاہتی ہوں میں نے پوچھا بیٹا تیرے پاس پیسے ہیں تو اس نے کہا ہاں میں نے کچھ پیسے جمع کرے ہیں اس زمانے میں جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے 300 یا 400 پونڈ میں نئی گاڑی آتی تھی۔ ہم لوگوں نے جا کر گاڑیاں دیکھیں تو اسماء کو ایک چھوٹی گاڑی پسند آئی جس کا رنگ Dark Red تھا جو اس کے بچوں نے پسند کیا تھا اسماء نے Order Place کر دیا اور کچھ دنوں کے بعد ہم جا کر گاڑی لے

Marfat.com

آئے اور پھر اسماء کو بھی لائسنس مل گیا لیکن وہ خود نہیں چلاتی تھی اور گھبراتی تھی، لیکن بہت خوش تھی کہ اس نے اپنے بچوں کیلئے گاڑی خرید لی اور اب اس گاڑی میں ان کو خوب گھمائے گی سیر کرائے گی لیکن میں اکثر لنکن ان چلا جاتا اور شام کو وہاں سے واپس آتا تھا میں اور سلطان دونوں کراچی سے پانچ پانچ سو ڈالر کا Exchange لائے تھے تو میرے آنے جانے میں جب میرا Exchange ختم ہونے لگا تو سلطان کبھی کبھی اپنے ڈالرز میں سے مجھے دے دیا کرتیں تھیں لیکن کچھ دنوں بعد ایک سولیسٹیر نے مجھ سے مشورہ لینا شروع کیا جس سے میری کچھ آمدنی ہوئی وہ مجھے کبھی کبھی مشورے کے لئے کہتا تھا اور ہر ہفتے تقریباً 25`30 پونڈ مجھے دیدیا کرتا تھا جو میں لاکر سلطان کو دیا کرتا تھا شام کو واپس لوٹ کر جب گھر آتا تو دیکھتا کہ سلطان خرم کے کام میں لگی ہیں بلکہ باورچی خانے کے تمام کام بھی سلطان کرتی رہتیں اور اسماء جب آتی تو وہ بھی کرتی رہتی اور بچوں میں لگ جاتی اسی اثناء میں سعید یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم کراچی واپس آجائیں گے لیکن ہم کو خرم کا چھوڑنا بہت مشکل تھا' نہ لا سکتے تھے اور اگر چلے جاتے تو جو مصیبت اسماء پر آتی وہ بیان نہ کی جاسکتی تھی کام اور پڑھائی دونوں کام رک جاتے۔

اسماء کا اپنی امی اور ڈیڈی سے مستقل رابطہ ٹیلیفون پر رہتا تھا اور وہ کہا کرتی تھی کہ امی مجھے احساس ہے کہ خالو میاں اور خالا بی کب تک میرے ساتھ ٹھہر سکتے ہیں خالو میاں کی وکالت تو ختم ہوکر رہ جائے گی لیکن میں یہ دیکھتی ہوں کہ خرم اور خالو میاں ایک دوسرے سے اس قدر محبت کرتے ہیں اور مانوس ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں چھوڑ سکتے

Marfat.com

اور اکثر جب کبھی ہم باہر نکلتے ہیں تو خرم خالو میاں کی گود میں سوار ہو جاتا ہے جب تک یہ مجھ سے مانوس نہیں ہو جاتا اس وقت تک میں ان دونوں کو نہیں چھوڑ سکتی گھر میں خرم کا سارا کام اور ببلی کی ساری ذمہ داری سلطان خود سنبھالتی تھیں یعنی باروچی خانہ میں ان کو ناشتہ کرانا اور کبھی کبھی نہلانا اور کپڑے پہنانا وغیرہ اسکے علاوہ باہر کی ذمہ داری میں پوری کرتا تھا اور خرم کو کپڑے پہنا کر اور ٹرالی میں بٹھا کر باہر لے جاتا تھا اور کبھی کبھی پارک میں لے جا کر اسکو ورزش کراتا تھا اور اپنے ساتھ دوڑاتا تھا اس دوران کبھی کبھی ببلی کو بھی ساتھ لے لیا کرتا تھا وہ بھی بہت خوش ہوتی تھی یہ سارا کام ہم دونوں کیلئے روزمرہ کا معمول بن گیا تھا اور ہم ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہو گئے تھے۔

جب اسماء کی چھٹی ہوتی تو وہ مختلف پروگرام بناتی کہ ہم وہاں جائیں گے یہاں جائیں گے وہ بچوں کی خوشی کی خاطر پروگرام بناتی اور کبھی ہم South End جاتے یا کبھی Cambridge اور Oxford کا چکر لگاتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سردی بہت سخت پڑ رہی تھی میں نے سوچا کہ موسم اچھا ہے خرم کو ذرا سردی کا بھی عادی ہونا چاہئے اسماء کا فلیٹ Centerally heated تھا اور اس میں سردی نہیں لگتی تھی اس دن سلطان نے خرم کو معمولی کپڑے پہنا دیئے اور میں ان کو پرام میں لے کر باہر نکلا میں کوئی 100 گز کے فاصلے پر ان کو لے کر گیا ہونگا تو پرام چلاتے چلاتے میں نے دیکھا کہ یہ خاموش ہے اور بول نہیں رہا' اس وقت اس کی عمر زیادہ سے زیادہ دو سال کی ہوگی' میں نے دیکھا کہ پرام میں بیٹھے بیٹھے اس کے ہاتھ سردی سے کانپ رہے ہیں لیکن اتنا صابر بچہ تھا کہ خاموش رہا میں نے پرام روکی

Marfat.com

اور پوچھا بیٹے کیا بات ہے تو اس نے مجھے دیکھا اور مسکرایا لیکن میں نے دیکھا یہ سفید ہو رہا ہے اور اسے سردی لگ رہی ہے میں نے فوراً اسے اٹھا لیا اور کہا بیٹے سردی لگ رہی ہے تو اس نے کہا کہ ہاں، مجھے اس قدر رحم آیا اور میں کانپ گیا کہ اس معصوم کو سردی لگ رہی تھی لیکن اس نے اپنے منہ سے نہیں کہا کہ تائیاں مجھے سردی لگ رہی ہے آخر میں نے اپنا کوٹ اتار کر اس میں اس کو لپیٹا لیا اور گود میں لے کر اسے واپس لوٹا اور آتے ہی میں نے سلطان کو بہت برا بھلا کہا کہ تم اسے کپڑے ٹھیک طرح سے نہیں پہناتی ہو اور بغیر سوچے سمجھے اسے میرے ساتھ بھیج دیتی ہو۔ اسے سردی لگ رہی تھی میں بڑی مشکل سے اپنا کوٹ پہنا کر اسے لایا ہوں۔ سلطان نے فوراً اسے گرم گرم چائے پلائی اور گرم گرم دودھ پلایا اور کمبل میں دبکا دیا اور آدھ گھنٹے بعد یہ ٹھیک ہو گیا اور اس کے بعد ہم ہمیشہ یہ کوشش کرتے کہ جب کبھی ہم اس کو لے کر باہر نکلیں تو باقاعدہ گرم کپڑے پہنا کر نکلیں۔ 5'6 مہینے کے بعد اسماء کا تبادلہ Old Church ہسپتال میں ہو گیا اور اب یہ اس ہسپتال میں کام کرنے لگی اور کچھ دنوں بعد اس کو وہاں ایک ڈبل اسٹوری کاٹیج بھی مل گیا جس میں ہم منتقل ہو گئے۔ یہ کاٹیج اتنا مختصر تھا نیچے ایک چھوٹا سا ڈرائنگ روم تھا اور اس کے پیچھے ڈائننگ لاؤنج تھا اور برابر میں کچن تھا اوپر بیڈ رومز تھے ایک بڑا اور دو چھوٹے۔ اوپر نیچے باتھ رومز تھے اس میں ہم رہنے لگے وہاں بھی اسماء کی یہ روٹین تھی صبح جاتی کبھی دوپہر کو آتی یا شام کو آتی اور آتے ہی بچوں میں لگ جاتی اور ان کو خود اپنے ہاتھ سے کھلاتی پلاتی سلطان کہتی اتنا نہ بھراؤ کہ ان کو بدہضمی ہو جائے مگر وہ ڈاکٹر تھی جانتی تھی لیکن اسماء یہ سوچتی کہ اتنا میں کھلا دوں کہ یہ جلدی سے بڑے ہو جائیں غرض یہ کہ اس کے کھلانے سے بچے صحت مند ہوتے رہے۔ صبح جب وہ ہسپتال چلی جاتی اور سلطان دوپہر کے کھانے پکانے میں لگ جاتیں تو میں خرم کو کپڑے پہنا کر باہر نکلتا کبھی کبھی ببلی کو بھی لے کر نکلتا لیکن میری زیادہ توجہ خرم پر ہوتی کہ جتنی جلدی ہو سکے کہ میں اس کو Excercise کرانی شروع

Marfat.com

کر دوں اور یہ دوڑنے بھاگنے لگ جائے تاکہ جسم مضبوط ہو جائے میں خود بھی دوڑتا اور یہ بھی منے منے پاؤں سے میرے پیچھے پیچھے بھاگتے لیکن میں ان کو زیادہ نہ بھگاتا بلکہ کوشش کرتا کہ جتنی سکت ہے اتنا ہی بھاگے پھر میں اسے کھیلنے کے لئے کہتا کہ اب کھیلو تو یہ اس پارک میں جہاں بچوں کے کھیلنے کا امیوزمنٹ ہے کبھی سلطان اور ببلی بھی ساتھ ہوتے یہ کھیلتے رہتے اور جب کھانے کا وقت ہوتا تو ہم واپس گھر آ جاتے۔ جب اسماء کا Off ہوتا تو ہم بچوں کو لے کر لندن جاتے جب گاڑی نہ تھی تو ہم بذریعہ ٹرین جاتے تھے ایک مرتبہ ہم ان کو Trafalger Squre لے گئے جو لندن میں White Hall کے قریب ہے وہاں بہت سے کبوتر پرورش پاتے تھے اور لوگ ان کو دانہ ڈالتے تھے۔ وہ لوگوں کے کندھوں پر بیٹھ جاتے تھے جب انہوں نے دانہ ڈالنا شروع کیا تو وہ ان کے کندھے پر بھی آ گئے یہ پہلے تو گھبرائے پھر بہت خوش ہوئے اور یہ ان کو دانے ڈالتے رہے۔ سلطان نے کبوتروں کیلئے بہت سا دانہ خرید لیا تھا' وہ ان کو یہ دانا دیتی رہیں اور وہ ان کے ڈالتے رہے' غرض یہ کہ ان کی تفریح کا باعث بنا۔

وہاں پر دو بڑے ببر شیر لوہے کے بنے ہوئے تھے اور ایک اونچے پلیٹ فارم پر ان کو نصب کیا گیا تھا تو میں نے پہلے چڑھ کر ان کو ان کے اوپر چڑھانے کی کوشش کی پھر انہوں نے بہت انجوائے کیا اور ڈرتے بھی رہے لیکن تھوڑی دیر بعد سلطان نے ان کو اتروالیا۔ ان دونوں ببر شیروں کے سائے میں ایک بڑا اچھا خوبصورت فوارہ تھا اور اس فوارے کی پشت پر شمال کی جانب نیشنل آرٹ گیلری تھی۔ ایک دن اسماء نے بوبو سے کہا کہ خالہ بی اس کی پوری چیکنگ کرا لیں اسماء نے چائلڈ اسپیشلسٹ کو دکھایا انہوں نے اپنا چیک اپ بڑے اطمینان سے کروایا اس وقت ہم تینوں یعنی میں بوبو اور اسماء ان کے ساتھ تھے۔ اس ہسپتال میں جورڈن کا ایک ڈاکٹر بھی اسماء کے ساتھ کام کرتا تھا جو کہ عربی تھا اور ان کا نام ڈاکٹر قائد تھا۔ ڈاکٹروں نے خرم صاحب کو فٹ قرار دے دیا ڈاکٹر قائد اکثر ہمارے ہاں آیا جایا کرتے تھے اور خرم کو بہت چاہتے تھے اور

Marfat.com

خرم کے ساتھ باکسنگ بھی کرتے تھے اور اکثر مذاق میں سلطان کو مخاطب کر کے اسماء سے کہتا تھا کہ خالہ بی یہ تو ہمارا عربی بچہ ہے جانے اسماء اس کو کہاں سے اٹھا لائی ہے خرم صاحب بھی بڑے خوش ہوتے اس طرح وہ فیملی ممبر بن گیا۔ وہ اکثر ہماری دعوت کرتے اور ہم بھی انہیں اپنے گھر کھانے پر بلاتے۔ ان کے ڈیپارٹمنٹ کا جو ہیڈ تھا اس کا نام ڈاکٹر مترا تھا وہ لندن میں رہا کرتا تھا اور وہ ان دونوں پر یعنی ڈاکٹر قائد اور ڈاکٹر اسماء پر بہت اعتماد کرتا تھا اور یہ دونوں ڈاکٹر اپنے کام میں ماہر تھے۔ ڈاکٹر ودھیا بھی اسی Old Church ہسپتال میں ڈاکٹر تھی اور اس کو بھی ہمارے کاٹیج کے قریب ایک کمرہ مل گیا تھا اور ایک Chinese لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ رہا کرتی تھی یہ ایک ہندو لڑکی تھی بڑی نیک سانولی سی تھی اس کی اسماء سے بڑی دوستی تھی وہ بھی خرم کے ساتھ کھیلتی اور اکثر کھانا بھی یہیں پر کھا لیتی اور جب ہم گھومنے جاتے تو وہ بھی ہمارے ساتھ ہوتی اسماء کو Old Church میں کام کرتے ہوئے کافی عرصہ ہو گیا اور میں نے پھر اسماء سے کہنا شروع کیا کہ بیٹا اب بچے تجھ سے مانوس ہو گئے ہیں اب تو امتحان کی تیاری کر۔

ایک دن دیکھتے کیا ہیں کہ اسماء صاحبہ بہت سے کھلونے خرید کر گھر آ ئیں جس میں دنیا بھر کے Mechenical Toys تھے یعنی ہوائی جہاز، ہیلی کاپٹر، ٹینک اور بجلی سے پھدکنے والے بندر، شیر اور ریچھ وغیرہ تھے اور ان کھلونوں کے ساتھ اسماء خرم کے لئے ایک پہیہ پر چلنے والی موٹر سائیکل بھی لے آئی اور ایک پہیہ پر چلنے والا بڑا گھوڑا بھی خرید لائی اور جب اس نے دروازے پر دستک دی تو خود خرم صاحب نے دوڑ کر دروازہ کھولا میں اور سلطان اس وقت گھر پر تھے اور وہ ہنستی ہوئی اندر داخل ہوئی اپنے بچوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ لو بیٹا آج میں تمہارے لئے بہت سے کھلونے لائی ہوں اور اس نے ان کھلونوں کو نکال نکال کر ان سب کو دکھانا شروع کیا لیکن خرم صاحب اپنی بو بو کے پاس جا لگے اور انہوں نے پھر بھی اسماء کو زیادہ گھاس نہیں ڈالی

Marfat.com

بلی گڑیوں اور دوسرے کھلونے لے کر بہت خوش ہوئی میں نے اور سلطان نے بہت سمجھایا کہ دیکھو بیٹا امی تمہارے لئے کھلونے لائی ہیں جاؤ لو لیکن وہ شرماتے رہے۔

آخر کار میرے دماغ میں ایک ترکیب آئی اور میں نے اس بڑے گھوڑے جو کہ اسماء خرید کر لائی تھی بیٹھنا چاہا تو خرم صاحب پکارے نہیں تائیاں آپ نہ بیٹھیں یہ ٹوٹ جائے گا میں بیٹھوں گا اس کے بعد وہ گھوڑے پر بھی جا کر بیٹھے اور موٹر سائیکل بھی چلانے لگے جس کو دیکھ کر اسماء بہت خوش ہوئی اور اس کے بعد خرم صاحب اپنی ماں کے ساتھ مانوس ہونے لگے اور اب وہی ان کو جب بھی فرصت ہوتی بیٹھ کر کھانا کھلاتی اور ان کی ہر خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتی۔

اب اسماء Old Chirch اسپتال میں مکمل طور پر رہنے لگی تو میں نے دیکھا کہ اسکا زیادہ تر وقت اسپتال میں صرف ہوتا تھا اور آتے ہی بچوں میں لگ جاتی تھی اور کوئی وقت ایسا نہ ہوتا تھا کہ جس میں یہ پڑھتی نظر آتی۔ میں اس سے کہتا کہ دیکھو بیٹا بچے اب تم سے مانوس ہو گئے ہیں اور اب تم پڑھنا شروع کرو۔ تم نوکری کرنے کیلئے تو نہیں آئی ہو اب اپنی پڑھائی شروع کرو تو وہ کہنے لگی خالو میاں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں کیسے پڑھوں اور کب تک پڑھوں اور مشکل یہ ہے کہ میرا سارا وقت اسپتال میں صرف ہوتا ہے اکثر رات کو 12 بجے تک آتی ہوں۔ جس پر میں نے کہا کہ یہ فلیٹ دو منزل ہے اس میں سے ایک آدھ کمرہ اپنے پڑھنے کے لئے علیحدہ کرلو اور وقت نکال کر اس میں خاموشی کے ساتھ پڑھنا شروع کردو۔ ایک بڑے کمرے میں اسماء بلی اور خرم سوتے تھے اور سامنے والے چھوٹے کمرے میں ہم سوتے تھے تو خرم صاحب جب مانوس ہو گئے تو اسماء کی غیر موجودگی میں خرم سلطان کے پاس ہوتا تھا اور یہ کوشش کرتا تھا کہ بوبو کے پاس سوئے لیکن سلطان اپنے کمرے میں سلا کر سوئے ہوئے کو اٹھا کر اسماء کے کمرے میں لے جا کر لٹا دیا کرتی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد خرم صاحب اٹھ جاتے تھے وہ پہلے اپنی بوبو کے کمرے میں

Marfat.com

جاتے اور جب یہ دیکھتے کہ وہ سو رہی ہیں تو میرے کمرے کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو جاتے جہاں کہ میں پڑھتا تھا اور مجھ سے کہتے تائیاں میں آ جاؤں تو میں انہیں دیکھتا میں پوچھتا کہ بیٹا تمہیں نیند نہیں آ رہی تو یہ کہتا نہیں امی ابھی آئی نہیں ہیں اور بوبو سو رہی ہیں تو میں دیکھتا اس وقت رات کے 12 بجے ہوتے تو میں فوراً انکو اپنے پاس بلا کر لٹا لیتا اور یہ مجھ سے کاپی پینسل مانگتے اور خود بیٹھے بیٹھے اپنے خیال میں کچھ لکھتے ان کو دیکھ کر مجھے ان پر اتنا پیار آتا کہ میرا پڑھنا لکھنا تو ختم ہو جاتا اور میں ان کو کاغذ پینسل سے لکھوانے میں مشغول ہو جاتا جب اسماء 12 بجے اسپتال سے واپس آتی تو باہر کے دروازے میں چابی لگنے کی آواز آتی تو ان کو پتہ چل جاتا اور یہ امی کہہ کر دوڑ کر سیڑھیوں کی طرف جاتے اور میں ان کے پیچھے پیچھے ہوتا مجھے یہ ڈر لگتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سیڑھیوں پر سے لڑھک جائیں اور اسماء بھی آدھی سیڑھیوں پر بھاگ کر چڑھتی اور انہیں گود میں اٹھا لیتی اور پھر اپنے کمرے میں لے جاتی میں کہتا بیٹی یہ تیرا انتظار کرتا رہتا ہے میں سلطان سے کہتا جب تک اسماء نہیں آتی تم اسے اپنے بستر پر سلاؤ وہ کہتی یہ نہیں مانتا غرض یہ ان کی ادائیں تھیں اور یہ اکثر جب شام میں اسماء کی ڈیوٹی نہ ہوتی اور دوپہر میں آ جاتی تو خود اپنے ہاتھ سے دونوں کو کھلاتی اور دنیا بھر کی چیزیں پکاتی۔ سلطان کہتیں آخر تیرا ارادہ کیا ہے۔ انکا پیٹ کہاں تک بھرے گی یہ موٹے ہو جائیں گے۔ مناسب غذا ان کو دینی چاہیئے تو اسماء کہتی خالہ جی میرے بچے بہت دبلے ہیں میں چاہتی ہوں کہ ان کو سب کچھ کھلا دوں تا کہ یہ صحت مند ہو جائیں اور جب بھی بازار سے آتی تو کھلونے پر کھلونے لے کر چلی آتی کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ یہ کوئی چیز نہ لاتی ہو خرم کو کھلونوں کا بہت شوق تھا اور یہ انہیں میں لگا رہتا تھا ایک دن ایک نئی بات دیکھنے میں آئی کہ میں جب بھی لندن چلا جاتا تھا اور لندن واپسی پر شام کو دیر سے آتا تو 9 `10 بج جاتے تھے ایک دن جب میں واپس لوٹا تو میں نے دروازے پر دستک دی خرم صاحب نے دوڑ کر دروازہ کھولا اور کھولتے ہی مجھ سے

Marfat.com

بولے کہ تائیاں میرا سبق سن لیجئے تو میں نے کہا کیسا سبق تو پھر کہنے لگے کہ آیئے میرا سبق سن لیجئے تو میں نے دیکھا ان کی بوبوان کو کوئی انگریزی کی کتاب پڑھا رہی ہیں تو میں نے داخل ہوتے ہی پوچھا بھئی یہ کیا کر رہی ہو تو وہ بولیں میں اس کو ایسے ہی دو تین چھوٹی چھوٹی انگریزی کی کتابیں پڑھا چکی ہوں جو میں چھوٹے بچوں کو Touch System سے پڑھاتی ہوں میں نے کچھ اس system سے یاسمین کو جب وہ چھوٹی تھی پڑھانا شروع کیا تھا اور اس نے بہت جلدی پڑھنا Pick up کر لیا تھا یہ سن کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور میں نے سلطان سے کہا بھئی تم اتنے چھوٹے بچے کے دماغ پر ابھی سے اتنا بوجھ کیوں ڈالتی ہو؟ تو خرم صاحب بیچ میں بولے کہ تائیاں پہلے میرا سبق سن لیجئے تو میں نے دیکھا خرم صاحب نے اپنی انگریزی کی کتاب کھول رکھی تھی جس پر انگریزی کے چھوٹے چھوٹے جملے لکھے ہوئے تھے' انہوں نے ہر جملے کو ہر لفظ کو اس کے صحیح تلفظ سے پڑھنا شروع کیا میں نے یہ دیکھنے کیلئے کہ کہیں انہوں نے یہ جملے رٹ تو نہیں لئے ہیں میں نے بیچ سے کتاب کھولی اور ان سے پڑھوانے کی کوشش کی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس نے یہ جملے اور ہر لفظ کو صحیح صحیح پڑھ کر سنا دیا میں نے ان کو گلے سے لگالیا اور پیار کیا اس وقت ان کو بوبیٹھی مسکرا رہی تھیں میں نے ان سے کہا بھئی سلطان ابھی جلدی نہ کرو مجھے بہت خوشی ہوئی اور کہا کہ وہ دن دور نہیں کہ یہ جلد از جلد سب کچھ پڑھنے لگ جائے گا بہت ہی ذہین بچہ ہے۔ ایک دن اتفاق سے اسماء ڈرائنگ روم میں اسے کچھ کھلا رہی تھی سلطان باورچی خانے میں کھانا پکا رہی تھیں ٹی وی لگا ہوا تھا خرم متواتر ٹی وی دیکھ رہے تھے انہوں نے سنا کوئی Prince Of wales بھی لندن میں ہوتا ہے۔ تو انہوں نے سب سے پہلے اپنی امی سے پوچھا کہ امی یہ ویلز کہاں ہے امی کو بھلا یہ کہاں معلوم تھا کہ wales کہاں ہے یا اسکاٹ لینڈ کہاں ہے اسماء نے ایک آدھ مرتبہ ان سنی کر دی جب خرم نے ضد کی کہ بتائیں امی ویلز کہاں ہے تو انہوں نے کہا کہ جاؤ اپنی بوبو سے پوچھو یہ دوڑ کر بوبو کے پاس گئے

Marfat.com

اور اپنی بوبو سے پوچھا کہ بوبو یہ ویلز کہاں ہے اگر چہ ان کی بوبو اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں لیکن جغرافیہ سے ناواقف تھیں انہوں نے بھی ٹالا اور پھر خرم نے سیڑھیوں کے پاس آ کر مجھے آواز دی کہ تایاں مجھے یہ بتایئے یہ ویلز کہاں ہے میں اوپر پڑھ رہا تھا میں نے نے پوچھا بیٹے کیا بات تو کہنے لگے کہ نہ امی بتاتی ہیں اور نہ بوبو بتاتی ہیں میں نے پوچھا کیا تو کہنے لگے ویلز کہاں ہے مجھے ہنسی بھی آئی تو میں نے کہا کہ اچھا بیٹا نیچے سے بڑا سا نقشہ اٹھا لو اور میں نیچے آتا ہوں تھوڑی دیر بعد یہ گئے اور نقشہ اٹھا لائے میں سیڑھیوں سے نیچے اترا اور نقشہ ان کے سامنے کھولا اور ان کو سمجھایا دیکھو یہ پورا برٹش آئرز (Isles) کہلاتا ہے جس کے بائیں طرف آئر لینڈ ہے اور دائیں طرف انہی کے اوپر انگلینڈ ہے اسکاٹ لینڈ ہے ان کو صوبہ کہا جا سکتا ہے اور بائیں ہاتھ کو جو حصہ ہے اسے ویلز کہتے ہیں تم پڑھ سکتے ہو انہوں نے پڑھ کر بھی دیکھ لیا غرض یہ کہ جب انہوں نے دیکھ لیا تو اسکاٹ لینڈ وغیرہ سب مل کر انگلینڈ کہا جاتا ہے تو پھر انہوں نے دوسرا سوال کر ڈالا اور کہنے لگے کہ اب یہ بتایئے کہ پرنس آف ویلز کو پرنس کیوں کہتے ہیں اس پر میں نے ان کو بتایا کہ ویلز کے لوگوں کو برطانیہ میں شامل رکھنے کیلئے اور ان کو خوش رکھنے کیلئے یہ شروع سے ایک روایت چلی آ رہی ہے کہ ملکہ یا بادشاہ کو جو بیٹا یا بیٹی ہوتی ہے جو ملکہ بننے والی ہوتی ہے تو اس کو ویلز کی پرنس کہا جاتا ہے خیر کچھ ان کی سمجھ میں آیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ یہ کس قدر معلومات حاصل کرنے کا شوق رکھتا ہے جو بہت سی باتیں ٹی وی پر دیکھتا ہے تو انہیں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ کہاں ہے اور کیوں ہے یہ بہت ہی اچھی بات تھی جو ان میں پیدا ہو رہی تھی اسماء بیٹھے بیٹھے ہنس رہی تھی میں نے اسماء سے کہا کہ بیٹا اس پر سے نظر اتارا کرو، شاپنگ کیلئے جب ان کی امی ساتھ لے جاتی تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہتی کہ نہ جانے امی آج ہم کو کتنے کھلونے دلائیں گی اور جو مرضی آئے گی ہم خریدیں گے۔ میں نے شروع سے ہی اندازہ لگایا کہ اس کا ٹیسٹ بہت ہی اچھا تھا اور اچھی چیز پر ہی اس کی نظر جاتی تھی اور گھٹیاں

Marfat.com

چیزوں کو یہ کبھی پسند نہیں کرتا جب شاپنگ کو جاتے تو دنیا بھر کی چیزیں انہیں نظر آتیں بڑے بڑے اسٹور بھرے نظر آتے غرض یہ کہ جب دیکھتے تو ان کی نظر ہمیشہ اچھی اعلیٰ اور قیمتی چیز پر پڑتی اور ان کی امی ان کو وہ چیز دلا دیتی تھیں۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ جب بوبو ساتھ ہوتیں تو یہ گھبراتے کہ بوبو تو اتنی قیمتی چیز نہیں لے کر دیں گی اور چھوٹی موٹی چیز لے کر ان کے ہاتھ میں تھما دیں گی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ تھوڑے دن بعد یہ وہ کھول کر رکھ دے گا اور توڑ دے گا۔ بلی ساتھ ہوتی تو جو اسے دلاتے لے لیتی کبھی اچھی چیز لینے کی ضد نہ کرتی لیکن یہ اچھی سے اچھی چیز لینے کی کوشش کرتے اور شاپنگ کے لئے بوبو کے ساتھ جانا Avoid کرتے، بوبو بھی یہ بات سمجھتی تھیں اور ان کی اس حرکت پر مسکراتی تھیں اور اکثر کہتی کہ چلو بیٹا جو تو کہے گا دلوادوں گی۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ جب بوبو ان کی امی اور بلی کو لے کر جاتیں تو یہ کچھ کہہ کر ٹال دیتے کہ میں تائیاں کے ساتھ رہوں گا جب بوبو نکل جاتیں تو یہ چپکے سے مجھ سے کہتے کہ چلیں تائیاں اب ہم شاپنگ کو چلتے ہیں انہیں یہ اندازہ تھا کہ میں تائیاں کے ساتھ جاؤں گا تو تائیاں جس چیز پر میں ہاتھ رکھوں گا مجھے دلا دیں گے۔ اسکی عقل مندی دیکھیں، اللہ اس کی عمر دراز کرے کہ جب شاپنگ کو چلتے تو یہ مجھ سے پوچھتے کہ تائیاں آپ کے پاس پیسے ہیں تو میں کہتا کہ ہاں بیٹا بہت ہیں اور پھر ہم دونوں تیار ہو کر بس اسٹینڈ پر جا کر کھڑے ہوتے اور ہم شاپنگ سینٹر پہنچ جاتے کبھی یہ کہتے ادھر چلیں اور کبھی ادھر گھومنے جب چیز پسند کرتا تو دیکھتا کہ اتنا قیمتی خریدوں کہ تائیاں کی جیب میں کچھ پیسے بچ جائیں تو ان کی یہ ادا مجھے پسند آتی حالانکہ میں یہ کہتا کہ بیٹا جو تیری مرضی آئے لے لے۔ پیسے کی پرواہ نہ کرو اس لئے کہ اللہ میاں نے ہم کو تیرے لئے بہت کچھ دے دیا ہے۔ واپس لوٹنے کے بعد میں ساری بات اسکی ماں سے کہتا تو وہ ہنستی اور مجھ سے کہتی کہ خالو میاں آپ مجھ سے پیسے لے جایا کریں میں کہتا نہیں بیٹی ابھی میرے پاس پیسے ہیں میں خرم کو خوش دیکھ کر خوش ہوتا۔

Marfat.com

جہاں تک مجھے یاد ہے لندن میں خرم کی دو سالگرہ منائی گئیں ببلی کو تو پہلے ہی اسکول میں داخل کروا دیا گیا تھا خرم کو بھی ببلی کے اسکول میں داخل کر دیا گیا اسماء داخل کر کے آئی تھی تو خرم کو پہنچانے اور لانے کا سوال تھا پہنچانے کو تو اسماء اپنی گاڑی میں پہنچا دیتی تھی لیکن لینے کیلئے بوبو جاتی تھیں۔ جب چھٹی کا وقت ہوتا تو ان کی بوبو اسکول پیدل پہنچتی اور انکو واپس لے آتیں کبھی کبھی راستے میں ان کی بوبو ان سے پوچھتی کہ بیٹا بھوک لگی ہے کچھ کھاؤ گے تو یہ کہتے ہاں تو راستے میں سلطان انہیں کچھ نہ کچھ کھلا دیتیں۔ ایک مرتبہ ان کی اسکول کی مس نے ان کی امی کو فون کیا کہ خرم اسکول میں کھیل رہے تھے اور گر پڑے ہیں اور رو رہے ہیں پھر کیا تھا ہم سب لوگ دوڑ پڑے انکو جا کر دیکھا سمجھایا اور دلاسہ دیا' سلطان نے کہا کہ کھیل میں تو گرتے ہی ہیں اور کہا کہ اب اس کو گھر لے چلو میں نے کہا نہیں اس کی طبیعت اسکول سے اچاٹ ہو جائے گی اور اسکول آنے سے ڈرنے لگے گا میں نے اسماء سے کہا کہ بیٹا اس کو لے جا کر اسکی کلاس میں بٹھا دے اور بتا دے کہ ہم لوگ باہر بیٹھے ہیں جب تمہارے اسکول کی چھٹی ہوگی تو ہم تمہیں گھر لے چلیں گے تو رونے کے بجائے انہوں نے مسکرانا شروع کر دیا اور اسماء نے انہیں گلے لگا لیا اور اس نے بھی سمجھایا کہ بیٹا کھیل کود میں تو گرتے ہی ہیں اس کے بعد چھٹی میں ہم انہیں گھر لے آئے۔ اس کے بعد میں نے کئی مرتبہ دیکھا کہ ڈاکٹر مہتا کے لڑکے کے ساتھ اور ایک ڈاکٹر کی لڑکی کے ساتھ جب یہ کانج سے باہر کھیلتے تو گر جاتے اور خود ہی کھڑے ہو جاتے میں ان کو دیکھتا رہتا لیکن کبھی ان کو اٹھانے کی کوشش نہیں کرتا اور یہ کوشش کرتا کہ یہ خود اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔

آخر کار اسماء نے آخری مرتبہ امتحان پاس کر لیا' وہ بہت خوش تھی اور اس نے واپسی کی تیاریاں شروع کر دیں کہ چلو اتنے عرصے بعد ہم پاکستان جائیں گے ہم سب بہت خوش تھے واپسی پر اتفاق یہ ہوا کہ مجھے چونکہ Law Socity نے بطور سولیسٹیر کے Transfer کر دیا تھا مجھے امید تھی کہ میں اپنا دفتر کھول لوں گا اور مجھے

Marfat.com

ٹریننگ کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی اور صرف مجھے اکاؤنٹ کا پیپر پاس کرنا پڑے گا چونکہ میرا تجربہ بہت تھا مجھے خاص طور پر لاء سوسائٹی (law Society) نے اجازت دی تھی لہٰذا مجھے کچھ دنوں لندن میں ٹھہرنا تھا اور سلطان کو بھی میرے ساتھ لندن میں ٹھہرنا پڑا۔ جب اسماء کی روانگی کا وقت آیا تو اس نے بھاگ دوڑ کر ساری تیاری کی اور سارے سامان کی پیکنگ کروائی اور ہم اس کو لے کر ایئرپورٹ پہنچے۔

جب ہم اسماء کو ایئرپورٹ چھوڑنے کیلئے گئے اس سے پہلے ہم نے طاہر میاں کی مدد سے ایک چھوٹا سا کمرہ لے لیا تھا۔ خرم صاحب بہت خوش تھے کہ چلو ہم سب پاکستان جارہے ہیں اور امی بھی ساتھ ہیں لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ تائیاں اور بوبو کچھ عرصے کے لئے لندن میں رہیں گے۔ جب فلائٹ کے وقت اسماء نے ٹکٹ چیک کروالیا اور اندر داخل ہوگئی تو خرم نے دیکھا کہ بوبو اور تائیاں نہیں ہیں تو یہ رسی تڑا کر باہر آ گئے اور آواز دینے لگے کہ بوبو تائیاں آیئے' اتنے میں اسماء آ گئی اور مسکرانے لگی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اور انہیں بہلا کر اندر لے گئی میں نے ان سے کہا کہ بیٹا آپ لوگ چلیں ہم آتے ہیں اس پر میرا دل بہت کڑھا' سلطان بھی رونے لگیں کہ اب یہ اکیلا جائے گا روئے گا اور اسماء کو تنگ کرے گا۔ اسماء بتاتی کہ راستے بھر اس نے مجھے تنگ کیا اور روتا رہا اور کہا کہ بوبو اور تائیاں کو کیوں نہیں لائیں اور ان کو کیوں چھوڑ آ ئیں۔

ہم تقریباً ایک ماہ رکے ہونگے کہ اس دوران میں اسماء کا خط آیا کہ خرم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' بخار' نزلہ' کھانسی ہے اور آپ لوگوں کو بہت یاد کرتا ہے بس پھر کیا تھا سلطان رونے لگیں کہ ناصر میں واپس جاؤں گی میرا بچہ بیمار ہے میری سیٹ بک کراؤ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ میں نے دوسرے دن جا کر 9 مئی 1978ء کو سلطان کی سیٹ بک کروائی اور واپس روانہ کیا جب ہم سلطان کو ایئرپورٹ چھوڑنے کیلئے گئے تو طاہر میاں اور ان کی بیٹی ایمی بھی ساتھ تھی اور بیٹی بھی بعد میں سلطان سے مانوس ہوگئی تھی ہم سب نے سلطان کو See Off کیا اور ہم واپس لوٹ آئے۔

Marfat.com

جون ڈی

لوٹنے کے بعد مجھے اپنے کمرے میں بہت تنہائی محسوس ہوئی' طاہر میاں نے ہماری ملاقات اس مالکن سے کرادی تھی جس کا مکان تھا جس کا کمرہ ہم نے لیا تھا۔ اسکو ہم آپا کہا کرتے تھے ایک کمرے میں وہ میاں بیوی رہتے تھے اور ایک کمرہ مجھے دیدیا تھا اوپر کی منزل میں ایک سکھ رہا کرتا تھا اور نیچے میں اسکے میاں عبدالرزاق مجھے نام یاد ہے بڑی ہی محبت کرنیوالا انسان تھا' جب وہ شام کو اپنے کام سے واپس آئے تو اپنی بیوی سے کہتے جاؤ میاں صاحب کو بلالاؤ میں ان کے سات کھانا کھاؤں گا۔ میں جاتا اور کہتا میں نے کھانا کھالیا ہے آپ کھایئے وہ کہتے ہیں آپ میرے ساتھ بیٹھیں باتیں کریں گے آپ جیسے آدمیوں کا ساتھ کہاں نصیب ہوتا ہے تو میں ان سے گپ لگاتا۔ ان دنوں میری دوستی میرے لندن کے دوست بیرسٹر شمس الحق سے تھی وہ میرے پاس آتے رہتے تھے۔

میری دوستی دو اور اچھے لوگوں سے ہوگئی ایک جمیل افگر تھے اور دوسرے نواب نیرّ قدر تھے جو لکھنؤ کے حکمران واجد علی شاہ صاحب کے پڑپوتے تھے انکا نام نیرّ قدر تھا۔ سلطان کی موجودگی میں اور ان کے پاکستان واپس جانے کے بعد ہم چاروں دوست میں' جمیل افگر' شمس الحق اور نیرّ قدر اکثر اکٹھے رہتے اور ساتھ کھانا کھاتے تھے اور ہم نے نیرّ قدر کے گھر کو اپنے ملنے کی جگہ بنالیا تھا' سلطان کے جانے کے بعد میں جون تک لندن میں رکا رہا کہ میں اندازہ لگاسکوں آیا میں لندن میں رک سکتا ہوں یا نہیں اور حالات کا جائزہ لیتا رہا اور Lincon In کے چکر لگاتا رہا اور لوگوں سے ملتا رہا' اس زمانے میں میرے علی گڑھ کے ایک دوست جون ڈی بھی لندن میں رہا کرتے تھے انہیں معلوم ہوا کہ لندن میں ہوں بس پھر کیا تھا انہوں نے مجھے پکڑ لیا' وہ کسی زمانے میں علی گڑھ اولڈ بوائز مسلم یونیورسٹی میں ہاکی کے کپتان بھی رہے تھے اور مجھے بہت چاہتے تھے اس لئے کہ وہ میرے کھیل پر فدا تھے اور اکثر لوگوں سے کہا

Marfat.com

کرتے تھے کہ ہاں اگر تمہیں ہا کی دیکھنی ہے تو ناصر کو کھیلتا دیکھو بس پھر کیا تھا کہ جون ڈی صاحب جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ Wimbildon کے مکان میں رہا کرتے تھے ہم لوگوں کو اپنے گھر بلا لیا کرتے اور خوب کھلاتے پلاتے ان کی بیوی بھی بڑی نیک اور مہمان نواز عورت تھی وہ اپنے میاں کی وجہ سے علی گڑھ والوں پر ان کے کھلانے پلانے پر بہت خوش ہوا کرتی تھیں۔ اب جب ہم چاروں دوستوں کی محفل جون ڈی کے گھر پر ہوتی جس میں میں، جون ڈی، جمیل افگر، بیرسٹر شمس الحق اور مظفر علی جب ان کے گھر پر جمع ہوتے تو ہم یہ اسکیم بناتے کہ یار لندن میں علی گڑھ Old boys Association جو قائم ہو چکا ہے اس کو کیسے ترقی دی جائے بس پھر کیا تھا سب نے یہ طے کیا کہ بھئی لندن علی گڑھ old boys کا ایک قانون بنانا چاہئے جس کی ذمہ داری میرے سر ڈال دی گئی اب ہمارے دوست جون ڈی صاحب لندن علی گڑھ اولڈ بوائز کے صدر بن چکے تھے اور انہوں نے ایک بہت بڑا جلسہ کیا اور اس میں وہ دستور پڑھ کر لوگوں کو سنایا اور پاس کرایا۔ جون ڈی صاحب جو کہ اب علی گڑھ اولڈ بوائز کے صدر بن چکے تھے وہ اور جمیل افگر دونوں مجھے پکڑ کر بیٹھ گئے کہ ناصر ہم تمہیں واپس نہیں جانے دیں گے جون ڈی نے کہا کہ اب پیارے تم یہیں اپنی پریکٹس شروع کرو اور ہوم آفس سے اجازت لینے کی پوری پوری کوشش کرو میں ہوم آفس کے لئے تمہارے پیسے کی تمام ذمہ داری لینے کیلئے تیار ہو تم میری تمام جائیداد ہوم آفس کے لئے گروی رکھ دو اب میں تمہیں ایک 5000 ہزار پونڈ کا چیک لکھ دیتا ہوں وہ اپنے Bank Account میں ڈال لو اور اب جبکہ تمہارا تبادلہ Law Society نے باحیثیت سولیسٹیر کے کر دیا ہے تیری پریکٹس خوب چلے گی اور تیرے تجربے کے مقابلے میں کوئی ہندوستانی، پاکستانی یا بنگلہ دیشی نہیں ٹھہر سکے گا تجھے جتنے پیسے لینے ہیں تو مجھ سے لے لے۔

مگر میں اپنی طبیعت سے مجبور تھا میں اپنے دوست سے 5000 پونڈ لوں یہ میرا

Marfat.com

ضمیر گوارا نہ کرتا تھا جب ہوم آفس نے دیکھا کہ Law Society نے میرا تبادلہ بحیثیت سولیسٹیر کے کر دیا ہے تو انہوں نے مجھے لکھا کہ اب آپ اپنی مالی حیثیت کا ثبوت دیں جون ڈی نے اپنی ساری پراپرٹی اور مکان بطور ضمانت کے ہوم آفس کو پیش کر دیا اور کوئی تعجب نہ تھا کہ وہ مجھ کو بحیثیت سولیسٹیر کے لندن میں پریکٹس کرنے کی اجازت دے دیتے' اتفاق کی بات ہے کہ میں اکاؤنٹ کا پرچہ پاس نہیں کر سکا اور اس میں دو مرتبہ فیل ہو گیا اس پرچہ میں میں نے دیکھا کہ کچھ سوال حساب کے ایسے آتے تھے جو مجھ سے حل نہ ہو سکے۔ جب میں دو مرتبہ اکاؤنٹس کے پرچے میں فیل ہو گیا تو مجھے کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی کیونکہ میں جانتا تھا کہ میں اگلی مرتبہ اسکو پاس کرلوں گا لیکن میں لندن میں سلطان کے جانے کے بعد اکیلا رہ گیا تھا اگر ہوم آفس مجھے اجازت دے دیتا تو میں سلطان کو واپس لندن بلا لیتا اور سلطان کے ساتھ خرم آجاتا اور خرم کیلئے اسماء مجھ سے کئی بار کہہ چکتی تھی کہ خالو میاں اگر آپ کو لندن میں وکالت کی اجازت مل گئی تو میں خرم کو پڑھنے کیلئے آپ کے اور خالہ بی کے ساتھ لندن چھوڑ دوں گی اور آپ اس کو Eaten یا Harrow اسکول میں داخل کر دینا مجھے یقین ہے آپ دونوں اسکے پڑھنے لکھنے کا بڑا اچھا انتظام کرلیں گے لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا میں نے جون ڈی سے کہا کہ یار مجھے ایک مرتبہ واپس جانے دے اور میں پھر آجاؤں گا تو وہ کہتا تھا کہ یار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں تیرے بغیر لندن میں نہیں رہ سکوں گا کیونکہ اب مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے علی گڑھ کے دوستوں میں سے ایک مخلص دوست میری پکڑ میں آ گیا ہے میں یہ بھی کہتا چلوں کہ جب ہوم آفس نے مجھے اجازت دینے سے انکار کر دیا تو میں نے اس کی اپیل بھی ہوم آفس کے اپیل کورٹ کے سامنے کر دی تھی اور اپنی اس اپیل کو میں نے ہوم آفس کے جج کے سامنے خود Argue کیا تھا اور اس آرگیومنٹ (Arguement) میں' میں نے کھڑے ہو کر ہوم آفس کے بیرسٹر اور سولیسٹیر دونوں کو اس قدر بری طریقے سے انکا مذاق اڑایا

Marfat.com

اور شرمندہ کیا کہ وہ بہت نادم ہوئے اور میری بحث کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ہوم آفس نے کیسے میرے کیس پر اچھی طریقے سے غور نہیں کیا مجھے کبھی برطانوی انصاف سے ایسی امید نہ تھی کہ جب میں 20 سال سے برطانیہ کا بیرسٹر ہوں اور یہاں 6-7 سال رہ چکا ہوں اور ہائی کورٹ کے رولز پر میرا نام ہے۔ اگر میں چاہتا تو اس زمانے میں مجھے Nationality مل سکتی تھی اور پریکٹس کی اجازت ہوتی اگر میں اس وقت پریکٹس اسٹارٹ کر دیتا جبکہ میں نے آج سے 20 سال پہلے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا تھا۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ میرے پاکستان لوٹنے کے بعد برطانیہ کے ہوم آفس نے آخر کار اپنی غلطی تسلیم کی اور انصاف سے کام لیا اور مجھے پاکستان لکھ کر بھیجا کہ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کے معاملے میں غلط فیصلہ کیا تھا اور ہم اب اس کو واپس لیتے ہیں ہوم آفس کا یہ خط میرے ریکارڈ میں اب بھی موجود ہے۔ نواب نیئر قدر نے کہا کہ میرا پورا فلیٹ خالی ہے کمرہ لے لو اور آپ جو کرایہ دیتے ہیں آپ کو بچ جائے گا اور خرچہ کی بھی پرواہ نہ کرو اور تھوڑے دنوں میں اتنی آمدنی ہونے لگے گی کہ آپ کو ہم سے پیسے کی ضرورت نہیں ہوگی ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ آپ لندن میں رہیں۔

پہلے تو میری طبیعت یہ چاہتی تھی کہ میرے جو دوست بیرسٹر تھے ان کو مقدمات نہیں ملتے تھے اور ان کو قانون بھی اتنا نہ آتا تھا تو میں بھی یہ چاہتا تھا کہ اگر میں لندن رک گیا اور دفتر بنالیا تو میں ان کی کچھ نہ کچھ مدد ضرور کرتا رہوں گا۔ خاص طور سے بیرسٹر شمس الحق پر اتنا رحم آتا تھا کہ جس نے اپنی زندگی کا سارا حصہ لندن کے فٹ پاتھ پر گھومتے ہوئے ہوٹلوں میں چائے پی کر گزار دیا اور اگر اس کو کہیں سے کیس ملنے لگتے تو وہ ایک اچھے بیرسٹر ثابت ہوتے کیونکہ میں نے دیکھا کہ وہ انگریزی بڑی اچھی بولتے تھے اور لکھنا بھی بڑا اچھا جانتے تھے بہت ہی پرخلوص اور محبت کرنے والے انسان تھے اس کے بعد میں نے سنا کہ وہ نائجیریا چلے گئے اور وہاں ان کو ملازمت مل

Marfat.com

گئی ہے بیچ میں وہ پاکستان آئے تھے میں نے بڑی کوشش کی کہ ان کو روک لوں لیکن وہ واپس لوٹ گئے اب نہ جانے وہ کہاں ہیں جہاں بھی ہیں خدا ان کو خوش رکھے۔ غرض یہ کہ میرے بہت سے دوست مجھے دانتوں سے پکڑنا چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ میں لندن میں رک جاؤں لیکن میں پاکستان میں اپنے لوگ چھوڑ کر آیا تھا میرے سر پر کچھ ذمہ داریاں تھیں نہ جانے وہ کس حال میں ہوں گے لہٰذا مجھے پاکستان لوٹنا پڑا۔

غرض یہ کہ جب میں نے پاکستان واپس لوٹنے کیلئے اپنی سیٹ بک کرائی تو میرے چاروں دوست بہت ہی غمزدہ ہوئے ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ کس طرح سے مجھے پاکستان جانے سے روک لیں جمیل افگر اور بیرسٹر شمس الحق نے آخر وقت تک جب مجھے ایئرپورٹ پر چھوڑنے آئے تو مجھے ایک کینٹین میں بٹھا کر اس بات کی کوشش کی کہ میری فلائٹ نکل جائے غرض یہ کہ جو قسمت میں لکھا تھا وہی ہوا اور میں 26 جون کی فلائٹ پکڑ کر کراچی پہنچا تو حسب معمول سلطان اور خرم صاحب ایئرپورٹ پر مجھ کو Recieve کرنے کیلئے موجود تھے وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خرم نے کہا تائیاں آپ آ گئے اگر آپ نہ آتے تو میں بوبو اور امی کو لے کر آپ کے پاس واپس لندن آ جاتا' میں نے خرم کو گود میں اٹھا لیا اور گھر واپس آ گیا۔

جب میں کراچی ایئرپورٹ پر پہنچا تو میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے یہ دیکھا کہ ان لوگوں کے علاوہ ایئرپورٹ پر میری واپسی کا خیر مقدم کرنے کیلئے میرے ماموں زاد بھائی محمد میاں بھی موجود تھے وہ مجھے دیکھ کر مجھ سے لپٹ گئے اور میں نے کہا کہ محمد میاں کیا خاص بات تھی کہ آپ مجھے لینے آئے تو مرحوم نے مجھ سے کہا کہ بھائی آپ کا وجود ہمارے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے میں اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ یہی کہتا رہا ہوں کہ جب ہم آپ کو دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ہمارا ایک بزرگ موجود ہے ماں باپ اس دنیا سے جا چکے ہیں بڑے بھائی بھی رخصت ہو گئے اور اب آپ کا ہم لوگوں کے ساتھ زندہ رہنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ میں

Marfat.com

نے جیسا کہ میرا طریقہ ہے جب میں کسی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں تو اس کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چومتا ہوں میں لوٹنے کو تو پاکستان لوٹ آیا اور 1978ء کے بعد میں نے آتے ہی اپنے دفتر جانا شروع کیا اور اپنا کام شروع کیا اور شام کو دفتر سے لوٹنے کے بعد خرم صاحب کو میں اور سلطان لئے پھرتے تھے اور جب ایک مقدمے کے سلسلے میں میں حیدر آباد میں ڈاکٹر نور محمد کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا تو مجھے صبح اخبار میں پڑھ کر بہت بڑا صدمہ ہوا۔ اخبار میں لکھا تھا کہ کل رات لندن میں علی گڑھ Old Boys کے صدر جون ڈی کا حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔ بس میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور مجھے اس قدر دھچکا لگا کہ جون ڈی کی وہ تمام باتیں محبتیں خلوص اور خلوتیں یاد آ گئیں جب وہ مجھ سے کہا کرتا تھا کہ ناصر تو یہیں ٹھہر جا میں اب تیرے بغیر نہیں رہ سکتا۔

Marfat.com

نصیحت

تو یہ تمہارے بچپن کے حالات کے کیسٹ میں نے ریکارڈ کئے تھے وہ میں اب اردو میں لکھوا کر چھپوا رہا ہوں تا کہ تمہارے پاس میری اور سلطان کی محبتوں کی امانت رہے لیکن بیٹے ہمیشہ یاد رکھنا ممکن ہے تائیاں اس دنیا میں ہوں نہ ہوں کہ تم اپنی صحت سے کبھی غافل نہ رہنا جبکہ تمہاری ذہنی ترقی کی بنیاد تمہاری جسمانی تندرستی پر ہو گی۔ کھیل اور ورزش کا ہمیشہ خیال رکھنا تا کہ تمہارے ہاتھ پیر اور دوران خون جسم میں ایسا رہے کہ تمہارے جسم کا ہر حصہ پوری نشو ونما پا سکے اور مضبوط نوجوان بن کر دنیا کے سامنے آ ؤ تمہارے سامنے تمہارے تائیاں کی مثال موجود ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے کھیل کود اور ورزش کی وجہ سے اتنی بڑی زندگی عطا فرمائی اور تندرستی سے نوازا باقی مزید کچھ کہنے کا وقت نہیں ہے اور نصیحت کرنے کا وقت ہے لیکن پھر بھی میرے لئے چند باتیں تمہارے کان میں ڈالنی ضروری ہے چاہے تم یاد رکھو یا نہ رکھو جو میری زندگی کا خاصہ رہی ہیں مثلاً یہ کہ تم کبھی سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور زندگی میں ہمیشہ ایمانداری اور دیانت سے کام لینا ہر ایک کے ساتھ خلوص سے پیش آنا جہاں تک ہو سکے لوگوں کی مدد کرنا اور اپنے ماں باپ کی جتنی خدمت ہو سکے کرنا اور اپنی بہن کا ہمیشہ خیال رکھنا اسکا ساتھ نہ چھوڑنا اپنے عزیزوں کے ساتھ خلوص اور محبت سے پیش آنا وہ تمہیں بہت چاہتے ہیں اور ایسا رسک کبھی نہ لینا کہ جسم کے کسی حصے میں نقص پیدا ہو۔ اس کی بنیادی ضرورت یہ ہے کہ ورزش سے کبھی غافل نہ رہنا۔ اب بھی میں دیکھتا ہوں کہ کبھی تمہارے پیٹ میں درد ہے اور کبھی بخار آ رہا ہے میں تم سے کئی بار کہہ چکا ہوں کہ اللہ میاں کا مجھ پر کتنا احسان تھا کہ پانچ پانچ' چھ چھ سال تک مجھے کبھی بخار تک نہ آیا اس لئے کہ میں نے علی گڑھ کے زمانے میں کھیل کود میں شرکت بہت کی لیکن اتنا ہی میں پڑھتا تھا اور کبھی میں نے پڑھنے میں کوتاہی نہیں کی لیکن تمہارے تائیاں اس زمانے میں اتنے ذہین نہیں تھے جتنا کہ اب اللہ نے ان کو ذہن اور یادداشت سے

Marfat.com

نواز رکھا ہے۔

یاد رکھو وہ وقت دور نہیں ہے کہ اگر تمہاری تندرستی ٹھیک رہی تو لوگ یہ کہیں گے کہ یہ بچہ جینئس ہے خدا کرے وہ دن آئے کہ تم تندرست رہو اور جینئس کہلاؤ (آمین)۔

میری دلی خواہش ہے کہ میں دنیا میں رہوں یا نہ رہوں زندہ رہوں یا نہ رہوں تم بوبو کو سنبھالنا ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑنا کیونکہ انہوں نے تمہاری بڑی امی اور ڈیڈی کا ساتھ دیا ہے اور ان کی خدمت کی ہے اور تمہاری امی اور خالہ اور مما کو گودوں میں کھلایا ہے اور اتنی مصیبت سے انہوں نے وقت کاٹا ہے میں ان کو اتنی خوشیاں نہیں دے سکا لیکن میرے بعد ہو سکے تو تم اپنی بوبو کو کبھی نہ بھولنا اور یہ بھی تم کو بہت چاہتی ہیں اور ان کی ساری زندگی کا مقصد اب سوائے تمہارے اور کوئی نہیں ہے بوبو کو بڑھاپے میں تمہاری ضرورت ہوگی لیکن تم ان کا ساتھ نہ چھوڑنا اور کبھی انہیں اپنے سے جدا نہ کرنا یہ بھی کہتا چلوں کہ بیٹا سکھ ہو یا دکھ ہو تم زندگی میں ہمیشہ ہمت سے کام لینا اور تمہیں زندگی میں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے سوائے اللہ کے' اللہ کی عبادت کرتے رہنا اور کبھی بھی کسی کام کے کرنے سے (جس کو تم یہ سمجھو کہ یہ ضروری ہے اور لوگوں کو فائدہ پہنچے گا) ضرور اس کو کرنا اور سرخروئی کے ساتھ انجام دینا اور بیٹے یہ بھی تمہارے کان میں ڈال دوں کہ تمہاری بڑی امی اور ڈیڈی نے جو جو کام تمہاری امی' خالہ اور مما کے تعلیم و تربیت اور بوبو کے بڑھاپے اور ان کا ساتھ دینے میں انجام دیئے وہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے بہت کم والدین ایسے ہوتے ہیں جو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر اس قدر توجہ دیتے ہیں اور میں نے خود دیکھا ہے کہ تمہاری بڑی امی اور ڈیڈی اس سلسلے میں کتنی دوڑ دھوپ کیا کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ جب تمہاری امی نے ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا تو اس کا کراچی میں داخلہ نہ ہو سکا اور یہ روتی تھی کہ میں تو صرف میڈیکل پڑھوں گی تو تمہاری

Marfat.com

بڑی امی اور ڈیڈی اس کو لے کر لاہور آ گئے اور میں نے سنا کہ نپولین بھائی کی مدد سے وہاں اس کا داخلہ فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں کرایا اور تمہاری امی نے بڑے اچھے نمبروں سے امتحان پاس کیا اب جو کچھ بھی تمہاری امی مما اور خالہ ہیں وہ سب کچھ تمہاری بڑی امی اور ڈیڈی کی بدولت ہیں تمہاری ڈیڈی اور بڑی امی بذات خود بڑی خوبیوں کے مالک تھے پڑھے لکھے اور تجربہ کار تھے ایک زمانہ میں تمہاری ڈیڈی علی گڑھ یونیورسٹی میں Training Collage میں پروفیسر تھے اور یہاں پر بھی اخبار میں Asistant Aditor کا کام کرتے تھے۔ بڑی اچھی انگریزی لکھتے تھے اور اتنی ہی اچھی اردو بھی لکھتے تھے بڑے اچھے ذہن کے مالک تھے اور تمہارے ننھیال میں جو کچھ بھی علم کی بدولت ہے وہ ان ہی دونوں دو ہستیوں کی بدولت ہے تمہاری بڑی امی نے تو پی ایچ ڈی بھی کر لیا تھا اور ایک بہت عظیم کتاب لکھی ہے جو کہ اردو گیت کے نام سے مشہور ہے۔ دونوں ہستیاں اب اس دنیا میں نہیں ہیں اور اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں لیکن مجھے اب بھی چلتے پھرتے نظر آتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اولاد نے ان بے مثال ہستیوں کو بھلا دیا اور ان دونوں کا مرنے کے بعد ساتھ دینے کے بجائے اس سرزمین کو بھی چھوڑ دیا کہ جس سرزمین میں دونوں دفن ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ تینوں اپنے اپنے حالات سے مجبور تھے اور اپنے ماں باپ کی سرزمین ہی سے نہیں بلکہ ایک دوسرے سے بھی بچھڑ گئے لیکن ان کی جائے رہائش اور مکان ان کو اب بھی ان کی یاد دلاتا ہے جہاں کہ سلطان جب کبھی یہ گھر بند ہوتا تھا دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر سے ہی کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ لیا کرتی تھیں لیکن اب یہ گھر خالی پڑا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اجڑ چکا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان تو اب بھی انہیں یاد کرتا ہے مگر انکی اولاد ان کو یاد کرنے کے لئے اب ان کے وطن میں موجود نہیں ہے اور اسی قدر تمہاری بوبو بھی ان کی اولاد کو اتنا ہی چاہتی اور محبت کرتی تھیں جتنا کہ اپنے بہن بھائی کو کرتی تھیں۔ میں اکثر تمہاری بوبو کی زبان میں صرف یہ پانچ لفظ سنا کرتا تھا

Marfat.com

بہن، نیاز بھائی، اسلم، اسماء، یاسمین یہ پانچوں ہستیاں ان کی زبان پر تھیں اور یہ پانچوں ہی ان کی زندگی کا سرمایہ تھیں مجھ سے اکثر کہا کرتی تھیں کہ ناصر جب ہم گرمیوں کی چھٹیوں میں نینی تال جاتے تھے تو پہاڑ پر درہم ہاؤس پر ٹھہرتے تھے۔ اس وقت امی بہت چھوٹی تھیں اور پیدل نہیں چل سکتی تھیں تو وہ کہتیں تھیں کہ میں اور آپا دونوں تمہاری امی کو گود میں لے کر درہم ہاؤس پر چڑھتے اور اترتے تھے اور ہم لوگ نیچے اتر کر اس نینی تال کی بڑی Lake کے کنارے بیٹھ جایا کرتے تھے تمہاری امی اتنی چھوٹی تھیں کہ پتھروں سے کھیلا کرتی تھیں اور تمہاری بوبو کہتی تھیں کہ میں اسماء کو آپا کے پاس بٹھا کر برابر ہی Skating Ring House میں چلی جاتی تھیں اور وہاں Skates کیا کرتی تھی جس کا مجھے بہت شوق تھا اور جب کھانے کا وقت ہوتا تو ہم دونوں پھر اسماء کو گود میں لے کر پہاڑ کے اوپر درہم ہاؤس جانے کیلئے چڑھا کرتے تھے سلطان کہا کرتی تھیں کہ جب میں تھک جاتی تھی تو اسماء کو آپا کو دے دیا کرتی تھی اور جب آپا تھک جاتی تھیں تو وہ اسماء کو مجھے دے دیا کرتی تھیں۔ بیٹے تمہارے ابو بھی بڑی خوبیوں کے مالک ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ لوگ ان کو سمجھتے نہیں فوج میں رہنے کی وجہ سے وہ ایک ریزرو انسان ہیں اور تنہائی پسند ہیں فوج میں رہنے کی وجہ سے وہ کبھی سوسائٹی میں نہیں رہے اور نہ انہوں نے سوسائٹی میں رہنا پسند کیا اور اب بھی یہ حالت ہے کہ وہ رسمی طور پر اپنے بہن بھائی سے ملتے ہیں لیکن کسی اور کو نہ اپنے قریب آنے دیتے ہیں اور نہ خود جانا پسند کرتے ہیں سوائے تمہارے تائیاں کے کہ جس کے پاس وہ ہر اتوار کو آتے ہیں۔

Marfat.com

سلطان کی بچوں سے محبت کی انتہا

اب میں کوشش کروں گا کہ جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے کہ میں خرم کے 4 سال کی عمر کے آگے کے حالات قلمبند کروں۔ یہ تو میں پہلے اوپر کہہ چکا ہوں کہ سلطان نے خرم کی ابتدائی پرورش کے سلسلے میں جس خلوص محبت اور تندہی سے کام کیا اس کا کوئی جواب نہیں اور ایسی مثال آپ کو کہیں دور دور نہیں ملے گی یہ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوتا رہا اور جس کے متعلق نیاز بھائی اور بھابھی بھی شاہد تھے جو اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔ اسماء تو اس زمانے میں ولایت میں تھی اس کو ان ابتدائی باتوں کا کوئی علم نہ تھا اور سعید چونکہ اپنی ملازمت کے سلسلے میں فوج میں تھے ان کو بھی غالباً اندازہ نہیں ہوگا کہ سلطان نے خرم کی ابتدائی پرورش میں اور سنبھالنے میں کس قدر بے مثال کام انجام دیا اور خدا مجھے معاف کرے مجھے یہ بات کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ اگر سلطان خرم کو اپنے سینے سے نہ لگاتیں اور میں ان کی اس خدمت گزاری میں ان کا ساتھ نہ دیتا تو شاید خدانہ کرے یہ بچہ آج اس دنیا میں نہ ہوتا۔

جب میں واپس لوٹا تو میں نے دیکھا کہ اسماء بچوں کو لے کر نیاز بھائی کے ساتھ ہی اوپر کی منزل میں رہا کرتی تھی اور لوٹنے کے بعد اسماء نے جو کہ اب جناح ہسپتال سے نوکری چھوڑ چکی تھی مختلف ہسپتالوں میں کام کرنا شروع کر دیا تھا ان میں ایک احسان کلینک تھا جو کہ نیشنل اسٹیڈیم کے پاس تھا دوسرا امام کلینک تھا جو کہ فیڈرل بی ایریا میں قائم تھا ایک تیسرا ہسپتال بھی تھا جو کہ اسماء کے پاس تھا جہاں کہ کبھی کبھی اس کو بلایا جاتا تھا ان تینوں ہسپتالوں میں کام کرنے کی وجہ سے اسماء کی اچھی خاصی آمدنی ہو جاتی تھی جو کہ اس کے جناح ہسپتال کی تنخواہ سے کہیں زیادہ تھی اور وہ آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھی اس دوران میں سعید نے آرمی سے ریٹائرمنٹ لے لیا تھا اور غالباً ضیاء الحق صاحب کا زمانہ تھا ریٹائرمنٹ لینے سے پہلے حکومت نے سعید کو ڈائریکٹر آف ایجوکیشن کے عہدے پر مامور کر دیا تھا اور جس کی وجہ سے فیڈرل

Marfat.com

گورنمنٹ کے جتنے اسکول تھے سعید کے Under میں تھے۔ سعید کے کراچی آنے سے پہلے جب اسماء نیاز بھائی بھابھی کے پاس رہتی تھی تو نیاز بھائی نے ببلی کو ایک اچھے اسکول میں داخل کر دیا تھا جہاں کہ وہ اس کو لینے اور چھوڑنے کے لئے جاتے تھے اور خرم صاحب بدستور اپنی ماں کے پاس رہتے تھے اور سلطان اسماء کی عدم موجودگی میں انہیں سنبھالتی رہتی تھیں۔ اس دوران میں اسماء گرمیوں کی چھٹی میں اپنے دونوں بچوں کو لے کر اکثر لندن کا چکر لگاتی رہتی تھی اور بچے خوش ہو جایا کرتے تھے اس دوران میں سعید نے ان دونوں کو Contonment پبلک اسکول میں داخل کر دیا تھا اور خود بھی اپنے رہنے کیلئے ایک بلڈنگ میں ان کے اسکول کے قریب گورنمنٹ کی طرف سے ایک فلیٹ لے لیا تھا جس میں اسماء بچوں کو لے کر رہا کرتی تھی یہ شاید 79ء یا 80ء کا زمانہ تھا اس دوران میں، میں نے یہ دیکھا کہ سلطان باوجود اپنی محبت کے خرم سے ملنے کیلئے رمیا پلازہ نہیں جاتی تھیں۔

سلطان خود یہ نہیں چاہتی تھیں کہ سعید اور اسماء کے تعلقات میں کوئی خرابی پیدا ہو اس لئے خود وہاں نہیں جاتی تھیں اور جب جمعہ کے روز اسماء بچوں کو لے کر اپنے ماں باپ سے ملنے کے لئے ناظم آباد میں آتی تھی تو وہ ان سے وہاں مل لیا کرتی تھیں میں یہ نقشہ بھی اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتا تھا کہ وہ اس مختصر عرصے میں کس قدر ان بچوں کے کھلانے پلانے میں اور آگے پیچھے رہا کرتی تھیں اور خاص طور پر اپنے بیٹے خرم کے لئے، خرم بھی ماشاء اللہ پانچ چھ سال کا ہو گیا تھا اور اس میں سمجھداری پیدا ہو گئی تھی۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ میرے ماں باپ بوبو اور تائیاں ہیں جنہوں نے مجھے شروع ہی سے پالا ہے وہ اس وقت تک چونکہ اسماء سے بہت ہی مانوس ہو چکا تھا اور قریب آ گیا تھا اور اس کو غالباً اپنی بوبو کی ابتدائی محبت اور پرورش کا علم نہیں تھا اس زمانے میں جب کبھی اسماء بچوں کو لے کر بھابھی نیاز بھائی کے ہاں آتی تھی تو یہ بچے ٹی وی کے سامنے بیٹھ جایا کرتے تھے اور ٹی وی دیکھا کرتے تھے جبکہ بھابھی اور سلطان

Marfat.com

اپنے دیرینہ ملازم انور علی اور شمسو کے ساتھ کھانے کی تیاری میں لگی رہا کرتی تھیں اور ڈیڑھ دو بجے کھانا کھانے کے بعد اسماء ان بچوں کو لے کر واپس رمیا پلازہ چلی جاتی تھی۔اس کے بعد سعید نے سخی حسن کے قبرستان کے پاس اپنے بھائی اظہار برنی کے کہنے پر ایک مکان خرید لیا تھا اور جس میں یہ سب لوگ بعد میں شفٹ ہو گئے تھے اس مکان میں جانے کے بعد بھی اسماء کا وہی طریقہ رہا کہ وہ ہر جمعے کے روز نیا بھائی بھابھی کے پاس ناظم آباد میں آتی تھیں اور اپنا آدھا دن اپنے بچوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کے ساتھ گزارتی تھی اور وہاں سلطان بھی ان سے مل لیا کرتی تھیں کبھی کبھی اسماء آتے وقت خرم کو سلطان اور میرے پاس ہمارے گھر ناظم آباد چھوڑ دیا کرتی تھی جہاں وہ اور سلطان ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوا کرتے تھے اور سلطان اس کو کھلانے پلانے میں لگ جایا کرتی تھیں اور اس وقت میں دیکھتا تھا کہ خرم میں پڑھنے کا شوق بہت پیدا ہو گیا تھا اور وہ آتے ہی سلطان کی الماری کی کتابوں کی چھان بین کرتا تھا اور پڑھتا رہتا تھا۔ جب سعید نے فوج سے ریٹائرمنٹ لے لیا تو سعید اور اسماء ان بچوں کو لے کر ولایت چلے گئے جہاں اسماء کو ایک اچھی ملازمت مل گئی اور وہ وہاں ایک ڈیڑھ سال رہے۔سعید اور اسماء نے بچوں کو ایک اچھے اسکول میں داخل کر دیا تھا اور یہ دونوں وہاں ایک دو سال تک پڑھتے رہے اس کے بعد سعید تو بیچ میں لوٹ آئے مگر اسماء کچھ دنوں بعد وہاں سے واپس آئی اور اس کا ہر سال یہ ہی طریقہ رہتا کہ وہ بچوں کو سیر کرانے کے لئے گرمیوں میں کچھ دنوں کے لئے ولایت چلی جاتی۔ جب ولایت سے لوٹنے کے بعد اسماء سعید نے مستقل طور پر سخی حسن کے مکان میں رہنا شروع کر دیا تو سلطان نے اپنی محبت کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا اور وہ یہ کہ سلطان صبح مجھے دفتر کے لئے بس A-Z میں بٹھا دیتیں اور خود ایک رکشہ پکڑتیں اور رکشہ میں بیٹھ کر سیدھی اسماء کے گھر پہنچ جاتیں اور جب تک بچے اسکول سے اپنی ویگن میں نہیں آتے یا خانسامہ نہیں آتا تو وہ گھر کے باہر ایک فٹ پاتھ پر بیٹھی رہتی تھیں اسماء اپنی ڈیوٹی پر ہسپتال

Marfat.com

میں ہوتی اور سعید اپنی ملازمت پر این ای ڈی کالج چلے جاتے۔ جب خرم ببلی دونوں اسکول کی وین میں واپس گھر آتے تو سلطان ان کے ساتھ گھر میں داخل ہوتیں اور ان بچوں کے ارد گرد گھومتی رہتیں اسی اثناء میں خانسامہ بھی آ جاتا اور وہ کھانا تیار کر دیتا۔ سلطان کا یہ معمول تھا کہ وہ خرم اور ببلی کو خود بٹھا کر کھانا کھلاتیں اور جب ان کا پیٹ بھر جاتا تو وہ فری ہو کر ادھر ادھر گھومنے لگتے اور ببلی اپنے کاموں میں لگ جاتی اور خرم صاحب اور ان کی بوبو ایک دوسرے کے ساتھ اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے۔ وہ خرم کو ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتی رہتی تھیں اتنے میں اسماء بھی آ جاتی اور وہ پکارتی کہ خالہ بی آپ کو کیا ہو گیا اتنی جان مارتی ہیں کھانا کیوں نہیں کھاتیں وہ بہانہ بناتیں کہ اسماء میں اپنے گھر ابھی چیز بنا کر آئی ہوں اپنے گھر جا کر کھالوں گی تم فکر نہ کرو اور مجھے ناصر کے لئے کھانا تیار کر کے دفتر لے جانا ہے بچوں کو کھانا کھلانے اور اسماء سے ملنے کے بعد سلطان کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ وہ دو بجے تک اس کام سے فارغ ہو کر اور اپنے خلوص محبت کی تسکین حاصل کرنے کے بعد باہر نکلتیں اور اسماء اور دونوں بچے پکارتے رہتے اور اس کو روکتے رہتے اور اسماء ان کے اوپر غصہ کرتی رہتی کہ خالہ بی آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں آپ شام کو جایئے گا تو سلطان مجھے بتاتی تھیں کہ وہ گھر سے نکل کر اگر ان کو کوئی رکشہ مل جاتا تھا تو وہ رکشہ میں بیٹھ کر گھر آ جاتی تھیں اگر رکشہ نہ ملتا تو وہ وہاں سے سو دو سو گز کا فاصلہ طے کر کے بس پکڑتی تھیں اور اپنے گھر آ جاتی تھیں اور وہ کہتی تھیں کہ سعید اپنے دفتر سے 3 بجے یا ساڑھے تین بجے تک واپس آتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں وہ یہ کوشش کرتی تھی کہ سعید کے آنے سے پہلے واپس آ جاؤں تاکہ میری موجودگی کی وجہ سے سعید کو اپنے بیوی بچوں کے معاملے میں کسی مداخلت کا احساس نہ ہو یہ سلسلہ کافی عرصے تک جاری رہا۔

اس دوران میں بھابھی کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ تقریباً پندرہ دن تک عباسی شہید ہسپتال میں ایڈمٹ رہیں۔ شکر ہے اس زمانے میں اسماء جرمنی میں تھی اور یاسمین

Marfat.com

کو ٹیلی فون کرنے پر کہ امی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے وہ پہلی فلائٹ سے بچوں کو لے کر پاکستان آ گئی۔ اس کے بعد وہ ٹھیک ہو کر آ گئیں اور میں بھی ہارٹ کی تکلیف کی وجہ سے عباسی شہید ہسپتال میں زیر علاج رہا۔ مجھے اصل میں قبض کی وجہ سے پیٹ کی تکلیف تھی جو کہ پیچش میں تبدیل ہو گئی تھی اور لوگوں کا خیال تھا کہ میرے دل پر اس کا پریشر پڑا ہے۔ ہسپتال والے مٹھی بھر کے مجھے گولیاں کھلاتے تھے کسی گولی نے اپنا اثر کیا اور میرے پیشاب میں جلن پیدا ہو گئی جب میں نے پکار مچائی تو بڑے بڑے ڈاکٹر اپنے شاگردوں کے ساتھ میرے کمرے میں آ گئے اور کہنے لگے کہ آپ کا Prestrate بڑھ گیا ہے اور معائنے کے بعد اس کا آپریشن کرنا پڑے گا۔ میں نے ان سب کے سامنے ان کو بڑی کھری کھری سنائیں کہ مجھے آپ نے دل کے مرض میں داخل کیا تھا اور اپنی مختلف دواؤں سے Prostrate کی تکلیف بھی پیدا کر دی اس کا کون ذمہ دار ہے ان دنوں میں میری یہ حالت ہو گئی تھی کہ میرا پاجامے میں پاخانہ نکل جاتا تھا اور انکو بدلنا پڑتا تھا۔ سلطان میرے تمام گندے پاجامے گھر لے جاتی تھیں انہیں دھو کر استری کر کے دوسرے دن لے آتی تھیں رات کو میرے پاس زیادہ تر میرے دفتر کے ایک وکیل غوث شاہ رہا کرتے تھے ان دنوں میں مرحومہ نے میرے پخانے بھرے پاجامے دھوئے۔

خرم کو جب پتہ چلا کہ تائیاں کو Heart Attak پڑا ہے تو اس نے اپنے تمام پیسے جو جمع کئے تھے وہ سب نکال کر اپنی امی کو دیئے دیئے اپنی امی سے کہا کہ امی بوبو سے کہیں میرے یہ پیسے میرے تائیاں کی دواؤں میں خرچ کریں سلطان نے اس کو سمجھایا کہ بیٹا میرے پاس بہت پیسے ہیں تو اس نے ضد کی میں نے سلطان سے کہا اسے منع مت کرو اس سے پیسے لے لو اور ان پیسوں سے میری دوا خرید کر مجھے کھلاؤ مجھے یقین ہے کہ اس کے پیسے میں برکت ہوگی اور مجھے فائدہ ہوگا چاہے تم اس کے بعد اس کو اس سے زیادہ پیسے دے دینا لیکن اب اس وقت اس سے پیسے لینے سے انکار

Marfat.com

مت کرنا اور اس کو بتا دو کہ بیٹا ان پیسوں سے میں تمہارے تائیاں کے لئے دوائیں لائی ہوں۔ جب میرے پیشاب کی تکلیف زیادہ بڑھ گئی اور جلن ہونے لگی تو میں نے اسپتال والوں کو بڑی گالیاں دیں اور سلطان سے کہا کہ سلطان مجھے اب تم گھر لے چلو ورنہ یہ لوگ میرا حشر کردیں گے اور تم پریشان ہوتی پھروگی اس دن سلطان نے اسپتال کے سارے بل ادا کئے اور اسلم کو لے کر انہیں اور مجھے اسپتال سے گھر آ گئیں اور لانے کے بعد انہوں نے مجھے دن میں دو تین بار گنے کا رس مولی کا رس اور موسمی کا عرق پلانا شروع کیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک ہفتے میں میرے پیشاب کی تکلیف جاتی رہی اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور آہستہ آہستہ میں چلنے پھرنے لگا میری بیماری کے زمانے میں میرے دوست مرحوم صادق الخیری اکثر اسپتال مجھے دیکھنے آتے تھے اور سلطان سے کہتے تھے کہ بھابھی آپ فکر نہ کریں وہ ٹھیک ہو جائیگا اور اگر آپ کو اس دوران میں پیسے کی ضرورت ہو تو آپ بلا تکلف مجھے بتا دیجیئے گا۔ اس پر سلطان نے ان کا شکریہ ادا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ بھائی آپ فکر نہ کریں اللہ نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے میں سب کچھ کرلوں گی میری بیماری کے زمانے میں میرے پاس اس وقت دو تین وکیل کام کرتے تھے اور ان کے ساتھ میرے منشی ارشاد علی بھی تھے ان وکیلوں میں ایک سینئر وکیل تھے جن کا نام محمد حسن عباسی تھا اور باقی دو وکیل جن میں سے ایک کا نام غوث محمد تھا اور دوسرے حسن جعفری تھے یہ سب لوگ بڑے مخلص لوگ تھے اسی زمانے میں میرے اور شاگرد تھے ایک محمد عقیل اور دوسرے محمد ہارون تھے' عقیل گلگت کے رہنے والے تھے اور محمد ہارون سوات کے باشندے تھے' اس زمانے میں میں نے سلطان کے مکان میں جو کہ ناظم آباد نمبر 3 میں تھا محمد عقیل کو رہنے کے لئے دے دیا تھا جس میں وہ اور ان کے بیوی بچے رہا کرتے تھے اور مجھے یاد ہے کہ جب عقیل اور ان کے بیوی بچے واپس گلگت جانے لگے تو میری بیماری کے زمانے میں میرے گھر پر اور میرے پاس شکریہ ادا کرنے کے لئے آئے اور اس کے بعد میں نے دیکھا کہ محمد عقیل اس قدر نیک اور

Marfat.com

شریف لڑکا تھا کہ وہ جب بھی گلگت سے کراچی آتا تھا تو سب سے پہلے مجھ سے اور سلطان سے گھر پر یا دفتر میں ملنے آتا تھا اور وہاں سے گلگت کی سوغات بھی لایا کرتا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب کہ خرم اور ببلی با قاعدہ کنٹونمنٹ پبلک اسکول میں پڑھنے کے لئے جایا کرتے تھے اور اس وقت مجھے اچھی طرح سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ خرم اپنی طبیعت کے لحاظ سے بہت پڑھنے کا شوقین ہے اور میرا یہ طریقہ تھا کہ ٹھیک ہونے کے بعد جب کبھی میں اپنے کیس کے سلسلے میں پنڈی یا لاہور جاتا تھا تو اس کے لئے کوئی نہ کوئی کتاب خرید کر لے آیا کرتا تھا ایک مرتبہ جب میں پنڈی گیا تو وہاں پر مجھے اسلام آباد کے بک اسٹال پر دو بڑی کتابیں ملیں جن کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا اور میں نے وہ دو بڑی کتابیں خرم کے لئے خرید لیں ان کتابوں سے اس کی معلومات میں بہت اضافہ ہوا' ان میں سے ایک کتاب دنیا میں ایک ہزار بڑے بڑے واقعات کے بارے میں تھی اور دوسری بڑی کتاب دنیا میں ایک ہزار بڑی بڑی اور نمایاں شخصیتوں کے بارے میں تھی کہ جنہوں نے دنیا میں بڑے بڑے کارنامے نمایاں انجام دیئے تھے بس پھر کیا تھا خرم صاحب ان کتابوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ تائیاں ان کتابوں سے تو مجھے دنیا کے بڑے بڑے واقعات کا علم ہو جائے گا اور دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کے متعلق بھی معلوم ہو جائے گا۔ میں نے کہا ہاں بیٹا اسی لئے میں یہ کتاب تیرے لئے لایا ہوں بس پھر کیا تھا جب کبھی جمعہ کے روز گھر آتا تھا تو میں اس سے پوچھتا تھا کہ بیٹا تم نے ان کتابوں میں سے کون کون سا حال اور لوگوں کو متعلق واقفیت حاصل کی ہے تو یہ مجھے بتاتا رہتا ایک مرتبہ میں گھومتے گھومتے کراچی میں Elphin-street پر ایک بڑے بک اسٹال میں چلا گیا غالباً اس بک اسٹال کا نام امریکن بک اسٹال تھا اور اس وقت میرا خیال ہے غوث صاحب بھی میرے ساتھ تھے جو خود بھی پڑھنے لکھنے کے بہت شوقین تھے' تلاش کرتے کرتے غالباً غوث صاحب نے میری نظر ایک موٹی کتاب کی طرف دلوائی جو کہ ایک بڑی دلچسپ اور مستند کتا

Marfat.com

تھی اور اس کی Heading پر لکھا تھا۔ world history in pictures وہ کتاب مہنگی ضرور تھی مگر میں نے فوراً خرید لی غوث صاحب مسکرائے اور مسکرا کر انہوں نے کہا کہ سر یہ خرم کیلئے بڑی دلچسپ کتاب ہوگی میں نے بھی گردن ہلائی اور اسی دن لا کر سلطان کو دے دی اور کہا کہ لو بھئی یہ میں تمہارے بیٹے کے لئے خرید کر لایا ہوں سلطان بھی اس کتاب کو دیکھ کر بہت خوش ہویں اور انہوں نے وہ کتاب اسماء کو دی کہ تم لے جا کر یہ کتاب میرے بیٹے کو دے دینا کہ یہ کتاب اس کے تائیاں اس کے لئے خرید کر لائے ہیں مجھے یاد ہے وہ خرم کے امتحانوں کے دن تھے اور وہ شاید آٹھویں یا نویں جماعت کا امتحان دے رہا تھا' امی نے یہ کتاب دی تو اس کتاب کا Title پڑھ کر بہت خوش ہوئے یہ غالباً شام کا وقت تھا وہ کتاب لے کر اپنے کمرے میں چلے گئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا اور انہوں نے جا کر اس کو پڑھنا شروع کیا اور وہ اس کو پڑھتے ہی رہے یہاں تک کے آدھی رات ہوگئی اسماء نے دیکھا کہ اس کے کمرے کی light ابھی تک جل رہی ہے تو وہ سمجھیں کہ شاید خرم صاحب اپنے امتحان کی تیاری میں مشغول ہیں پھر بھی ماں تھی وہ رات کو اٹھی اس نے جا کر خرم کے کمرے کا دروازہ کھولا اور جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ خرم صاحب World history in pictures پڑھنے میں مصروف ہیں تو اسماء کہتی تھی کہ میں نے اسے ڈانٹا کہ یہ کیا بکواس ہے تمہارے امتحان سر پر کھڑے ہیں اور تم اس کتاب میں لگے ہو تو وہ کہتی ہے کہ خرم بہت مسکرائے اور شرمندہ ہوئے اور ماں سے کہا امی یہ بڑی دلچسپ کتاب ہے میں نے اتنی دیر میں اسکو تقریباً آدھا دیکھ لیا ہے دوسرے دن جب اسماء آئی تو وہ ہنس رہی تھی اور اپنی خالہ بی سے کہا کہ خالہ بی خالو میاں نے اس کو عجیب کتاب لا کر دی ہے جس کو وہ کل رات 1-12 بجے تک پڑھتا رہا اور اپنے امتحان کی پڑھائی کی بھی پرواہ نہ کی جب خرم صاحب ہم سے ملنے گھر پر آئے تو میں نے کہا کہ بیٹا میں نے تمہیں وہ کتاب اس لئے تو لا کر نہیں دی تھی کہ تم اپنے امتحان کی تیاری نہ کرو تو ہنستے ہوئے کہنے

Marfat.com

لگے تائیاں آپ کیوں فکر کرتے ہیں میں اپنی تیاری کر چکا ہوں جب امتحان شروع ہونگے تو میں دو تین گھنٹے میں سب پڑھ لونگا آپ فکر نہ کریں اور پھر وہ لگے World history in pictures کے متعلق قصہ گوئی کرنے میں اور مجھے بتانے لگے کہ تائیاں آپ کو پتہ ہے کہ Hanni ball یا فلاں شخص نے دنیا میں کیسے کیسے کارنامے نمایاں انجام دیئے ہیں اور وہ medetarinsea کو cros کر کے سارے North Africa پر قابض ہو گیا تھا اور اسپین میں داخل ہو کر اٹلی تک پہنچ گیا تھا غرض یہ میں سنتا رہا اور میں نے ان سے کہا کہ بیٹا میری معلومات میں بھی اس کتاب میں جو کچھ پڑھو اس کو بتا کر اضافہ کرتے رہنا کیونکہ میں اب آنکھوں کی وجہ سے خود پڑھنے سے معذور ہوں تو میں یہ دیکھتا تھا کہ اس کو اس بات کا پورا پورا احساس تھا مگر کہتا نہیں تھا لیکن افسوس کرتا تھا۔

جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا کہ خرم کو پڑھنے کا بہت شوق پیدا ہو گیا تھا اور جب کبھی بھی وہ آتا تھا تو میں دیکھتا تھا کہ وہ کوئی نہ کوئی کتاب اٹھا کر پڑھنے میں مصروف ہو جاتا تھا تو اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس کے دل و دماغ پر اپنی کمزوری کی وجہ سے کسی دہشت یا ڈر یا شرم کا غلبہ تو نہیں ہے لیکن میں خاموش رہتا تھا اور سوچتا تھا کہ پہلے اس کو اچھی طرح سے پڑھنے میں دلچسپی پیدا ہو جائے اور اس کے بعد جب یہ بہت کچھ معلومات حاصل کر لے گا تو اس کی ہمت اور حوصلہ کھل جائے گا اور اس میں خود بہ خود، خود اعتمادی پیدا ہو جائے گی اور یہ خود بھی کھل کر لوگوں سے باتیں کر سکے گا اور میں خود بھی اس کی اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ عام طور پر ماں باپ کو اور لوگوں کو نو عمر بچوں میں بہت سی باتوں کا علم ہوتا ہے لیکن میں نے یہ دیکھا کہ وہ پیدائشی ہی بہت خاموش طبع اور خوش اخلاق واقع ہوا تھا اپنے بڑوں کا احترام کرنا اور ان کی بات ماننا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی تھیں جس میں اس کی صحبت کو بہت بڑا دخل تھا اور نادانستہ طور پر

Marfat.com

قدرت نے اس کے اندر یہ بات ڈال دی۔

میں جب لندن سے 1961ء میں واپس آیا تھا تو ایک سیٹ چھ کتابوں کا دوسری جنگ عظیم کے بارے میں لے کر آیا تھا جس میں جنگ عظیم کا حال Pictuers میں دکھایا گیا تھا۔ یہ بہت نادر کتابیں تھیں جواب تک سلطان کی الماری میں موجود ہیں اور خرم کہتا تھا کہ تائیاں یہ کتابیں بہت دلچسپ اور قیمتی ہیں اور جنگ عظیم سے متعلق معلومات میں اضافہ کرتی ہیں آپ ان کو کسی کو اٹھا کر نہ دیجئے گا۔ میں کہتا تھا کہ نہیں بیٹا یہ تیری کتابیں ہیں اور اگر تجھے اتنی پسند ہیں تو ان کو اٹھا کر اپنے گھر لے جا۔ جب کبھی وہ جمعہ کے روز آتا تھا تو میں یہ دیکھتا تھا کہ وہ پچھلی جنگ عظیم کی کوئی نہ کوئی کتاب اٹھالیتا تھا اور اس کو دیکھتا اور پڑھتا رہتا تھا اور مجھے بتاتا رہتا تھا کہ تائیاں دیکھئے اس وقت فلاح جگہ پر ہوائی بم باری سے کس قدر تباہی ہوئی ہے۔ ان کتابوں کو دیکھنے کی وجہ سے اس کو پچھلی جنگ عظیم اور اس کے حالات سے اس قدر واقفیت ہوگئی تھی کہ اس نے خود بھی لندن سے بہت سی کتابیں In Pictuer جنگ عظیم سے متعلق جمع کر لی تھیں اور لا کر میرے پاس رکھوا دی تھیں۔ اس لئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سعید سے بہت ڈرتا ہے اور اس کو یہ ڈر تھا کہ کہیں ابو میری ان کتابوں کو فضولیات سمجھ کر کہیں پھینک نہ دیں یا بانٹ نہ دیں۔ پچھلی جنگ عظیم کے متعلق معلومات جمع کرنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ بیٹا تم نے ہٹلر کے متعلق بھی کچھ معلومات حاصل کی ہیں اور تم نے ہٹلر کی کتاب پڑھی ہے یا نہیں' اس پر وہ ہنستا تھا اور مجھ سے کہتا تھا کہ ہاں تائیاں میں یہ کتاب لندن میں پڑھ چکا ہوں اور پچھلی جنگ عظیم کے حالات پڑھنے کے بعد اس کو ہٹلر میں بڑی دلچسپی ہوگئی تھی اور اس کے بارے میں اس نے بہت سی معلومات اپنے ذہن میں جمع کر لی تھیں مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب کبھی وہ موڈ میں آتے تھے تو اپنے تائیاں سے پوچھتے تھے کہ تائیاں آپ یہ بتائیے کہ ہٹلر نے یہ لڑائی کیوں ہاری' اس سے پیشتر کہ میں ان کے سامنے لڑائی کا پورا

Marfat.com

نقشہ کھولوں وہ خود ہی کہتے تھے کہ تائیاں میرا یہ خیال ہے کہ اگر ہٹلر یورپ میں بہت سی فتوحات کرنے کے بعد کہیں رک جاتا اور اپنی Possition کو Consolidate کر لیتا اور روس پر حملہ نہ کرتا تو اس لڑائی میں اس کو اس بری طرح سے شکست کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ پھر خرم صاحب چرچل کے متعلق گفتگو شروع کر دیتے اور مجھ سے کہتے رہتے کہ تائیاں چرچل نے بھی اپنی سوانحات لکھی ہیں وہ پڑھنے کے قابل ہونگی۔ میرا خیال ہے یہ اس زمانے کا ذکر ہے جبکہ خرم صاحب نویں یا دسویں میں پڑھا کرتے تھے مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خرم صاحب کی جنگ عظیم کے بارے میں معلومات کی دلچسپی میں شاید ہی ان کا کوئی ساتھ دیتا ہو سوائے ان کے تائیاں کے یا ان کے ڈیڈی کے۔

جب خرم نے میٹرک First Division میں پاس کر لیا اور ان کے ساتھ انکی بہن بلی نے بھی First Division حاصل کی تو ان دونوں میں آپس میں اکثر بحث ہوتی تو بلی فرماتی کہ جناب میں نے فلاں مضمون میں آپ سے زیادہ نمبر حاصل کئے ہیں اور وہ کہتے کہ فلاں مضمون میں بلی میرے تم سے زیادہ نمبر ہیں۔ جب وہ کنٹونمنٹ پبلک اسکول میں پڑھتے تھے تو کبھی اسماء دوڑ کر ان کو اسکول سے لے آیا کرتی یا کبھی سلطان ایک ٹیکسی پکڑ کر انکے اسکول پہنچ جاتیں اور دونوں کو لے آیا کرتی تھیں۔ لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ سلطان کے پہنچنے سے پہلے بلی اپنی سہیلیوں کے ساتھ بیٹھ کر انکی گاڑی میں آ جایا کرتی اور خرم صاحب اپنی بوبو کو بتا دیتے کہ آپ فکر نہ کریں میں اب بڑا ہو گیا ہوں فلاں بس میں آ جاؤں گا بس پھر کیا تھا ان کی بوبو کو غصہ بھی آتا اور پریشان بھی ہو جاتیں اور خرم صاحب ان کو بتاتے کہ بوبو میں فلاں بس سے چل کر اتنی دیر میں سخی حسن کے بس اسٹاپ پر پہنچ جاؤں گا۔ پھر کیا تھا ان کی بوبو اپنی ناراضگی کے باوجود رکشہ پکڑ کر اس بس اسٹینڈ پر پہنچ جاتیں اور وہاں اپنے بیٹے کا انتظار کرتیں، ان کا بیٹا بھی ان کی محبت بھری ناراضگی کا عادی ہو گیا تھا بس سے اترنے سے پہلے جانتا تھا کہ اب ڈانٹ پڑیگی اور حقیقت یہ تھی کہ اس کو سلطان کی ڈانٹ پڑتی اور

Marfat.com

وہ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے سخی حسن کے اڈے سے لے کر گھر تک لے جاتیں اور پھر جو کچھ خرم کو کہتیں اور اسماء کو بھی کہتیں اس کا اندازہ آپ کر سکتے ہیں۔

1984ء میں جبکہ بھابھی کو ہارٹ اٹیک پڑا اس وقت اسماء جرمنی میں تھی اور اگر چہ ہارٹ اٹیک کافی Serious تھا لیکن بھابھی ایک دو ہفتے عباسی شہید اسپتال میں رہ کر واپس آ گئی تھیں اور اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو گئی تھیں اور اپنے گھر کا کام کاج کرنے لگی تھیں میں یہ دیکھتا تھا کہ وہ کبھی چین سے نہیں بیٹھتی تھیں اور ان کا زیادہ تر وقت یا تو اپنے کام کاج میں گزرتا تھا یا لوگوں کی خاطر مدارت میں ان کا گھر ایک بڑی رونق کا مقام تھا۔ جس میں ان کے سب بچے انکے پاس ہوتے تھے اور ان ہی کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور اس رونق میں میں اور سلطان بھی شریک ہوتے تھے اور ان کے مختصر خاندان کے فرد سمجھے جاتے تھے میں اکثر سنتا تھا کہ جب بھی نیاز بھائی اور بھابھی موڈ میں ہوا کرتے تھے تو دونوں بڑی محبت سے کہا کرتے تھے کہ بھئی ہمارا تو بہت مختصر سا خاندان ہے کہ جس میں ہم دونوں ہیں اور یہ تینوں ہمارے بچے ہیں یعنی اسلم، اسماء اور یاسمین اور ان کے ساتھ ساتھ سلطان اور ناصر بھی ہمارے اس مختصر خاندان کے فرد ہیں ہم دونوں کو اپنے خاندان کا فرد سمجھنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے دونوں بھائیوں کو اور ان کے خاندان کو بھول جاتے تھے اور اکثر کہتے تھے کہ بھئی میں یہ اس لئے کہتا ہوں کہ ناصر تم اور سلطان تو ہمارے ساتھ چوبیس گھنٹے رہتے ہو اور اسماء اور ہمارے بچوں کا ساتھ دیتے ہو اور ان کی خوشی میں شریک ہوتے ہو۔ سلطان کو تو وہ اپنی بیٹی کہا کرتی تھے اور سلطان باوجود ان سے عمر میں چھوٹی ہونے کے ان سب کے اوپر حاوی رہتی تھیں اور سب کو ڈانٹ ڈپٹ کرتی رہتی تھیں اور وہ ہنستے رہتے تھے میں دیکھتا تھا کہ بھابھی اپنی بہن سلطان کو اتنا چاہتی تھیں کہ وہ ان کی ہر بات کو مانتی تھیں اور اس پر عمل کرتی تھیں میں اکثر دیکھتا تھا کہ سلطان کی زبان پر اپنی بہن نیاز بھائی اور ان کے تینوں بچوں کا نام اور ذکر اکثر زبان پر رہتا تھا اور یہ ہی ان کی دنیا تھی اور یہ ہی

Marfat.com

صورت بھابھی' نیاز بھائی اور ان کے تینوں بچوں کی اپنی خالہ کے سلسلے میں رہتی تھی۔
وہ ان تینوں کو بھی جس وقت جی چاہتا تھا اور جب موقع ہوتا تھا ڈانٹ ڈپٹ کرتی رہتی تھیں اور ان کی ڈانٹ ڈپٹ میں سوائے محبت کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا اور یہ تینوں بھی ان کو اس قدر چاہتے تھے کہ جس کا بیان کرنا اس وقت میرے لئے مشکل ہے' خالہ بی کہتے ہوئے ان تینوں کی زبان خشک ہو جاتی تھی میں دیکھتا تھا کہ ان تینوں میں اسلم اور اسماء تو ان کی ہر بات کو اور ڈانٹ ڈپٹ کو سن لیا کرتے تھے اور پی جاتے تھے لیکن یاسمین چونکہ چھوٹی تھی بعض اوقات اپنی خالہ بی سے جھگڑنے لگتی تھی یہ ساری باتیں ان دونوں لڑکیوں کی اولاد بھی دیکھتی اور سنتی رہتی تھی۔ جس میں اسماء کے دونوں بچے خرم اور ببلی اور یاسمین کا بیٹا عمر اور بیٹی نازیہ تو بہت چھوٹی تھی اور وہ نازیہ کو یاسمین کے امریکہ چلے جانے کے بعد بہت چاہتی تھی اور جب کبھی میں بازار میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں یہ دیکھتا تھا کہ وہ دکان پر کھڑی ہو جاتیں اور مجھ سے کہتی کہ ناصر ٹھہرو میں نازیہ کے لئے بندے بالیاں دیکھ لوں۔ غرض یہ کہ نیاز بھائی کا گھر خوشیوں کا ایک ایسا گہوارہ تھا جو بہت کم دیکھنے میں آتا تھا۔ اس میں ان دونوں کی زندگی میں بڑی دعوتیں ہوتی تھیں لوگ آتے تھے اور کھاتے پیتے تھے اور بڑے بڑے موضوعات پر گفتگو کر کے چلے جاتے تھے ان لوگوں میں اسماء کے ساتھی سرجن ابوبکر ہوتے تھے۔ ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن ہوتے تھے' بیگم اکرام اللہ ہوتی تھیں اور ایک شاعرہ تھیں جن کا نام وحیدہ نسیم تھا اور ان کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی یاسمین کے یونیورسٹی کے پروفیسروں میں بہت سے پروفیسر ہوا کرتے تھے اور ان کے چچا ضمیر صدیقی بھی ہوا کرتے تھے اور ان کا گھر خوشیوں کا گہوارہ ہی نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کیلئے ایک معلوماتی درس گاہ ہوتا تھا۔ جس میں کہ پاکستان کے ساتھ ساتھ دنیا کے ہر معاملے کے اوپر گفتگو ہوا کرتی تھی لیکن افسوس اب یہ گھر اجڑ گیا۔ بھابھی اور نیاز بھائی کے انتقال کے بعد سلطان بھی ان کے مرنے کے دو سال بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئیں اور ان کے تینوں بچے یکے

Marfat.com

بعد دیگرے ملک چھوڑ کر امریکہ چلے گئے اور اس گھر کو خیر باد کہ گئے۔

یہاں تک کہ پچھلے سال اس گھر میں ڈاکے پڑنے لگے میں سنتا تھا کہ یاسمین جو کہ اپنی تعلیم حاصل کرنے کے بعد امریکہ میں کسی یونیورسٹی میں ملازم ہوگئی تھی کہا کرتی تھی کہ میں آپا کو بھی اپنے ساتھ امریکہ لے جاؤں گی اور انکو وہیں رکھوں گی۔ یہ سب کچھ بھابھی اور نیاز بھائی کی زندگی میں کہا جاتا تھا تو بھابھی کو اس کی اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا تھا مگر نیاز بھائی اس کو پسند نہیں کرتے تھے اور ایسا ہی ہوا کہ بھابھی کے انتقال کے بعد یاسمین اسماء کو اور اس کے دونوں بچوں کو لے کر امریکہ چلی گئی اور وہ وہیں جا کر خلاف قانون رہ گئے۔ ان کو یاسمین نے روک لیا اور اسماء بھی چھ سال تک امریکہ میں بغیر کسی ملازمت کے یا آمدنی کے پہلے یاسمین کے ساتھ رہتی رہی اور اس کے بعد علیحدہ ہوگئی اس دوران میں بھابھی کے انتقال کے دو سال بعد نیاز بھائی کا انتقال ہوگیا۔ نیاز بھائی کے انتقال کے دو سال بعد سلطان بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ اپنے بہن بھائی کے انتقال کے بعد وہ گھر اجڑ گیا لیکن اسلم پھر بھی شاہین کے ساتھ اس میں رہا کرتا تھا لیکن جب یہ دونوں گھر میں تالا لگا کر چلے جاتے تھے تو میں نے دیکھتا تھا کہ سلطان اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنے بہن بھائی کے لئے فاتحہ پڑھتی رہتی تھیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاتے رہتے تھے اس پر میں ان کو سمجھا کر گھر لے آیا کرتا تھا۔

خدا کا شکر ہے کہ 6 سال کے عرصے میں ادھر اسماء نے بھی امریکہ میں وہاں کا امتحان پاس کرلیا اور وہ اپنے بچوں کی تعلیم سے غافل نہیں رہی اور کوشش کر کے اس نے خرم اور ببلی کو وہاں سے O-level کروایا اور یاسمین کی یونیورسٹی میں داخل کرا دیا۔ جہاں کہ خرم نے 4 سال میں گریجویشن کرلیا اور ببلی بعد میں گریجویٹ ہوگئی اس 6 سال کے عرصے میں یاسمین اکثر ہر سال پاکستان کا چکر لگاتی تھی کبھی World Bank Assinment پر آتی تھی اور کبھی W.H.O کے Assinment پر آتی

Marfat.com

تھی جس کا ہم لوگوں کو کوئی علم نہیں ہوتا تھا ممکن ہے وہ اپنے آنے کے متعلق اپنے ڈیڈی کو بتاتی ہوگی لیکن ہم لوگوں کو اس کے آنے جانے کے متعلق کوئی علم نہیں ہوتا تھا میں یہ دیکھتا تھا کہ جب وہ آتی تھی واپس جاتی تھی تو سعید اکثر اسماء کیلئے کبھی کبھی کچھ پیسے بھیجا کرتے تھے اور سلطان بھی ہمیشہ اپنے بچوں کیلئے جس میں ان کے چار بچے شامل ہوگئے تھے خرم، ببلی، عمر اور نازیہ ہر مرتبہ کچھ نہ کچھ چیزیں بھیجا کرتی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ 1992ء میں جب یاسمین آئی تھی تو وہ اپنی زندگی کے آخری مرتبہ ان بچوں کیلئے کچھ چیزیں خریدنے کیلئے مجھے لے کر حیدری گئیں اور وہاں سے انہوں نے ایک بڑا خوبصورت فراک ببلی کے لئے لیا اور چھوٹا نازیہ کیلئے لیا اور خرم اور عمر کیلئے پشاوری چپلیں لیں اور یاسمین کے ہاتھ امریکہ بھجوادیں۔ غرض یہ نیاز بھائی کی زندگی میں وہ اکثر اور ہر روز ان سے ملنے کیلئے جایا کرتی تھیں اور میں دفتر سے واپسی پر جب کبھی ان سے ملنے جاتا تھا تو دیکھتا تھا کہ وہ بڑے تنہا رہتے تھے اسلم اور شاہین تو گھر سے باہر ہوتے تھے، نیاز بھائی بیچارے گھر میں یا تو اخبار پڑھتے رہتے تھے یا خبروں کے لئے ٹی وی دیکھتے رہتے تھے وہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں بیمار رہتے تھے اور اب ان کو سنبھالنے والا کوئی نظر نہیں آتا تھا اور میں یہ دیکھتا تھا کہ وہ بھابھی کی یاد میں اشعار لکھا کرتے تھے اور جب کبھی میں جاتا تو مجھے سناتے تھے اس پر میرا دل رونے لگتا تھا وہ اپنے کمرے میں اس پلنگ پر سویا کرتے تھے اور ان کے سرہانے ان کی دواؤں کا ایک انبار لگا رہتا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ وہ بڑی ہمت اور حوصلے کے آدمی تھے بھابھی کی یاد ان کو بہت ستاتی تھی اور کہتے تھے کہ ناصر ثروت بہت یاد آتی ہیں اسلم اس وقت ملازم تھا اور اپنے ڈیڈی کی وجہ سے پاکستان میں رکا ہوا تھا لیکن وہ بھی امریکہ جانے کیلئے پر تول رہا تھا نیاز بھائی اب اپنی بہو شاہین کے رحم و کرم پر تھے جو ان کو کھلاتی پلاتی تھی اور ان کی دیکھ بھال کرتی تھی لیکن اتنے بڑے گھر میں تنہائی تو پھر تنہائی ہوتی ہے اس تنہائی نے ان کو بھی ڈس لیا، سلطان کا انتقال کیسے ہوا اس کا مختصر سا حال لکھتا ہوں۔

Marfat.com

سلطان کی وفات

یہ دسمبر 1992ء کا زمانہ تھا جب اپنے سانس کی تکلیف کی وجہ سے سلطان المرتضٰی اسپتال میں تھیں اور جب کبھی وہ اسپتال میں رہتی تھیں میں انکے ساتھ رہتا تھا اسپتال میں ان کو اطلاع ملی کہ ان کی بھانجی یاسمین امریکہ سے آئی ہوئی ہے بس پھر کیا تھا انہوں نے اپنے ڈاکٹر سے رٹ لگالی کہ ڈاکٹر صاحب میری چھٹی کریں میری بھانجی امریکہ سے آئی ہوئی ہے اس پر ڈاکٹر صاحب نے کہا میں آپ کو معائنہ کے بعد اگر آپ ٹھیک ہوئیں تو جانے کی اجازت دے دوں گا جہاں تک مجھے یاد ہے دسمبر کی 31 تاریخ کو ڈاکٹر صاحب نے ان کا معائنہ کیا اور کہا کہ ابھی آپ کی سانس کی حالت ٹھیک نہیں ہے لیکن اگر آپ جانا چاہتی ہیں تو چلی جائیں میں دوائیں لکھ دیتا ہوں یہ آپ مسلسل کھاتی رہنا' تو وہ اسپتال سے آگئیں اور ڈاکٹر قمر الزامان نے ایک نسخہ لکھ کر دیا وہ دوا بھی لیتی آئیں یاسمین اپنے سرکاری کام سے آئی تھی اور اسے لاہور جانا تھا لیکن اس کو لاہور جانے سے پہلے بوہری بازار میں کچھ شاپنگ کرنی تھی اپنے کپڑے سلوانے تھے تو اس کے ساتھ بوہری بازار میں گھومتی رہیں اور اپنے کھانے کی کوئی احتیاط نہ کی یاسمین اسماء کی طرح جب کبھی امریکہ سے آتی تھی تو ایک خوبصورت تھیلے میں بہت سی چیزیں ڈال کر لاتی تھی اور ان کو دے جاتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو کچھ امریکن ڈالر بھی دے جاتی تھی جو میں دیکھتا تھا مگر میں کبھی خالہ بھانجیوں کے لین دین میں مخل نہیں ہوتا تھا اور نہ پوچھتا تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پانچ جنوری کو سلطان یاسمین کے ساتھ گھومتی رہیں یہاں تک کہ ان کے دوپہر کے کھانے کا وقت آگیا اور وہ بھوکی گھومتی رہیں جب یاسمین نے ان کو دو بجے گھر پر چھوڑا تو وہ فوراً زبیدہ کے پاس گئیں جو کہ ہمارے قریب پڑوس میں رہتی تھیں اور زبیدہ سے کہا کہ زبیدہ مجھے بھوک لگی ہے تو زبیدہ ایک بہت اعلٰی ظرف عورت تھی اور ہم دونوں سے بہت محبت کرتی تھیں اس نے کہا آنٹی آپ

Marfat.com

بیٹھے میں ابھی آپ کے لئے روٹی ڈالتی ہوں میں نے قیمہ ساگ بنایا ہے انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور دن بھر گھر میں رہیں شام کو جب میں واپس لوٹا تو مجھے معلوم ہوا کہ بقائی اسپتال والوں نے المرتضیٰ اسپتال خرید لیا ہے اور خریدنے کے بعد اس کے لوگوں نے اسپتال پہنچ کر اس پر زبرستی قبضہ کرلیا ہے' شام کو ڈاکٹر تاج میاں اور ان کا بیٹا کامران ڈاکٹر قمر الزمان کے ساتھ میرے پاس گھر پر آئے اور یہ ماجرا بتایا ڈاکٹر قمر الزمان اس وقت المرتضیٰ اسپتال کے انچارج تھے اور سلطان کا علاج کرتے تھے اس پر میں نے ایک ایکسپریس ٹیلی گرام دیا اور اس کی کاپی اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن پر بھیجی اور ان لوگوں کو ٹیلی فون کر کے اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کے علاقے میں ناجائز طریقے سے بقائی اسپتال والے ڈاکٹر قمر الزمان کو اسپتال سے نکال دیا ہے اور خود قبضہ کرلیا ہے اس پر تھانے والے فوراً ڈاکٹر قمر الزمان اور تاج میاں کو لے کر گئے اور ان کو دوبارہ اسپتال کا قبضہ دلوا دیا۔ اس ہی دوران میں جب میں ڈاکٹر قمر الزمان کے کام میں مشغول تھا تو سلطان زبیدہ کے ہاں بیٹھی ہوئی تھیں اور گھڑی گھڑی اٹھ کر آتی تھیں کہ اگر یہ ان سے فرصت پائیں تو میں ان کو کھانا دے دو مجھے یاد ہے کہ بیچ میں وہ ایک مرتبہ آئیں اور انہوں نے ڈاکٹر قمر الزمان سے جو ان کے معالج بھی تھے یہ پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب میں آپ کو چائے بنادوں' تو انہوں نے کہا ہاں بھابھی' پھر انہوں نے وہیں سعیدہ کے ساتھ مل کر چائے بنا کر ان سب کو چائے پلائی اور چائے پینے کے بعد یہ سب پولیس کے ساتھ چلے گئے اور اسپتال کا قبضہ لیا، جنوری کی 5 تاریخ رات کی بات ہے ان کے جانے کے بعد میں نے کھانا کھایا اور سونے کے لئے لیٹ گئے، لیکن سلطان رات بھر بے چین رہیں اور گیارہ بارہ بجے ان کو پھر سانس کی تکلیف شروع ہوئی سانس کی تکلیف کے ساتھ ساتھ مجھے معلوم ہوا کہ ان کو Motion بھی شروع ہوگئے میں نے ان کا پلنگ بچھا دیا اور رات پھر ان کے ساتھ برابر صوفے پر بیٹھا رہا اور کوشش کی کہ

Marfat.com

میں ان کو چائے پلا دوں لیکن انہوں نے چائے بھی نہ پی غالباً اس لئے کہ ان کو دست آ رہے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اسپتال سے آنے کے بعد ڈاکٹر قمر الزمان کی دوائیں نہیں کھائیں سانس کی تکلیف کی وجہ سے وہ رات بھر جاگتی رہیں یہ پہلی مرتبہ نہیں تھا بلکہ پہلے بھی کئی مرتبہ ہو چکا تھا اور میں ان کو لے کر اسپتال پہنچ جاتا تھا اور وہ دو دن وہاں رہ کر ٹھیک ہو کر آ جاتی تھیں، صبح اٹھنے کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے اسپتال لے چلو میں نے اسلم کو ٹیلی فون کیا اور اسلم گاڑی لے کر آ گیا اسپتال جانے سے پہلے میں نے ڈاکٹر قمر الزمان گھر پر فون کیا کہ سلطان کو رات کو پھر تکلیف ہوئی ہے تو آپ ذرا جلدی آ جائیں یا اپنی اسسٹنٹ ڈاکٹر کو ہدایت کر دیں کہ آپ کے آنے تک ان کو کیا دینا ہے میں نے ان کو لے جا کر اسپتال میں داخل کر دیا۔

یہ کمرہ نمبر 9 تھا جو اسپتال کے کاؤنٹر سے بہت نزدیک تھا ڈاکٹر تاج میاں بھی اس وقت آ گئے تو اس وقت ڈیوٹی پر ایک لیڈی ڈاکٹر تھیں جو صبح سے اپنے اسپتال کے مریضوں کے میڈیکل شیٹ بھرتی رہی وہ ایک مرتبہ ان کو دیکھنے آئی اور دیکھ کر چلی گئی ،اس کے بعد میں نہ اس نے ان کا پورا ٹریٹ منٹ کیا اور نہ ان کو آکسیجن دیا بلکہ ایک ایسی دوا دی جس نے ان کے سانس کو بجائے ٹھیک ہونے کے اور ختم کر دیا میں ان کے قریب کھڑا تھا اور اس لیڈی ڈاکٹر کی عدم توجہی کا مظاہرہ دیکھ رہا تھا لیکن چونکہ مجھے نظر کم آتا ہے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ نتیجہ ظاہر تھا صبح نو بجے تک سلطان کا بقیہ سانس بھی ختم ہو گیا اور وہ اس دنیا سے قبل از وقت رخصت ہو چکیں تھیں۔

یہ جنوری 1993ء کا واقعہ ہے اس پر یاسمین کو پتہ چلا تو آئی اور اس نے ان کو خو دنہلایا اور اس ہی دن مجھ کو بتا کر لاہور چلی گئی ان کے چالیسویں کے بعد میں نے اسپتال والوں کو ایک نوٹس دیا اور اس کی کاپی پاکستان میڈیکل کونسل کو بھی بھیجی اور لکھا کہ نرس نے اپنی غفلت سے سلطان کو مارا ہے اس پر ڈاکٹر ڈاکٹر قمر الزمان اور ڈاکٹر تاج میاں ان کو لے کر میرے پاس آئے اور مجھ سے معافی مانگنے لگے اور کہا کہ

Marfat.com

ہم سے غلطی ہوئی اس وقت میں نے کہا کہ مجھ سے معافی مانگنے سے کیا فائدہ خدا سے معافی مانگو اس پر میری اور اسپتال والوں اور پاکستان میڈیکل کونسل کی خط و کتابت ہوتی رہی یہاں تک کہ 26 جنوری 1994 کو پاکستان میڈیکل کونسل اپنے پانچ چھ ڈاکٹروں اور سیکریٹری کو اس معاملے کی انکوائری کرنے کے لئے کراچی لائے اور انہوں نے اس لیڈی ڈاکٹر اور ڈاکٹر قمر الزمان کو بھی بلایا اور اس میٹنگ میں ڈاکٹروں کے سوال جواب سے یہ ثابت ہوگیا کہ انہوں نے سلطان کے معاملے میں غفلت کی ہے اور اس کو مار دیا ہے لیکن افسوس ہے کہ پاکستان میڈیکل کونسل نے اس لیڈی ڈاکٹر یا اسپتال کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا یہاں تک کہ اپنی رائے سے بھی مجھے مطلع نہیں کیا جو کہ پاکستان میڈیکل کونسل نے دبالی میں متواتر لکھتا رہا لیکن انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا یہ پورا فائل میرے پاس اب بھی موجود ہے

Marfat.com

خرم کا دلاسہ

اب میں ان تینوں کے انتقال کے بعد 1974 کے حالات لکھوں گا جب مئی 1994ء میں اسماء خرم کو لے کر پاکستان آئی' جب مجھے سعید سے خرم اور اسماء کے آنے کی اطلاع ملی تو میرا دل بہت کڑھا اور میں نے سعید سے درخواست کی کہ سعید مجھے بھی ان دونوں کو Recieve کرنے کیلئے ایئرپورٹ لے چلنا لیکن نہ معلوم کیا بات تھی کہ سعید مجھے لے کر جانا نہیں چاہتے تھے لیکن ان کو میری حالت پر رحم آ گیا اور وہ مجھ کو ساتھ لے کر ایئرپورٹ پہنچے تو جب اسماء اور خرم ہوائی جہاز سے اتر کر ایئرپورٹ لاؤنج سے باہر آئے تو میری حالت بری ہوگئی اور میں بے ساختہ سلطان کو یاد کر کے رونے لگا۔ پہلے اسماء نے مجھے گلے لگایا لیکن اس کے بعد میں نے خرم کو دیکھا جو کہ اس وقت 6 فٹ کا جوان بن چکا تھا میں اس سے لپٹ کر سلطان کو یاد کر کے بری طرح سے رونے لگا اور خرم نے مجھے اپنے گلے سے لپٹا لیا اور مجھے پھر اپنے سے جدا نہیں کیا میں اس وقت سلطان کو یاد کر کے اتنا رویا کہ جب سعید نے ہم سب کو گاڑی میں بٹھا کر گھر لے چلے تو بھی میں روتا رہا تو خرم نے میرے ساتھ بیٹھ کر مجھے اپنے گلے سے لگا رکھا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ تائیاں بس تائیاں بس جو اللہ کرنا تھا وہ ہوگیا آپ ہمت کریں اور حوصلہ رکھیں بوبو تو اب واپس نہیں آ سکتیں۔ اس کے بعد اسماء خرم کو لے کر روزانہ میرے پاس آتی تھیں اور شروع میں' میں نے اس سے کہا کہ بیٹا تو خرم کو میرے پاس ہی چھوڑ دے یہ میرے ساتھ ہی رہے گا اور یہ وہی گھر ہے جس میں اس کی بوبو نے اسے ایک ڈیڑھ سال کی عمر سے پالا تھا اور یہ ننھا سا بچہ اسی گھر میں رہا کرتا تھا تو اس پر اسماء نے کہا کہ ہاں خالو میاں آپ شوق سے اس کو اپنے پاس رکھیں لیکن جب میری دکھ کی شدت تھوڑی کم ہوئی تو میں نے سوچا اور خرم سے کہا کہ بیٹا میری طبیعت یہ ہی چاہتی تھی کہ جب تیری بوبو یہاں نہیں ہے تو میرے پاس رہے لیکن تم چھ سال بعد آئے ہو تو میں نہیں چاہتا کہ تم چھ سال بعد بھی اپنے باپ سے دور رہو تم اپنے باپ کے

Marfat.com

پاس ہی ٹھہرو، لیکن میرے پاس روزانہ ملنے آتے رہنا میری زندگی کا بھی اب کوئی پتا نہیں ہے تو خرم نے کہا کہ ہاں تائیاں آپ جیسا کہیں گے میں وہی کروں گا۔ آپ فکر نہ کریں میں آپ کے پاس روزانہ آتا رہوں گا لیکن اس کی ماں اسماء اس قدر نیک سیدھی اور بھولی تھی کہ میں نے آج تک اسکو کسی کی بات پر انکار کرتے نہیں دیکھا۔ جب وہ امریکہ سے واپس آئی تو اس نے دوسرے تیسرے دن میرے کان میں ڈالا کہ خالو میاں فلاح تاریخ کو خرم کا امریکن ایمبسی میں انٹرویو ہوگا اس بیچاری کو یہ تک پتہ نہیں تھا کہ وہ انٹرویو یہاں پر کس بارے میں تھا وہ تو غالباً خرم کو اس خوشی میں لے کر امریکہ سے روانہ ہوگئی تھی کہ خرم کو اس انٹرویو کے بعد امریکہ کا گرین کارڈ مل جائے گا لیکن اس بیچاری نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ اس انٹرویو کے لیٹر میں کیا لکھا ہے۔ کیونکہ کراچی آنے کے بعد خرم اور اسماء دونوں سعید کے ہاتھوں میں تھے اور اب سعید کی ہدایت کے مطابق ان کو کام کرنا تھا کاش اگر وہ مجھ کو بتا دیتے تو میں خرم کے کان میں ڈال دیتا کہ بیٹا جو کچھ بھی وہ لوگ پوچھیں تو سچ سچ بتا دینا اور کبھی کسی بات کو بنانے کی کوشش نہ کرنا اس لئے کہ جب تمہاری ماں تم کو امریکہ لے کر گئی تھی اس وقت تم بچے تھے اور نابالغ تھے اور وہ وہاں امتحان کی خاطر رک گئی اور اس کی بہن نے اسکو روک لیا اور وہ ہر سال امریکہ کا امتحان پاس کرنے کیلئے امتحان دیتی رہتی تھی لیکن وہ کافی عرصے تک پاس نہیں ہوئی اور تم چونکہ بچے تھے تمہاری ماں نے تمہیں اسکول میں داخل کردیا اور تم پڑھتے رہے اور تم کو اپنے امریکہ کے داخلے کے بارے میں اور جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا ممکن تھا اگر خرم کو انٹرویو کے ٹائم پر یہ باتیں بتادی جاتیں تو شاید امریکن ایمبسی والے اس کو اس کی ماں کے ساتھ واپس امریکہ جانے سے نہ روکتے لیکن افسوس یہ کہ نہ مجھے اسماء نے اور نہ سعید نے اس کے اس انٹرویو کے بارے میں اپنے اعتماد میں لیا نتیجہ یہ ہوا کہ امریکن ایمبسی کے متعلقہ امیگریشن والوں نے خرم سے کچھ باتیں ایسی پوچھیں کہ وہ بچہ انکا صحیح جواب نہ دے سکا

Marfat.com

اور انہوں نے اس کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اچھا ہم تمہارے کیس کو انکوائری کیلئے امریکہ Refer کریں گے۔ غرض یہ کہ اس انٹرویو سے اس غریب کا اپنی ماں کے ساتھ واپس امریکہ جانا رک گیا اور اسماء اور خرم دونوں مجبور ہو کر رہ گئے ان کو جس قدر افسوس ہوا ہوگا وہ انکا دل ہی جانتا ہوگا لیکن اس واقعہ کے بارے میں مجھے کچھ دنوں بعد علم ہوا اور مجھے بہت صدمہ ہوا کہ اب اس بچے کا امریکہ جانا مشکل ہوگا ایک ایسے وقت میں جبکہ کراچی میں روزانہ دنگے' فساد اور جھگڑے ہو رہے تھے اور صبح شام اور رات کو گولیاں چل رہی تھیں مجھے اس بات کا بڑا صدمہ ہوا اور میں نے سب سے پہلے اسماء کو برا بھلا کہا کہ اس کو ایسے حالات میں یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی پھر اس کے علاوہ مجھے اس بات پر بھی غصہ آیا کہ مجھے انٹرویو کے بارے میں ساری باتیں کیوں نہیں بتائیں لیکن مجھے معلوم تھا کہ سعید اپنے معاملات کسی پر ظاہر نہیں کرتے ہیں اور دوسرے کے اوپر ظاہر کرنے سے چاہے وہ ان کا کتنا ہی قریبی عزیز ہو گریز کرتے ہیں اور ہمیشہ اپنی عقل کے اوپر کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں' اسماء کو بھی اس بات کا بہت صدمہ ہوا لیکن چونکہ وہ امریکہ میں ایک اسپتال میں ملازم رہ چکی تھی اور اس کو واپس لوٹنا تھا اور اس کو Work Permit مل چکا تھا وہ غریب بحالت مجبوری اپنے بچے کو چھوڑ کر واپس لوٹ گئی اور اس صدمے کو برداشت کر گئی وہ جانتی تھی کہ اب آئندہ خرم کے معاملے کی انکوائری کرنے میں امریکہ والے چار پانچ سال لگا دیں گے اور وہ واپس نہیں جاسکے گا تو اسماء نے مجھ سے ملاقات کے دوران اس معاملے کو بہت Lightly لیا لیکن میں جانتا تھا کہ اس کو اس معاملے سے بڑا دکھ ہوا ہے اگر وہ امریکہ میں نوکر نہ ہوتی تو وہ شاید دوبارہ امریکہ خرم کو چھوڑ کر نہیں جاتی جب اسماء اور سعید کی خرم کو واپس لے جانے کی امیدیں ختم ہو گئیں تو میں نے ان سے کہا کہ بھئی جب تک اس کے واپس جانے کا مسئلہ طے ہو میں اس کو یہاں کراچی سے L.B L کروا دیتا ہوں اس پر اسماء بہت خوش ہوئی اور سعید نے بھی اس پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور کہا کہ خالو

Marfat.com

میاں اگر اس کا داخلہ یہاں ہوسکتا ہے تو آپ اس کا داخلہ ضرور Law میں کروا دیں اس وقت اسماء نے کہا کہ خالو میاں میں اس کا داخلہ ایک Law collage میں نیو یارک کے قریب کروا کے آئی ہوں اور وہاں کے میں نے 17,000 ڈالر اس کی فیس جمع کروائی ہے اس وقت میں نے اسماء کو کہا کہ بیٹا اگر یہ Law ہی پڑھنا چاہتا ہے اور اسکو Law میں دلچسپی ہے تو اس کو ولایت (لندن) سے بیرسٹری کرنی چاہئے کیونکہ دنیا میں Law کے اندر بیرسٹری کی بڑی قدر ہے اگر آپ دنیا کے کسی کونے پر چلے جائیں گے اور اگر کوئی وہاں پوچھے گا کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں اور اس کو معلوم ہوگا کہ آپ بیرسٹر ہیں تو وہ اس ڈگری کی قدر کرے گا اس پر میں نے کہا کہ امریکہ میں Law کی ڈگری اتنی مشہور نہیں ہے جتنا کہ لندن میں بیرسٹری کی ڈگری ہے تو اسماء خوش ہوگئی اور خرم کے چہرے پر بھی خوشی نظر آئی اور سعید نے بھی اس بات کو سراہا اور کہا کہ ہاں خالو میاں آپ صحیح کہتے ہیں کہ اگر Law کرنا ہی ہے تو ولایت سے اسکو بیرسٹری کرنی چاہئے۔ بہر حال میں نے بھاگ دوڑ کر اسماء کے جانے سے پہلے خرم کا داخلہ S.M.Law Collage میں کروا دیا اور داخلے کے وقت اسکی کتابیں بھی لا کر دے دیں جب سعید اسماء کو چھوڑنے ایئرپورٹ گئے تو اس وقت خرم کو چھوڑنے پر اسماء کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور خرم کے دل کا تو خرم ہی جانتا ہوگا لیکن وہ اس غم کو پی گیا اور اسماء اور خرم کو اطمینان تھا کہ بہر حال وہ اپنے ابو کے پاس رہے گا اور تائیاں بھی اس کے ساتھ ہیں لیکن اس غریب کو کیا پتا تھا کہ ابو تو صبح ہی اس کو اکیلا چھوڑ کر اپنے دفتر چلے جاتے ہیں وہ اکیلا اس بڑے گھر میں کیا کرے گا لیکن آفرین ہے اس معصوم بچے پر کہ جس نے بچپن سے تنہائیاں اٹھائیں اور اب بھی تنہائیوں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ میں اس کے لئے روتا تھا اور دن میں کئی مرتبہ اسکو فون کر کے اسکی ہمت بڑھاتا تھا اور کہتا تھا کہ بیٹا تو فکر نہ کرنا میں تیرے ساتھ ہوں اگر ابو دفتر چلے گئے ہیں تو کیا ہے جس وقت تجھے تنہائی محسوس ہو مجھے فون کر دینا میں فوراً وہاں آ کر تجھے

Marfat.com

لے آؤں گا۔ تو اس غریب کے منہ سے اکثر یہ نکلتا تھا کہ تائیاں آپ فکر نہ کریں میں ٹھیک ہوں لیکن اس کی تنہائی میرے لئے نا قابل برداشت تھی اور شاک گزرتی تھی اور میں اس کے اکیلا رہنے پر سعید اور اسماء کو اپنے دل میں ہزاروں گالیاں دیتا تھا اور سلطان کو یاد کرتا تھا کہ اگر آج وہ زندہ ہوتیں تو وہ اپنے بچے کو کبھی اپنے سے جدا نہ کرتیں۔

میں نے ایک طریقہ اختیار کیا کہ جب سعید صبح دفتر چلے جاتے تھے تو میں اسکو فون کر کے پوچھتا کہ بیٹا تو نے ناشتہ کر لیا تو وہ کہتا ہاں تائیاں کر لیا پھر پوچھتا کہ خانسامہ آ گیا تو کہتا ابھی نہیں آیا آنے والا ہوگا تو مجھے گھبراہٹ ہونے لگتی اور کہتا اچھا بیٹا میں تیرے پاس آتا ہوں پھر میں ایک بس پکڑ کر سید ھا نخی حسن پہنچ جایا کرتا تھا اور راستے میں اس کے کھانے کیلئے جو کچھ بھی ملتا پھل وغیرہ اس کیلئے لے جاتا تھا اور اسے دیتا کہ رکھ لو انہیں کھا لینا اور میں بھی سلطان کی طرح یہ کوشش کرتا کہ سعید کے آنے سے پہلے گھر چلا آؤں لیکن خانسامہ سے کہتا تھا کہ جب تک صاحب نہ آئیں تم یہیں رہنا' خانسامہ بھی سمجھتا تھا اور وہ سعید کے آنے سے پہلے دو ڈھائی گھنٹے رک جاتا تھا پھر میں فون کرتا بیٹا تو نے کھانا کھا لیا تو وہ کہتا ہاں تائیاں کھا لیا ہے کئی دنوں تک میری حالت یہ رہی کہ میرا دفتر آنا جانا ختم ہو گیا اور میں گیارہ بارہ بجے اس کے پاس پہنچ جاتا اور میرا آنا جانا میرے لئے کوئی تکلیف دہ نہیں تھا جتنا کہ خرم کی تنہائی تھی لیکن میں خرم کی خاطر یہ سب باتیں برداشت کرتا ورنہ میری طبیعت یہ چاہتی تھی کہ میں اس کو اپنے ساتھ لے آؤں اور اپنے پاس رکھوں یہاں اس کی بوبو کی روح بھی اسکے ساتھ ہو گی لیکن میں اس ڈر سے کہ سعید اس بات کا برا نہ مانیں اور ان کی ناراضگی مزید خرم کی پریشانی کا باعث نہ بنے میں نے سعید پر اس بات کا احساس تک نہ ہونے دیا لیکن اس اللہ کے بندے کو جس کا نام سعید ہے یہ تک محسوس نہ ہوا کہ میں تو فوج میں رہنے کی وجہ سے تنہائی کا عادی ہوں لیکن اس بچے پر تنہائی کیوں مسلط کروں یہ اکیلا

Marfat.com

کیسے رہے گا اسکو یا تو اس کے چچاؤں کے پاس چھوڑوں یا تائیاں کے پاس انہوں نے کبھی میرا خیال ہے اس بات کا عندیا نہیں دیا کہ خالو میاں خرم کو آپ اپنے ساتھ رکھ لیں لیکن مجھے خود اس بات کا پورا پورا احساس رہا کہ بیٹا اپنے باپ کے پاس ہے اور بیٹے کو اپنے باپ کی محبت اور قربت حاصل ہونی چاہئے باپ اس کا اظہار کرے یا نہ کرے اس دوران میں خرم کے اوپر اپنے باپ کی زندگی کا اثر پڑنا شروع ہو گیا جو کہ کسی سوسائٹی کے قابل نہیں تھے اور تنہائی پسند تھے اور بیٹے نے اپنے باپ کا اثر بھی قبول کرنے میں کوتاہی نہیں کی پانچوں وقت کی نماز پڑھنا وقت کی پابندی کرنا گھر کی نگرانی کرنا اور خانسامہ کے کھانے پکانے کو دیکھنا فضول خرچی نہ ہو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے دانستہ یا نادانستہ طور پر خرم سے وہ ساری باتیں کرنے کی امید شروع کر دی جیسا کہ اسماء گھر میں اپنے زمانے میں کیا کرتی تھی اگر چہ خرم اپنے Zodic sign کے لحاظ سے 12 اپریل کی پیدائش کی وجہ سے Aries تھا لیکن اس کے باوجود مجھے یقین تھا کہ جب کبھی وہ اس گھر میں اپنی ماں یا بہن کے کمرے میں جاتا ہو گا تو رونے لگتا ہو گا اگر چہ وہ کبھی اپنے اس احساس کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ Aries ہونے کی وجہ سے اس کو غالباً یہ خیال ہوتا ہو گا کہ اگر میں تائیاں سے اس بات کا ذکر کروں گا تو وہ بہت افسوس کریں گے اور اسکو میری کمزوری سمجھیں گے اور تائیاں جو کہ ایک جذباتی انسان ہیں بہت بے چین ہو جائیں گے ایسی صورت میں آپ کو یہ سنکر تعجب ہو گا کہ خرم کی اس گھر میں تنہائی کے باوجود کبھی سعید نے مجھے اس بات کیلئے نہیں کہا کہ خالوں میاں اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تنہا رہتا ہے تو آپ اس کے ساتھ گھر پر آ کر رہ لیجئے۔ اگر سعید بھولے سے بھی مجھ سے ایسا کہہ دیتے تو میں بہ خوشی اپنا بستر اٹھا کر ان کے گھر کے ایک کونے میں لے جا کر ڈال لیتا اور بہت خوش ہوتا کہ اب خرم میرے اور سلطان کے پاس ہے اور میرے اور سلطان کی نگاہوں کے پاس رہے گا اور میں خود اپنے کھانے پینے کا انتظام کر لیتا تا کہ سعید کے اوپر اس کا بار نہ پڑے بلکہ میں اپنے بیٹے کا

Marfat.com

کھانے پینے کا انتظام بھی خود کر لیتا لیکن افسوس حالات نے اس معصوم کو پھر اپنی تنہائیوں میں رہنے کیلئے مجبور کر دیا دنیا کو میرے اس دکھ کا شاید کبھی علم بھی نہ ہوتا' انہی دنوں میں نے کبھی اپنی زبان سے خرم کو سلطان کے مزار پر لے جانے کیلئے نہیں کہا اس لئے کہ میں ڈرتا تھا کہ کہیں سعید برا نہ مانیں اس لئے کہ وہ مزاروں پر جانے کے قائل نہیں تھے اور میرا خیال یہ ہے کہ وہ آج تک اپنے کسی عزیز یا بزرگ یا نیاز بھائی' بھابی کے مزار پر ان کو دفن کرنے کے بعد واپس نہیں گئے حالانکہ سخی حسن کا قبرستان ان کے گھر کے بہت قریب تھا اور وہ ہر جمعرات کو وہاں باآسانی جا سکتے تھے لیکن اگر کوئی شخص مزاروں پر جانے کا قائل نہ ہو تو اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا لیکن ایک دن اتفاق سے میں نے خرم کو کہتے سنا کہ تائیاں مجھے جب کبھی وقت ملتا ہے تو میں خود اکیلے بڑی امی اور ڈیڈی کے مزار پر چلا جاتا ہوں اور فاتحہ پڑھ لیتا ہوں اور یہ مزار اس نے اس وقت دیکھے تھے جبکہ اسماء کو میں خود اپنے ساتھ نیاز بھائی' بھائی اور سلطان کے مزار پر لے گیا تھا تو میں اس کے یہ کہنے پر تڑپ گیا اور میں نے اس سے کہا کہ بیٹا تم بغیر مجھے اطلاع کئے مزاروں پر کیوں جاتے ہو یاد رکھو کہ اگر تم آئندہ ایسا کرو گے اور اکیلے جاؤ گے تو تائیاں کو بڑا دکھ پہنچاؤ گے اس لئے کہ جب کبھی تمہاری طبیعت امی' ڈیڈی کے مزار پر جانے کو چاہے تو تائیاں کو بتا دینا' تائیاں خود تمہارے ساتھ چلیں گے اس وقت میرے منہ سے یہ بھی نکلا کہ بیٹا تم بڑی امی' ڈیڈی کے مزار پر جاتے ہو تو تم سلطان کے مزار پر بھی کبھی کبھی جایا کرو اور جہاں میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ تو اس وقت خرم نے کہا کہ ہاں تائیاں میں ضرور بوبو کے مزار پر چلوں گا جب آپ کہیں گے' غالباً اس کے دوسرے روز جمعرات تھی اور بارش کا زمانہ تھا سڑکوں پر پانی بھرا تھا تو میں نے خرم سے کہا کہ بیٹا میں تمہاری بوبو کے مزار پر ہر جمعرات کو جاتا ہوں اور کل بھی جاؤں گا اگر تم چلنا چاہو تو میرے ساتھ اپنی بوبو کے مزار پر چلنا تو اس پر خرم نے کہا کہ ہاں تائیاں میں ضرور چلوں گا' تو میں نے کہا اچھا میں تمہیں تمہارے گھر آ کر ساتھ لے جاؤں گا

Marfat.com

اس پر اس نے انکار کیا اور کہا کہ نہیں تائیاں آپ الٹے کہاں آئیں گے میں خود بس پکڑ کر سیدھا پاپوش کے قبرستان پر اتر جاؤں گا آپ مجھے قبرستان کے دروازے پر ملیں وہیں پہنچ جاؤں گا آپ یہاں میرے پاس نہ آیئے۔

دوسرے دن میں قبرستان کے دروازے پر پہنچا' چاروں طرف بارش کی وجہ سے پانی بھرا ہوا تھا تو میں لوٹ کر خرم کو بس اسٹینڈ پر لینے کیلئے واپس لوٹا۔ یہ بس اسٹینڈ عبداللہ کالج کے قریب تھا جب میں اس بس اسٹینڈ کے اوپر جا رہا تھا تو میں نے خرم کو آتے دیکھا اس نے آتے ہی میرا ہاتھ پکڑ لیا میری خوشی کی انتہا نہ رہی اس نے کہا کہ تائیاں آگے پانی ہے آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو پانی سے بچا کر لے چلوں گا ہم دونوں قبرستان پہنچے راستہ سے میں نے پھول لئے اور خرم کو دیئے کہ لو بیٹا تم اپنی بوبو کے مزار پر یہ پھول چڑھا دینا مزار پر پہنچ کر ہم دونوں نے مزار کو دھونے کیلئے پانی منگایا بہت سے غریب بچے اور بچیاں جو قبرستان کے قریب رہتے ہیں مزار کے اوپر پانی ڈالنے کیلئے موجود ہوتے ہیں اس لئے کہ ان کو پانی ڈالنے کے بعد کچھ پیسے مل جاتے ہیں ہم دونوں نے سلطان کے مزار کو پانی سے دھویا اور دھونے کے بعد خرم نے مزار پر پھول چڑھائے اور نیم کی ٹہنی منگوائی اور مزار کے اوپر رکھی جو کہ عام طور سے روایت تھی اور ہم دونوں نے سلطان کی مغفرت اور فاتحہ کیلئے ہاتھ اٹھائے اور فاتحہ پڑھی۔ فاتحہ پڑھنے کے وقت مجھے یاد آیا کہ واہ مولا ایک وہ وقت تھا جو اس معصوم بچے کو سلطان نے جو اس قبر میں لیٹی ہیں کھلاتی پلاتی رہتی تھیں اور گھماتی تھیں اور گھوڑے پر سیر کراتی تھیں اور آج وہ دن ہے کہ وہ خود قبر میں لیٹی ہیں اور ان کا وہی ایک سالہ معصوم بچہ ان کے مزار پر 20 سالہ نوجوان ہو کر آیا ہے اور اپنی بوبو کے مزار پر پھول چڑھا رہا ہے یہ سوچ کر میرا دل رونے لگا اور میں نے خرم کا ہاتھ پکڑا کہ تو نے فاتحہ پڑھ لی اور کہا کہ اب چلو اپنی بوبو سے اجازت لے لو۔ واپس آنے کے بعد میں خرم کے ساتھ اس کے گھر تنی حسن آیا اور اسے گھر چھوڑ کر واپس بس پکڑ کر ناظم آباد چلا آیا۔

Marfat.com

پاکستان میں آنے کے بعد خرم نے اپنے وجود کو اپنے ملک میں Except کرلیا تھا وہ سلطان کے چھوٹے کمرے میں آتا جاتا تھا اور میں اس سے کہتا تھا کہ بیٹا یہ تیری بوبو کا کمرہ ہے اور یہ سب چیزیں تیری بوبو کی ہیں اور جیسا چھوڑ کر گئی ہیں ویسے ہی رکھی ہیں میں نے انکو ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے خرم کو ٹیلی ویژن کے نیچے ایک نیا VCR نظر آیا اس نے مجھ سے پوچھا کہ تایاں آپ یہ VCR استعمال کرتے ہیں میں نے کہا نہیں بیٹا بوبو کے مرنے کے بعد نہ میں TV دیکھتا ہوں اور نہ VCR استعمال کرتا ہوں۔ یہ سب چیزیں تمہاری اور تمہاری امی کی ہیں تو اس نے مجھ سے کہا تایاں میں تھوڑے دن کے لئے VCR لے جاتا ہوں جب کبھی میری طبیعت گھبرائے گی تو میں فلم دیکھ لیا کروں گا وہ VCR لپیٹ کر میرے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور وہاں پتا نہیں کتنے دن استعمال کیا اور کچھ دنوں کے بعد واپس لا کر اسی جگہ رکھ گیا۔ ممکن ہے سعید نے اعتراض کیا ہو کہ اب تمہیں Law کی تیاری کرنی ہے یا VCR دیکھو گے تو وہ مجبور ہو گیا اور VCR لا کر اسی جگہ رکھ گیا۔

خرم تنہا تنہا اپنے بڑے گھر میں رہا کرتا تھا اور اس کے ابو صبح اسکو اکیلا چھوڑ کر اپنی ملازمت پر چلے جایا کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو اپنے بچے سے زیادہ اپنی ملازمت عزیز ہے اور اس پر ظلم یہ کہ انہوں نے اپنے گھر سے نوکری پر جانے کے بعد اپنے بچے کی کوئی حفاظت کا بھی انتظام نہیں کیا تھا اگر چاہتے تو کر سکتے تھے۔ انکا خانسامہ جو انکے کالج کی طرف سے گھر پر مفت کام کیا کرتا تھا ایک ڈیڑھ بجے کھانا پکا کر اپنے گھر چلا جایا کرتا تھا اس کے چلے جانے کے بعد خرم اکیلا رہ جاتا تھا میں گھبرا گھبرا کر اسکو ٹیلی فون کرتا رہتا تھا اور جب کبھی زیادہ گھبراتا تھا تو اپنا سب کام چھوڑ کر بس پکڑ کر سیدھا اس کے پاس پہنچ جایا کرتا تھا اور اس کی ہمت اور حوصلہ بڑھانے کی کوشش کرتا تھا کہ بیٹا فکر مت کرنا اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے تایاں بھی تمہارے ساتھ ہیں لیکن مشکل یہ ہے تمہارے تایاں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ورنہ تمہارے

Marfat.com

تائیاں کی طبیعت یہ چاہتی تھی کہ جب تک حالات خراب رہیں وہ تمہارے ساتھ ہی رہیں یا تم کو اپنے ساتھ ہی رکھیں۔خرم یہ سب باتیں بڑی خندہ پیشانی کیساتھ اور مسکرا کر سنتا رہتا تھا اور میں جو کچھ پھل وغیرہ اسکے لئے لے کر جاتا اسکو دے دیا کرتا' وہ ہمیشہ مجھ سے کہتا کہ تائیاں آپ کھانا کھا کر جائیں میں اس کے یہ کہنے پر تڑپ جاتا تھا اور سوچتا تھا کہ واہ مولا تیری کیا شان ہے ایک وقت وہ تھا کہ اس کی بوبو اور تائیاں دونوں اپنے ہاتھوں سے نوالے بنا بنا کر اسکو کھلایا کرتے تھے اور اب خدا کا شکر ہے کہ یہ جوان ہونے کے بعد اپنے تائیاں سے کہتا ہے کہ تائیاں آپ کھانا کھا کر جایئے باوجود یہ کہ وہ ابھی اپنے پاؤں پر بھی کھڑا نہیں ہوا تھا میں اس کی کسی بات کو انکار تو نہیں کر سکتا تھا اور اسکی ہاں میں ہاں ملاتا رہتا تھا کہ ہاں بیٹا میں کھانا کھا لوں گا اور کھا کر جاؤں گا لیکن میں اس کو بہلانے کی کوشش کرتا اور کسی نہ کسی طرح سے اسکو سمجھا کر جب اس کے ابو کے آنے کا وقت ہوتا واپس چلا آتا جیسا کہ اس کی بوبو کیا کرتی تھیں لیکن کبھی کبھی میں اس کے اصرار کرنے پر اسکو خوش کرنے کیلئے کھانا کھانے کیلئے رک جاتا اور کھانے کے بعد جیسا کہ اس کو معلوم تھا کہ اس کے تائیاں تھوڑا سا Rest کرتے ہیں وہ اپنا تکیہ لے کر اپنے کمرے میں اپنے پلنگ کے اوپر لگا دیتا اور کہتا لیں تائیاں اب آپ لیٹ جائیں اور Rest کر لیں اور میں لیٹ جاتا کہ کہیں ایسا نہ ہو اس بچے کی دل شکنی ہو لیکن پھر بھی اس کے ابو کے آنے سے پہلے واپس آنے کی کوشش کرتا۔ایک دو مرتبہ ایسا ہوا کہ میں لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی یہاں تک کے سعید بھی اپنے دفتر سے واپس آ گئے اور کھانا کھانے کے بعد انہوں نے نماز پڑھی اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد وہ اپنی ماں کے پاس جانے کیلئے تیار ہو گئے اور وہ اکثر مجھ سے کہتے تھے کہ آیئے خالو میاں میں آپ کو گھر چھوڑ دوں تو میں ان سے کہا کرتا تھا کہ نہیں سعید تمہیں بہت دور جانا پڑے گا مجھے بس اسٹینڈ پر چھوڑ دو میں خود چلا جاؤں گا لیکن وہ نہیں مانتے تھے اور کوشش کرتے کہ مجھے گھر چھوڑ دیں۔

Marfat.com

کراچی کے حالات

شہر کے حالات ان دنوں بہت خراب تھے' اسی اثناء میں ان کے گھر پر بھی لوگوں کے حملے کا خطرہ پیدا ہو گیا اور پیسے وصول کرنے کیلئے ٹیلی فون آنے لگے' خرم نے مجھے ایک دن صبح 10 بجے ٹیلی فون کیا جو میری شاگرد روبی نے اٹھایا اس نے بتایا اس کے پاس ایک ٹیلی فون آیا ہے کہ پیسے چاہئے اس نے کہا میں نے فون بند کر دیا ہے آپ تائیاں کو نہ بتائیں ورنہ وہ گھبرا جائیں گے میں دفتر جانے کیلئے تیار ہو گیا تھا روبی نے مجھے نہیں بتایا جب میں دفتر پہنچا تو میرے پاس پھر فون آیا تو میں نے پوچھا بیٹا کیا بات ہے اس نے ساری بات بتائی اور کہا تائیاں میں نے روبی کو بتا دیا تھا اس پر میں نے روبی کو بہت سخت سست کہا اور پچاس ہزار گالیاں دیں اور دفتر بند کر کے میں نے فوراً ٹیکسی پکڑی اور سیدھا سخی حسن خرم کے پاس پہنچ گیا میں نے کہا بیٹا تو مجھے ایسی بات بھی نہیں بتائے گا کہ جب خطرہ پیدا ہو گیا تو تم کو مجھے فوراً فون کرنا چاہئے تھا میں گھر سے سیدھا تیرے پاس آ جاتا' دفتر نہ جاتا میں نے اس سے کہا بیٹا تو نے اپنے ابو کو اطلاع دیدی تو اس نے کہا ہاں تائیاں میں نے ابو کو بتا دیا ہے۔ یہ تقریباً 12 `1 بجے کا وقت تھا جب خانسامہ آ چکا تھا لیکن اللہ کے بندے اس کے ابو نے اپنے بیٹے سے اتنی بات سننے کے بعد بھی گھر کا رخ نہیں کیا اور وہ اپنے وقت کے مطابق حسب معمول 3:30 ساڑھے تین بجے گھر پہنچے مجھے اس قدر غصہ آیا کہ بیان نہیں کر سکتا میں خرم کے پاس ہی تھا اور اس سے معاملے کی تفصیل سن چکا تھا اور کہہ چکا تھا کہ بیٹا اب میں تجھے اس منحوس مکان میں اکیلا نہیں چھوڑونگا اور تو میرے ساتھ چل ہمت حوصلہ کر اور اپنے ابو سے کہہ دے میں تائیاں کے ساتھ جا رہا ہوں لیکن یہ بچہ سن بلوغ کو پہنچنے کے باوجود اب بھی اتنا معصوم اور بھولا تھا کہ اپنے ابو سے نہیں کہہ سکا میں یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا لیکن مجھے اطمینان تھا کہ میں اپنے بیٹے کے پاس ہوں اور وہ میری موجودگی میں محفوظ ہے حالانکہ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا لیکن میری ہمت' حوصلہ اور قوت

Marfat.com

ارادی ہر حملہ آور کے دفاع کیلئے اپنے بچے کے آگے کافی تھی۔

جب سعید تشریف لائے تو انہوں نے بجائے اس کے اپنے بیٹے سے میرے سامنے یہ تفصیل پوچھتے کہ بیٹا کیا بات ہوئی' ٹیلی فون پر بیٹھ گئے اور لگے ٹیلی فون نمبر نوٹ کرنے اور کہنے لگے یہ ٹیلی نمبر مون بھائی کا ہے یہ ٹیلی فون نمبر SHO کا ہے یہ DSP کا ہے غرض یہ کہ پانچ چھ ٹیلی فون ایک کاغذ پر نوٹ کر کے میرے سامنے خرم کو دیئے اور وہ معصوم کھڑا کھڑا اپنے ابو کے حکم کی تعمیل کرتا رہا سعید نے اس معاملے پر مجھ سے بات کرنے کی بھی تکلیف گوارا نہیں کیا اور کھانا کھانے کے بعد مجھ سے کہنے لگے آیئے خالو میاں میں آپ کو چھوڑ دوں میں نے کہا' سعید بہت بہت شکریہ میں خود چلا جاؤں گا ابھی اللہ نے میرے ہاتھ پیروں میں اتنی جان دی ہے لیکن میں اب خرم کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤں گا یہ یا تو تمہارے ساتھ رہے گا اور اب اسکو اس گھر میں اکیلا مت چھوڑنا اور اپنے ساتھ لے کر ایا کے پاس چلے جانا اور اسکو اسکی دادی کے پاس چھوڑ دینا اور یہ جب تک حالات ٹھیک نہ ہوں یہ وہیں رہ لے گا اسکو اس مکان میں لانے کی ضرورت نہیں ہے جب تک کے حالات ٹھیک نہ ہو جائیں' یا پھر مجھے اس کیساتھ رہنا پڑے گا جب میں خرم سے ان ٹیلی فون کے بارے میں پوچھ رہا تھا تو میں نے دیکھا اس وقت بھی اس میں ہمت حوصلہ موجود تھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تائیاں اگر میں یہاں اکیلا ہوا اور کوئی دروازے پر حملے کرنے آیا تو کوئی بات نہیں میں سیڑھیاں چڑھ کر دوسرے مکان میں کود جاؤں گا باقی آگے اللہ مالک ہے اور جو کوئی پیسے مانگے گا وہ میری امی دے دیں گے اس پر میں نے کہا کہ بیٹا پیسے کی کوئی بات نہیں' پیسے تو میں بھی دے دوں گا اپنے آپ کو بیچ کر سب کچھ تیرے اوپر قربان کر دوں گا اور تجھ کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دونگا لیکن مجھے حیرت ہوئی جب میں نے یہ دیکھا کہ سعید نے اس معاملے کو بہت Lightly لیا لیکن میرا دل و دماغ تڑپ گیا اور میں پریشان حال واپس بس میں بیٹھ کر گھر لوٹ آیا' سعید نے کہا آیئے خالو میاں ہم آپ کو چھوڑ

Marfat.com

دیں گے‘ اس لئے کہ آپ کی جان کو بھی خطرہ ہے اس پر مجھے ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی آیا اور میں نے کہا میری جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے اور اگر ہوگا بھی تو میں اپنی زندگی پوری کر چکا ہوں مجھے اس معاملے میں کوئی فکر لاحق نہیں ہے تم اطمینان رکھو تم میرے بچے کو ساتھ لے کر اس کی دادی کے پاس پہنچا دینا یا چچاؤں کے پاس چھوڑ دینا میں نے گھر لوٹنے کے بعد فوراً ہی اسماء کو امریکہ ٹیلی فون کیا حالانکہ چلتے وقت سعید مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ اسماء کو کچھ نہ کہئے گا ورنہ وہ گھبرا جائے گی مجھے ان کی اس بات پر بھی بہت ہنسی آئی اور افسوس ہوا کہ جس بچے کی خاطر اس کی ماں نے اپنی ساری زندگی برباد کر دی ہے اگر وہ بچہ خطرہ میں ہو تو میں اس کی ماں تک کو اس کی اطلاع نہ دوں جب میں نے اسماء کو فون کیا اور ان تمام حالات سے آگاہ کیا تو وہ تڑپ گئی‘ ٹیلی فون پر رونے لگی اور کہنے لگی کہ خالو میاں اگر میرے بچے کو کچھ ہو گیا تو میں کہیں کی نہیں رہوں گی اور مر جاؤں گی میں نے اسماء سے کہا بیٹا اللہ سے دعا کرو اور وقت ضائع نہ کرو اور تم سعید کو فون کرو کہ اب خرم کو اس مکان میں نہ رکھے اور اسکو فوراً کسی محفوظ جگہ منتقل کر دے۔ جب تک حالات ٹھیک نہ ہوں اسکو واپس نہ بلائے میں تو اسکو اپنے پاس لے آتا اور اسکو اپنی جان سے لگائے رکھتا لیکن سعید نے کہا آپ کا علاقہ بہت ہی خطرناک ہے وہاں آئے دن لڑکے گھروں میں گھس کر مار پیٹ کرتے ہیں اور پیسے وصول کرتے ہیں۔ اسماء کا میرے پاس پھر ٹیلی فون آیا اور کہنے لگی خالو میاں میں نے سعید کو بڑے زور کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ وہ میرے بچے کو وہاں سے فوراً Move کر دیں یا تو پنڈی بھیج دے یا کسی ایسی جگہ اپنی کسی دوست کے پاس اس کو چھوڑ دیں جہاں کہ وہ اطمینان سے رہے۔ سعید نے اسماء کے کہنے پر عمل کیا اور دوسرے ہی دن خرم کو ہوائی جہاز کے ذریعے پنڈی بھیج دیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس کے پاس بھیجا اور کہاں رکھا لیکن اسماء نے مجھے بتایا کہ خالو میاں خرم پنڈی پہنچ چکا ہے اور میری اس سے فون پر بات ہو گئی ہے وہ ٹھیک ہے آپ فکر نہ کریں میں اس سے روزانہ فون پر

Marfat.com

بات کرتی رہوں گی کافی عرصے تک خرم پنڈی رہا اور اس کے بعد جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ اس کے L.B L کے پہلے سال کے امتحان شروع ہونے والے ہیں تو میں نے پہلے تو یہ سوچا کہ سعید کو اطلاع نہ دوں اور اس امتحان کو گزر جانے دوں لیکن بعد میں مجھے خیال آیا وہ میری جان کو آجائے گا کہ خالو میاں نے اسکا ایک سال گنوادیا' حالانکہ ہم نے اتنے پیسے اسکے داخلے میں خرچ کئے۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے کالج سے خرم کا امتحان کا Admit Card اور سب چیزیں منگوائیں اور سعید نے اسکو بلا کر کسی اور جگہ رکھ دیا لیکن مجھے اس بارے میں اس نے کوئی اطلاع نہ دی لیکن جب میں بہت پریشان ہوا تو مجھ سے سعید نے کہا کہ خالو میاں میں ابھی آپ کو نہیں بتاؤں گا تو میں نے کہا سعید میں نے کئی دنوں سے اسکی آواز تک نہیں سنی ہے تم مجھے اس کی آواز سنادو میں سمجھتا اور یہ جانتا تھا کہ جس قدر احتیاط ہو وہ کرنی چاہئے میرا فون اور سعید کا فون بھی Tape ہوتا ہوگا اس لئے ہم کو احتیاط کرنی چاہئے ایک دن سعید میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ خالو میاں میں نے کتابیں پہنچادی ہیں اور اگر پڑھ سکتا ہے تو پڑھ لے کوئی فکر کی بات نہیں ہے جب سعید نے مجھ سے کہا کہ خالو میاں میں جب ایک دو روز اسکے پاس نہیں جاتا تو وہ گھبرا جاتا ہے میں نے ٹیلی فون کے لئے منع کردیا ہے پھر میرا دل رونے لگا غرض ان حالات کی موجودگی میں اس بچے نے اللہ اس کی عمر دراز کرے اپنے امتحان کی تیاری کی۔ سعید اس کو ہر دوسرے روز امتحان کیلئے یونیورسٹی لے جاتے تھے اور امتحان دلا کر واپس اس کی جائے قیام پر چھوڑ دیتے تھے لیکن سعید نے ان سب باتوں کی مجھے کوئی اطلاع نہ دی اور مجھ سے چھپاتے رہے۔ میں بھی ان کو احتیاط کے طور پر فون نہیں کرتا تھا جب میں فون کرتا تو انکے بڑے بھائی مسعود برنی کو کرتا ان کی بیگم نور جہاں سے اسکی خیریت پوچھ لیتا تھا خدا کا شکر ہے خرم نے آٹھ دس روز امتحان کی تیاری کی اور امتحان دیا اور وہ امتحان میں پہلی Attempt میں پاس ہوگیا جب وہ پاس ہوگیا تو میں نے ایک دن پرنسپل سے پوچھا جو کہ میرا

Marfat.com

دوست تھا کہ تم نے میرے بیٹے کی کاپی دیکھی تو وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا ناصر بھائی وہ تو انگریزی بڑی اچھی لکھتا ہے اور اس کا انداز سب سے جدا گانہ ہے حالانکہ اور پرچے میں نے نہیں دیکھے جو پرچہ میرے پاس آیا تھا وہ بہت اچھا تھا پاس ہونے کے بعد میں نے سعید سے کہا جب وہ گھبراتا ہے مسعود کی بیگم نور جہاں کے پاس چھوڑ دو یا جیسا کہ اسماء کہہ رہی ہے اسکو پھپھی کے پاس جرمنی بھیج دو تو سعید کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور انہوں نے جرمنی کا ویزا لیا اور بتایا کہ اسکا جرمنی کا ویزا مل گیا ہے اور میں اسے جرمنی بھیج رہا ہوں اور میں اسکو آپ کے پاس ملانے کیلئے لاؤں گا میں بہت خوش ہوا اور ایک دن وہ مجھ سے ملانے لائے میں نے اسے گلے لگایا پیار کیا مبارکباد دی کہ تو پاس ہو گیا اور کہا کہ جرمنی میں بیٹا تم اپنا داخلہ کروالینا اور فکر مت کرنا میں تم کو جرمنی بھی ٹیلی فون کرتا رہوں گا' جب تک وہاں رہ سکو رہ لینا اور اس اثناء میں جیسا کہ تمہاری ماں نے کہا اور تمہارے ابو کی مرضی تھی میں تمہیں Bar میں داخلے کیلئے لندن سے خط و کتاب شروع کرتا ہوں جب تمہارا داخلہ لندن میں بیرسٹری میں ہو جائے تم اپنا ویزا لے کر لندن چلے جانا اس کے بعد میں نے ایک خط بیرسٹر حبیب الرحمٰن سے بھی لکھوا دیا جو کہ اس وقت Law کالج کے پرنسپل تھے اور خود بھی ایک لمبا چوڑا خط لکھ کر اس کے داخلے کیلئے لندن بھیجا کہ یہ میرا بیٹا ہے تم اس کا داخلہ کرواس نے امریکہ سے B-A پاس کر لیا ہے 8`9 مہینے جب وہ جرمنی میں رہا اور میں اس کے داخلے کے لئے لندن لکھتا رہا اور اسماء خود بھی اس کے داخلے کے سلسلے میں لندن میں بیرسٹری کے دفتر والوں سے ٹیلی فون پر باتیں کرتی رہتی تھی پھر کیا تھا اپنے بچے کے داخلے کی ساری بھاگ دوڑ ماں نے سنبھال لی اور وہ اس لڑکی کو جو داخلے کی انچارج تھی فون کرتی رہتی تھی اور خرم کو بھی بتاتی رہتی تھی اور میں نے خرم کو جرمنی فون کیا اور کہا بیٹا تم اس سے ٹیلی فون پر ڈائریکٹ بات کرو کہ میں جرمنی میں ہوں اگر آپ کہیں تو میں انٹرویو کیلئے لندن آ جاؤں غرض یہ کہ جب اس کا ویزا ختم ہو گیا تو یہ واپس پاکستان آ گیا اور اس

Marfat.com

مکان میں سعید کے ساتھ رہنے لگا لیکن چونکہ اب حالات کچھ بہتر ہو گئے تھے اس نے میرے پاس بھی آنا جانا شروع کیا اور اطمینان سے ہر جمعہ کو آتا اور میں کوشش کرتا تھا کہ دونوں باپ بیٹے میرے پاس کھانا کھا کر جائیں اور وہ شوق سے کھالیا کرتے تھے کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ میں ان دونوں کیلئے گوشت پکوا کر رکھ لیا کرتا تھا اور روٹیاں بھی پکوا لیا کرتا تھا تو سعید کہتے تھے خالو میاں آپ کیوں تکلف کرتے ہیں میں نے کہا یہ تکلف نہیں ہے اگر میرا بیٹا اور اس کے ابو یہ کھالیں گے تو مجھے بھی کھانا ہضم ہو جائے گا۔

جب اسکے داخلہ کا سلسلہ لندن میں شروع ہو گیا تو سعید نے بہت سی باتیں پھر مجھ سے چھپانے کی کوششیں کیں اس لئے انہوں نے سوچ لیا تھا کہ کوئی پرواہ نہیں اگر خرم کا داخلہ CPE میں ہو جائے اور لندن میں چلا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے CPE کرنے کے بعد اسکا داخلہ بیرسٹری میں ہو جائے گا آخر کار ایک آدھ مہینے کے بعد لندن سے خط آیا کہ تمہاری Bar Application داخلے کیلئے منظوری کر لی گئی ہے لیکن تمہیں ایک سال CPE میں پڑھنا پڑے گا تو اس پر دونوں باپ بیٹے آئے اور خوش تھے میں نے کہا بڑی خوشی کی بات ہے کہ چلو اس منحوس ماحول سے نکل جائے گا سعید نے بھاگ دوڑ کر برٹش کونسل کو اسکے ویزا کیلئے Apply کیا اور اسکو ایک سال کیلئے ویزا مل گیا یہ خبریں سننے کے بعد اسماء کو بڑی خوشی ہوئی اور اسکو اطمینان ہوا ورنہ پچھلی پریشانی کے باعث اسکا اوپر کا سانس اوپر رہتا تھا۔

جب اسکا داخلہ ہو گیا تو اسماء نے مجھے فون کیا کہ آپ کے بیٹے کا داخلہ Bar میں ہو گیا ہے تو میں نے بھی اس کو مبارکباد دی اور کہا کہ بیٹی اب خدا کا شکر ہے کہ وہ اس گندے ماحول سے نکل جائے گا یہ اللہ میاں کا کرم ہے خرم بھی بہت خوش تھا۔ جانے سے پہلے میں نے بہت کچھ اسکو سمجھانے کی کوشش کی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اب کسی کی بات سننے کیلئے تیار نہیں ہے اور اپنے آپ کو بہت Independent

Marfat.com

محسوس کرتا ہے یہ اس کے Zodiac Sign کا اثر تھا۔ بہر حال جب اس کو ایک سال کیلئے لندن کا ویزا مل گیا تو اس نے اپنا سارا سامان ایک سوٹ کیس میں پیک کیا اور میرے پاس لے کر آیا اور پوچھا تائیاں میں یہ اپنا سوٹ کیس کہاں رکھ دوں اس پر میں نے کہا کہ بیٹا جہاں تیری طبیعت چاہے وہاں رکھ دے یا اپنی بوبو کے کمرے میں رکھ دے جو آج سے 20 سال پہلے پنڈی یا مری لے جانے کیلئے تیرا منا سا سوٹ کیس خود تیار کرتی تھیں اور اس میں تیرے کپڑے اور سامان رکھتی تھیں اس نے اپنا بڑا سوٹ کیس سلطان کے سنگھار میز کے برابر میں رکھ دیا۔ جب میں نے اس سوٹ کو اٹھانے کی کوشش کی تو وہ اتنا بھاری تھا کہ وہ مجھ سے اٹھ نہ سکا میں نے کہا بیٹا اس میں تو نے کیا چیزیں بھر لی ہیں تو اس نے کہا تائیاں اس میں میرا سب سامان' جوتے اور فائل وغیرہ ہیں تو اس پر میں نے کہا بیٹا اپنے کاغذات وغیرہ اور پاسپورٹ وغیرہ تم اپنے ایک علیحدہ بریف کیس میں رکھو جو میں تمہارے لئے بازار سے لا دوں گا اس پر وہ خوش ہو گیا اور میں نے اس سے کہا بیٹا یہ بریف کیس میرے ساتھ چل کر خود پسند کر لینا لیکن نا معلوم کیا ہوا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ تائیاں رہنے دیجئے مجھے ابو نے بریف کیس لا دیا ہے بلکہ تھوڑے دن کے بعد وہ ایک دن آیا اور اپنا سوٹ کیس بھی وہاں سے اٹھا کر لے گیا اور مجھ سے کہا ابو نے کہا ہے کہ تم اپنا سوٹ کیس وہاں سے اٹھا لاؤ اس لئے کہ اگر حالات خراب ہو گئے تو مجھے تم کو Direct گھر سے ایئر پورٹ لے جانا پڑے گا اور میں ناظم آباد نہیں جا سکوں گا اس پر میں خاموش ہو گیا لیکن میں نے اس سے کہا بیٹا میں بھی تجھ کو ایئر پورٹ چھوڑنے چلوں گا مجھے اب اپنی زندگی کا کچھ پتہ نہیں ہے نا معلوم میں آئندہ تجھ سے مل سکوں گا یا نہیں لیکن میں تجھ کو ایئر پورٹ تک چھوڑنے ضرور جاؤں گا جب تم اپنے بچپن میں مجھے ہمیشہ اپنی بوبو کے ساتھ ایئر پورٹ پر لینے آتے تھے جب میں پنڈی سے آتا تھا تو اب میں تم کو لندن جانے کے لئے ایئر پورٹ تک چھوڑنے کیلئے نہ جاؤں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سعید نے بھی مجھ سے ایک دن کہا کہ

Marfat.com

خالو میاں آپ کو جانے کی کیا ضرورت ہے میں پہنچادوں گا آپ فکر نہ کریں جانے کا رات کا ٹائم ہوگا اور میں اس کو اطمینان سے سوار کرادوں گا اور جانے سے پہلے میں اس کو آپ سے ملانے لاؤں گا بہر حال میں نے ان کو بتادیا کہ بھئی تم اس کو بالا بالا ایئرپورٹ لے جانا میں خود ایک ٹیکسی پکڑ کر ایئرپورٹ پہنچ جاؤں گا کیونکہ میرے لئے اب گولیوں کا چلنا یا ان کی بوچھاڑ کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور میں نے یہ ہی کیا کہ ٹیکسی کا انتظام کرلیا لیکن اتفاق سے اس دن میرا بھانجا اطہر مجھ سے ملنے کیلئے آیا تو جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ ماموں میاں رات کو تنہا خرم کو ایئرپورٹ چھوڑنے کیلئے جائیں گے تو اس کی انسانیت بیدار ہوگئی اور اس نے کہا کہ ماموں میاں آپ کیا سمجھتے ہیں میں مرگیا ہوں اور میرے پاس یہ گاڑی کس لئے ہے میں آپ کو ایئرپورٹ لے جاؤں گا اور آپ اکیلے نہیں جائیں گے اس دن رات کو اطہر گاڑی لے کر آیا اور مجھ کو ایئرپورٹ لے کر گیا اس وقت بجیاّ بھی میرے ساتھ گئی تھیں میں نے خرم کو ایئرپورٹ پر خدا حافظ کیا اور بہت گلے سے لگایا۔اس کے لندن جانے سے پہلے میں نے اسماء کو کئی مرتبہ ٹیلی فون پر کہا کہ دیکھ بیٹا تو اپنے اس بچے کو کبھی اپنے سے جدا نہ کرنا اور اکیلا نہ چھوڑنا یہ میری اور سلطان کی تیرے پاس امانت ہے۔اس کا بہت وقت تنہائی میں اور اپنے ماں باپ سے دور گزرا ہے اور اسکو اپنے گھر کا ماحول اب تک نصیب نہیں ہوا ہے لندن میں یا تو تجھ کو اسکے ساتھ رہنا پڑے گا یا تم سعید سے کہو وہ سارے کام چھوڑ کر اس کے ساتھ لندن جاکر رہیں جب تک یہ اپنی تعلیم مکمل کرے یا پھر مجھے اسکے ساتھ جاکر رہنا پڑے گا لیکن بیٹا میں اب ایک معذور اور مجبور انسان بن کر رہ گیا ہوں مجھے آنکھوں کی معذوری نے بالکل بیکار کردیا ہے لیکن پھر بھی میری طبیعت چاہتی ہے کہ میں اس وقت تک اس کے ساتھ رہوں جب تک تم اس کے پاس پہنچ جاؤ اس پر اسماء نے کہا ہاں خالو میاں آپ ٹھیک کہتے ہیں آپ

Marfat.com

اس کے ساتھ لندن چلے جایئے میں آپ کو ٹکٹ بھیج دونگی اور اگر میں اصرار کرتا تو اسماء ضرور مجھے ٹکٹ بھیج دیتی اور میرا اسکے ساتھ رہنے کا انتظام بھی کر دیتی۔ جب میں نے خرم اور اس کے باپ کے سامنے اپنے اس ارادے کا اظہار کیا تو اس وقت باپ بیٹے نے اپنی کسی مرضی کا اظہار نہیں کیا اور میں بھی ان کی اس خاموشی پر یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ میرے جانے میں شاید زیادہ خرچہ ہوگا۔ پھر ایک دن خرم نے بڑے پیار محبت سے مجھ سے کہا تائیاں آپ شوق سے میرے ساتھ چلئے اور رہیئے لیکن کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں وہاں اکیلا نہیں رہ سکتا۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ جب آپ اپنی نوعمری میں اٹھارہ سال کی عمر میں اکیلے سائیکل پر اپنے ساتھی کے ساتھ کشمیر جا سکتے ہیں تو کیا میں اس عمر میں لندن میں اکیلا نہیں رہ سکتا اس کی ان باتوں سے مجھے خیال ہوا کہ اگر وہ مجھے لے جانا بھی چاہے گا تو شاید اس کے ساتھ جانا مناسب نہیں ہوگا لہٰذا میں خاموش ہو گیا اور میں نے اس مسئلے پر کوئی بات نہیں کی اور اپنے دل میں یہ طے کیا کہ اگر خدا کو منظور ہوا تو میں خود کسی نہ کسی طرح سے ایک مرتبہ لندن جاؤں گا تا کہ اس کی تنہائی کا مکمل جائزہ لے سکوں اور اطمینان کر سکوں کہ یہ تنہا رہ سکتا ہے اور لندن میں ابھی کچھ لوگ میرے دوست موجود ہیں جن کے پاس میں ٹھہر سکتا ہوں اگر میری نظر ٹھیک ہوتی تو مجھے کوئی فکر کی بات نہیں تھی میں خود لندن جا کر ہوم آفس سے اجازت لے کر اپنا سولیسٹیر کا دفتر کھول لیتا اور پریکٹس شروع کر دیتا تو مجھے کسی قسم کی کوئی مالی پریشانی بھی لاحق نہیں ہوتی اس وقت بھی میرے کئی دوستوں نے کہا کہ تم لندن آجاؤ اور اس بات کی بالکل فکر نہ کرو ہمارے ساتھ رہو اور ہم تمہارا ہر قسم کا انتظام کر دیں گے لیکن میرے لئے سلطان کو اور اس کے مزار کو چھوڑنا مشکل تھا میرے لندن جانے کے بعد اسکے مزار پر کوئی آنے جانے والا بھی نہیں رہے گا۔ بہر حال خرم لندن پہنچ گیا اور جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اسماء

Marfat.com

نے اپنی ایک دوست جو کہ لندن میں ڈاکٹر تھی خرم کو ایئر پورٹ سے لانے کے لئے کہہ دیا تھا وہ خرم کو ایئر پورٹ سے لے کر اپنے گھر لے گئی اور دو تین روز اپنے پاس رکھنے کے بعد اسکو اسکے ہاسٹل میں لے جا کر چھوڑ دیا جو کہ لندن میں Earls Court پر تھا جس کا کہ انتظام اسماء پہلے سے خرم کیلئے کر چکی تھی۔

خرم کے لندن پہنچنے کے بعد اسماء نے مجھے اطلاع دی کہ خالو میاں وہ کہتا ہے کہ میں بہت خوش ہوں اپنے آپ کو فری اور آزاد محسوس کرتا ہے اور مجھے ہاسٹل میں بھی کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں ہے لیکن اسماء نے کہا میرے لئے خرم سے فون پر بات کرنے کی بڑی مشکلات ہو رہی ہے اس لئے کہ ہاسٹل کا فون سب سے پہلے Recepienist کے پاس جاتا ہے اسکے بعد وہ خرم کو اس کے کمرے سے ملاتا ہے لہذا میں یہ کوشش کر رہی ہوں کہ وہ کچھ دن ہاسٹل میں رہنے کے بعد باہر کوئی کمرہ تلاش کر لے جہاں کہ وہ آزادی کے ساتھ رہ سکے اور اسکے فون کا بھی انتظام ہو تین چار مہینے کے بعد معلوم ہوا کہ خرم نے خود بھاگ دوڑ کر South Kensington میں ایک کمرہ تلاش کر لیا ہے جس میں فون بھی تھا اور اسماء اب آسانی اپنے بیٹے سے ٹیلی فون پر بات کر سکتی تھی اور ہر ہفتے اس کی خیریت معلوم کر لیتی تھی۔ میں نے بھی جب مجھے اسکا فون نمبر معلوم ہوا تقریباً ہر اتوار کے روز اس سے فون پر بات کر لیا کرتا ہوں اور مجھے اطمینان ہو جاتا ہے حالانکہ فون پر جو کہ تین منٹ کیلئے ہوتا ہے نہ میں اس سے پوری بات کر سکتا ہو نہ وہ مجھ کو اپنا پورا حال بیان کر سکتا ہے لیکن اسکے علاوہ سب سے بڑی تکلیف دہ بات یہ تھی کہ باپ بیٹے میں خط و کتاب کا کوئی سلسلہ نہیں تھا اور نہ وہ مجھے خط لکھتا ہے لیکن میں خود اسکو خط لکھتا رہتا ہوں اور ٹیلی فون پر بات کر لیا کرتا ہوں اور تمام حالات میں اور اسماء دونوں سعید کو بتا دیا کرتے ہیں اگر چہ اب اطمینان ہے کہ خرم لندن میں پڑھ رہا ہے اور شوق سے پڑھ رہا ہے اور اسکو قانون پڑھنے میں دلچسپی بھی ہے اسماء نے بتایا کہ خالو میاں وہ کہتا ہے اب مجھے پڑھنے میں بھی بہت مزہ آ رہا

Marfat.com

ہے لیکن پڑھائی بہت مشکل ہے صبح جاتا ہے اور دوپہر کو کہیں اپنے کالج کے قریب کھانا کھالیتا ہے اور شام کو جب کالج ختم ہوتا ہے تو اپنی لائبریری میں پڑھتا رہتا ہے، حالانکہ اب خدا کے فضل سے وہ محفوظ ہے لیکن اب مجھے اسکی تنہائی کی فکر ہے۔

Marfat.com

تنہائی

مجھے ایسا معلوم ہوتا کہ یہ بچہ اپنی قسمت میں کچھ تنہائی لے کر آیا ہے بچپن میں ماں چھوڑ کر چلی گئی اور یہ ماں باپ کے بغیر تنہا رہا اور میں جب دفتر سے واپس لوٹتا تھا اس بچے کو جس کی عمر اس وقت ایک سال کے قریب ہوگی تنہا صوفے پر بیٹھا دیکھتا تھا تو میرا دل و دماغ کاٹنے کو دوڑتا تھا حالانکہ گھر میں اس وقت اس کی بو بو نانا اور نانی بھی موجود ہوتے تھے اور اسکی بہن بلی فرش پر گڑیا سے کھیلتی رہتی تھی لیکن یہ تنہا بیٹھا رہتا تھا اسکے بعد بھی .جب ہم اس کو لندن لے گئے تو اسکے ماں باپ کی قربت پھر بھی اسے حاصل نہ ہوئی اور اسکا سارا وقت اسکی بو بو کی نگرانی میں گزرتا تھا اس لئے کہ ماں صبح سے شام تک ہسپتال میں رہتی تھی اور اسکو بہت کم وقت دے سکتی تھی ۔ جب اسماء اسکو اپنے ساتھ لے کر واپس پاکستان آئی تو اس نے محسوس کیا کہ وہ پھر تنہا رہ گیا اسکی بو بو اور تائیاں لندن ہی میں رہ گئے اور اس سے چھوٹ گئے تو وہ پاکستان لوٹنے کے بعد بیمار پڑ گیا تو سلطان اپنی پہلی فلائٹ پکڑ کر واپس پاکستان پہنچ گئیں، اسکے بعد جب میں نے سخی حسن کے قریب ایک نیا مکان خرید لیا تھا تو وہاں بھی میں دیکھتا تھا کہ یہ اپنے کمرے میں تنہا رہا کرتا تھا لیکن ماں باپ اسکے قریب بھی ہوتے تھے اسکی ماں اسکے ساتھ اکثر چمٹی رہتی تھی لیکن سعید کا اس سے بہت کم رابطہ رہتا تھا۔ اسکول سے لوٹنے کے بعد بھی میں یہ دیکھتا تھا کہ گھر پر نہ ماں ہوتی تھی اور نہ باپ اسکو صرف خانسامہ کی شکل نظر آتی تھی لیکن اس کی بو بو جو اس پر جان چھڑکتی تھیں ہمیشہ اسکی تنہائی کو دور کرتی رہتی تھیں اسکے اسکول سے لوٹنے سے پہلے اسکے گھر کے باہر اس کے انتظار میں فٹ پاتھ پر بیٹھی رہا کرتی تھیں اور جب یہ دونوں بہن بھائی اسکول سے واپس آتے تھے تو وہ انکے ساتھ انکے گھر میں آتی تھیں اور ان دونوں کو کھانا کھلا کر اپنے گھر واپس لوٹ جاتی تھیں اور پھر ان دونوں کے سامنے تنہائی ہوتی تھی اسکے بعد جب اسماء ان دونوں کو لے کر امریکہ گئی تو ان دونوں کو اس نے ہاسٹل میں داخل کر دیا تھا، وہاں بھی ان کے لئے

Marfat.com

تنہائی ہی تنہائی تھی اپنے محبت کرنے والوں سے دوری تھی وہاں بھی، چار پانچ سال تک نہ ان کی بوبو انکے پاس ہوتی تھیں نہ انکے ابو اور نہ امی انکے پاس ہوتی تھیں ہفتے میں ایک دن جب چھٹی ہوا کرتی تھی تو یہ آ کر اپنی ماں سے مل جایا کرتے تھے، اسکے بعد جب خرم کے گریجویشن کرنے کے بعد جب اسماء انکو لے کر پاکستان آئی تو حالات نے ایک اور پلٹا کھایا اور اسکو تنہا چھوڑ دیا اور پھر کافی عرصے تک اس کو تنہائی کے اکیلے گھر کا سامنا کرنا پڑا۔ خرم کے باپ سعید بھی ساری زندگی تنہا رہے اور اب بھی تنہا رہتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باپ کی زندگی اپنے بیٹے کی زندگی پر پوری طرح سے اثر انداز ہوئی اور جب کراچی کی تنہائی سے اسے چھٹکارا ملا تو پھر لندن کی تنہائی نے اسے پکڑ لیا اب وہ لندن میں تعلیم تو حاصل کر رہا ہے لیکن اپنی ایک تنہا زندگی گزار رہا ہے نہ اس کے پاس ماں ہے نہ باپ، نہ بوبو اور نہ تائیاں ہیں، بہن بھی بیچاری امریکہ میں پھنس کر رہ گئی ہے اسکا کوئی عزیز اسکے قریب نہیں ہے کیا پتہ تھا کہ اس معصوم بچے کی زندگی کو تنہائی اس قدر اپنی گرفت میں لے لے گی اگر آج اس کی بوبو زندہ ہوتیں تو وہ اب بھی اس کو تنہا نہیں چھوڑتیں اور وہ اس کے ساتھ لندن میں ہوتیں اور اس کے پورے معاملے کو اور کھانے پینے کو سنبھال لیتیں۔ لیکن افسوس کہ انسان کا اپنے بعض حالات پر کوئی قابو نہیں ہوتا اور وہ زندگی کے ہاتھ میں کھلونے کی طرح سے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتا رہتا رہتا ہے اور ٹوٹتا اور بکھرتا رہتا ہے۔ بحر حال اب خدا کا شکر ہے کہ وہ اس برے ماحول سے نکل کر لندن میں تعلیم حاصل کر رہا ہے خدا اسے کامیاب کرے یہ تعجب کی بات ہے کہ ہم لوگوں کو اب بھی اسکے متعلق کچھ پتہ نہیں ہے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے اور کہاں پڑھ رہا ہے اور اس کے پڑھنے لکھنے کے اوقات کیا ہیں۔ اس کے متعلق اب نہ اس کے باپ کو پتہ ہے اور نہ اسکی ماں کو علم ہے اور نہ اس کے تائیاں کو پتا ہے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے اور کون سے کالج میں پڑھ رہا ہے اس لئے کہ نہ وہ کبھی اپنے سارے حالات بتانے کی تکلیف گوارہ کرتا ہے اور نہ اسکے ابو اور

Marfat.com

تائیاں خط و کتابت کے ذریعے سے اس سے معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں ہم لوگوں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے ہم کو صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ بیرسٹری کے لئے تعلیم حاصل کررہا ہے ۔ اس معاملے میں اس کی شخصیت اور Independent Nature کو بھی دخل ہے وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ میں پڑھ رہا ہوں اور کررہا ہوں وہ ٹھیک ہے اور کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے پچھلے دنوں میں نے کوشش کی اور اس کو سوالات لکھ کر بھیجے کہ بیٹا اب مجھے تم تفصیل سے لکھو تم کون سے کالج یا اسکول یا Concil میں پڑھ رہے ہو اور وہ کونسل کا ادارہ کہاں پر ہے اور کون کون سے مضمون تم پڑھ رہے ہوتا کہ مجھے یہ تو معلوم ہو سکے کہ تم اپنے پہلے سال میں کون کون سے مضمون Clear کرلوگے کیونکہ میں نے بھی تو یہ ہی تعلیم حاصل کی ہے لیکن اس اللہ کے بندے کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کو ان تفصیلات کے بتانے کا وقت ہی نہیں ملتا ہماری تو یہ دعا ہے کہ اللہ میاں اسے تندرست اور صحت مند رکھے اور اپنی تعلیم میں کامیابی عطا فرمائے ۔ (آمین)

Marfat.com

تمہاری بوبو

یہاں میں کچھ اور باتیں تمہاری بوبو کے متعلق کہتا چلوں کہ تمہاری بوبو اب اس دنیا میں نہیں ہیں اور وہ 6 جنوری 1993ء کو اس دنیا سے رخصت ہوگئیں وہ ایک عظیم ہستی تھیں نیک شریف مخلص اور خدمت گزار تھیں۔ انہوں نے اپنی ساری ابتدائی زندگی علی گڑھ میں اپنے بہن بھائی کی خدمت میں گزار دی اور جب انکی اولاد ہوئی تو ان کے تینوں بچوں اسلم' اسماء اور یاسمین کے سنبھالنے میں اور خدمت میں گزار دی اور اپنے بہن بھائی کی مدد سے انہوں نے علی گڑھ سے B.A.B.T کیا نیاز بھائی نے ان کو یوپی گورنمنٹ کو لکھ کر جھانسی میں نوکری دلوادی۔ وہ جھانسی کے ایک اسکول میں ٹیچر تھیں اور اس کے بعد کچھ دنوں آگرہ رہ کر علی گڑھ واپس آگئیں اور 1960ء میں مجھ سے شادی ہونے کے بعد اپنی ساری زندگی میری خدمت میں گزار دی جہاں تک مجھے یاد ہے وہ اپنی زندگی میں کبھی پیسے کی طرف سے کسی کی محتاج نہیں رہیں۔
جب وہ نیاز بھائی اور بھابی کے ساتھ پاکستان آئیں چونکہ وہ B.A.B.T تھیں انہیں فوراً ہی کراچی میں نوکری مل گئی اور انہوں نے مورس والا گرلز اسکول میں پڑھانا شروع کردیا پاکستان آنے کے وقت وہ بڑی اچھی شکل وصورت اور عادت کی مالک تھیں سانولی سلونی اور سڈول جسم کی تھیں اور مجھ سے کہا کرتی تھیں کہ مورس والا گرلز ہائی اسکول کی بہت سی لڑکیاں مجھے تنگ کرتی تھیں وہ مجھ پر عاشق تھیں اور چھپ چھپ کر مجھے دیکھا کرتی تھیں ان میں سے ایک لڑکی کلکتہ کسٹم علیم الدین کی لڑکی تھی اور دوسری لڑکی سعادت تھی جسکی بہن میری شاگرد تھی کچھ عرصے بعد انکو جیکب لائن کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں ملازمت مل گئی' ایک دن اسکول سے واپس آرہی تھیں تو کراچی میں کچھ جھگڑے شروع ہوئے اور پولیس نے آنسو گیس پھینکی جس سے ان کا خوبصورت چہرہ جھلس کر رہ گیا اور وہاں پر انہوں نے لندن آنے سے پہلے تک 1956ء تک کام کیا۔ 1956ء میں وہ لندن آئیں اور لندن یونیورسٹی میں پڑھنا

Marfat.com

شروع کیا جہاں سے انہوں نے چائلڈ سائیکولوجی میں ڈپلومہ حاصل کیا ڈپلومہ کرنے کے بعد جب انکے پاس پیسے ختم ہوگئے تو مجھ سے کہنے لگیں ناصر میرے پاس پیسے ختم ہورہے ہیں اور میں کسی سے مانگ نہیں سکتی اور تم سے بھی نہیں لے سکتی میں اس بات کو گوارا نہیں کرسکتی کہ کسی سے پیسے مانگوں لہٰذا تم مجھے نوکری دلوادو۔ اس پر میں ان کو ساتھ لے کر پاکستان ہائی کمیشن کا لندن میں ایک علیحدہ فوجیوں کے لئے محکمہ تھا جو کہ Patlo کہلاتا تھا' بریگیڈیئر احمد اسکے انچارج تھے لے گیا اور یہ ان سے جاکر ملیں اور اپنے حالات بیان کئے' اس پر احمد بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا بیٹی کوئی فکر کی بات نہیں تم آج سے اپنے آپ کو اس دفتر میں ملازم سمجھو اور کل سے دفتر آجاؤ اور اطمینان سے یہاں کام کرو کوئی فکر کی بات نہیں ہے پردیس میں بھی سلطان نے اپنے آپ کو کسی کا محتاج نہیں رکھا اور خود نوکری کرتیں رہیں اور تھوڑے دنوں بعد جب patlo کا ڈیپارٹمنٹ ختم ہوا تو ان کی نوکری بھی ختم ہوگئی اور پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے کہیں اور نوکری دلوادو اس زمانے میں ان کے ایک پرانے خاندانی بھائی مسرور حسن جن کو کہ وہ نیپولین بھائی کہتی تھیں وہ پاکستان میں ایک C.S.P افسر تھے لندن آئے اور انکا پتہ تلاش کر کے ان سے ملنے گئے ان کی مدد سے سلطان کو دوبارہ پاکستان ہائی کمیشن میں ملازمت مل گئی اور وہ وہاں پاسپورٹ سیکشن میں کام کرتی تھیں اور میں اسی زمانے میں پاکستان ہائی کمیشن میں Information افسر تھا اور بیرسٹری کررہا تھا ۔ یہ اس قدر ہمت اور حوصلے کی بات تھی کہ سلطان نے اپنے لندن کے زمانے میں ملازمت کی اور کسی سے ایک پیسے کی مدد نہیں لی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہمیشہ خود کفیل رہیں اور وہ ہمیشہ لوگوں کو دیا کرتی تھیں لیکن میں نے کبھی ان کو کسی سے مانگتے نہیں دیکھا بلکہ انہوں نے اپنی لندن کی زندگی میں کبھی مجھ سے بھی ایک پونڈ ادھار نہیں لیا بلکہ میں خود فضول خرچی کیا کرتا تھا اور ان سے مانگتا رہتا تھا۔

Marfat.com

بیٹا میں نے تمہاری بوبو کی زندگی کے حالات علیحدہ کیسٹوں میں ریکارڈ کئے ہیں اور یہ وہ حالات ہیں جو وہ اکثر مجھ کو بیان کیا کرتی تھیں' بیٹا میری زندگی کا بیشتر حصہ تمہاری بوبو کے ساتھ گزرا اور میں تمہاری بوبو کی وجہ سے اپنی زندگی کا زیادہ وقت تمہاری بڑی امی اور ڈیڈی کے گھر گزارتا تھا اور اپنے لوگوں کو تقریباً بھول چکا تھا' میری وجہ سے تمہاری بوبو نے میرے سارے خاندان کو اپنایا اور میرے اپنے لوگوں کے لئے انہوں نے اپنی انتہائی محبت اور خلوص کا ثبوت دیا اور وہ میرے ملتان کے عزیزوں اور چچا' چچیوں اور بھائی بہنوں میں اس قدر مقبول ہوگئی تھیں کہ جو دیکھنے سے معنی رکھتا تھا۔ اور ان سے جس قدر ہو سکا ان سب لوگوں سے مخلصانہ طور پر برتاؤ کرتی تھیں اور تقریباً ہر سال جب بھی وہ میرے ساتھ گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے پنڈی یا مری جاتی تھیں تو ملتان ضرور ٹھہرتی تھیں تم کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ایک مرتبہ جب وہ گرمیوں کی چھٹیوں میں ملتان گئیں تو ان کو میرے والد کے اوپر جن کو کہ میں آقا بھائی کہا کرتا تھا بہت رحم آیا اور مجھ سے کہنے لگیں کہ ناصر تم دیکھتے ہو کہ آقا بھائی کا کیا حال ہے ان کے پاس نہ اپنی کوئی بیٹی ہے نہ کوئی بیٹا ہے جو ان کی خدمت کر سکے حالانکہ انکی بھتیجیاں خاص طور سے بلو' ان کی بہت خدمت کرتی ہے لیکن میں یہ دیکھتی ہوں کہ غالباً وہ کئی مہینوں سے نہائے نہیں ہیں اور ان کا سر گرد سے اٹا ہوا ہے اور میں ان کو آج خود نہلاؤں گی لیکن میرے والد جو کہ بذات خود بہت سخت گیر تھے اس لئے انہوں نے اپنی تمام زندگی پولیس کے محکمے میں گزاری تھی وہ شاید اپنے بیٹے اور بیٹیوں کو ٹال دیتے لیکن بہو کی مروت اور مخلصی نے ان کو مجبور کر دیا اور وہ اپنی بہو کے سامنے سرخم تسلیم کر گئے اور سن کر انہوں نے کہا کہ اچھا بیٹا جب تو کہے گی میں نہالوں گا بس پھر کیا تھا سلطان نے پانی گرم کر دیا اور غسل خانے میں ان کو بیٹھا کر خود اپنے ہاتھوں سے مل مل کر نہلایا اور ان کے سر کو کئی مرتبہ صابن سے دھویا اور صاف کیا یہ نقشہ سارے گھر والے دیکھتے رہے اور ہنستے رہے یہاں تک کہ باوا جان یعنی انکے چھوٹے بھائی جو کہ میری تمام تعلیم و تربیت

Marfat.com

کے ذمہ دار رہے تھے ہنس رہے تھے اور سلطان کی تعریف کی اور کہا بیٹا انہوں نے تیری بات مان لی ورنہ اگر ہم بھی ان سے کہتے تو یہ ہم کو ٹال دیتے اس کے علاوہ بیٹا تمہاری بو بو نے میرے تمام عزیزوں اور دوستوں کا بہت ساتھ دیا اور آخری ایام میں دس بارہ سال تک میرے ساتھ کراچی میں ہسپتال کے چکر لگاتی رہی تھیں جبکہ میرے خاندان میں سے کوئی نہ کوئی بیمار ہوتا یا heart مریض ہوکر ہسپتال میں داخل ہوتا میں خود دو مرتبہ ہسپتال میں داخل ہوا میرے عزیزوں میں میرے چچا زاد بھائی میرے ساتھ جناح ہسپتال جایا کرتی تھیں اس کے خاندان والے اس کو اب تک یاد کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ امیر بھائی صاحب داخل ہوئے ماموں زاد بھائی محمد میاں اور غیاث داخل ہوئے میری بڑی آپا داخل ہوئیں میرے بھانجے اطہر داخل ہوئے اور کئی دوست ہسپتال میں داخل ہوئے یہاں تک کہ جب میری شاگردشیزانہ جناح ہسپتال میں داخل ہوئی تو اس کو بھی دیکھنے کے لیے جاتی تھیں' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب تمہاری بو بو کی ساری زندگی صرف ہسپتالوں کے چکر لگاتے ہوئے گزر جائے گی۔ اور اسی دوران میں وہ خود بھی کئی مرتبہ ہسپتال میں داخل ہوتی رہیں جو ان کے گھر کے قریب تھا اور وہ المرتضیٰ ہسپتال کہلاتا تھا جب کبھی ان کو سانس کی تکلیف ہوتی تو میں ان کو ساتھ لے جا کر ایک کمرے میں دو تین دن رہتا اور اسی اثناء میں وہ ٹھیک ہو جاتیں اور ہم واپس آ جاتے۔ بیٹا اپنی بہن اور بھائی کے انتقال کے بعد یعنی بھابھی اور نیاز بھائی کے انتقال کے بعد وہ بہت روتی تھیں اور انکی مغفرت کی دعا مانگتی تھیں۔ لیکن جب ان کے تینوں بچے اسلم' اسماء اور یاسمین اپنا گھر اور ملک چھوڑ کر امریکہ چلے گئے تو وہ اپنے آپ کو بڑا بے سرو سامان سمجھتی تھیں اور مجھ سے اکثر کہا کرتی تھیں کہ ناصر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اب دنیا میں بالکل اکیلی رہ گئی ہوں اور میرا اب دنیا میں کوئی نہیں ہے جسکو میں اپنا کہہ کر پکاروں اس پر میرا دل بہت بھر آتا تھا اور میں سلطان کو تسلی دینے کی کوشش کرتا تھا اور کہتا تھا کہ سلطان تم کیوں فکر کرتی ہو میں ابھی زندہ

Marfat.com

ہوں اور اس دنیا میں باقی ہوں تمہارا ساتھ دوں گا اور پھر تمہارے بھانجا بھانجی بھی امریکہ سے آتے جاتے رہیں گے۔ نیاز بھائی بھابھی کے مرنے کے بعد اور اپنے بھانجہ بھانجی کے امریکہ چلے جانے کے بعد وہ مجھ سے بہت Attached ہوگئی تھیں اور مجھے ایک لمحہ کے لیے اکیلا چھوڑنا پسند نہیں کرتی تھیں اور یہ کوشش کرتی تھیں میں چوبیس گھنٹے انکی نگاہوں کے سامنے رہوں اور ان سے دور نہ رہوں کچھ دنوں سے ان کے سیدھے گھٹنے میں بڑی تکلیف ہوگئی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اپنا سارا کام چل پھر کر پورا کرتی تھیں اور اپنے آخری ایام میں ہمیشہ میرے ساتھ بس میں بیٹھ کر دفتر جاتی تھیں اور بس میں بیٹھ کر مجھے دفتر سے واپس لاتی تھیں اور مجھ سے کہتی تھیں کہ ناصراب میں تم کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی اس لئے کہ تم نے بھی پچھلے دنوں بڑی بیماریاں اٹھائی ہیں اور دو مرتبہ Heart کی تکلیف میں ہسپتال میں رہے ہو تم آنکھوں سے بھی بڑی حد تک مجبور ہو گئے ہو کہ لکھ پڑھ نہیں سکتے اب تمہیں سڑک پر چلتے ہوئے گڈھا تک نظر نہیں آتا اس لئے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں اگر تم اکیلے میں گر پڑے تو تمہیں کون اٹھا کر لائے گا اگر میں تمہارے ساتھ ہوئی تو اتنا تو ہوگا کہ میں تم کو ٹیکسی میں لے کر گھر تو لے آؤں گی اور ڈاکٹر کے پاس لے جا سکوں گی تو بیٹا اپنی زندگی کے آخری ایام میں نیاز بھائی کے انتقال کے بعد ان کا یہ معمول تھا کہ وہ صبح تیار ہو کر میرے ساتھ اپنے گھٹنے کو سنبھالتی ہوئی اور لنگڑاتی ہوئی گھر سے نکل کر بس اسٹینڈ تک پیدل جاتی تھیں اور مجھے سب سے پہلے بس میں بٹھا کر پھر بعد میں خود بیٹھتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اگر میں پہلے بس میں چڑھ جاؤں گی تو بس والا فوراً چلا دیگا اور تم اچھی طرح چڑھ نہیں سکو گے دفتر جانے کے لئے انکے پاس دو پلاسٹک کے ہوادار تھیلے تھے جو اب بھی میرے پاس انکی یاد میں اسی جگہ لٹکے ہوئے ہیں جہاں وہ لٹکایا کرتی تھیں۔ میں دیکھتا تھا اس تھیلے میں انکے سینے پرونے کا سامان ہوتا تھا اور انکا اخبار ہوتا تھا اور پانی پینے کیلئے پلاسٹک کی ایک بوتل ہوتی تھی اور ہاتھ میں پنجسورہ ہوتا تھا اور وہ بس کے ایک کونے میں خاص

Marfat.com

طور پر اپنے گھٹنے کو سنبھال کر بیٹھا کرتی تھیں اور یہ کہتی رہتی تھیں کہ مجھے بیٹھنے کی جگہ مل گئی یا میں ابھی کھڑا ہوں لیکن بیٹا میں اپنی پاکستان میں پچاس سالہ زندگی میں اور وکالت کی وجہ سے کچھ لوگوں سے اتنا مانوس ہو گیا تھا کہ بس میں چڑھتے وقت کوئی نہ کوئی جان پہچان کا لڑکا یا آدمی نظر آ جاتا تھا اور وہ کھڑا ہو کر مجھے اپنی جگہ بٹھا دیا کرتا تھا یہ بس Z.A کے نام سے مشہور تھی جو ہم دونوں کو ہمارے دفتر کے نیچے اتارتی تھی میں بس سے پہلے اتر کر ان کا تھیلا جس میں انکا پرس بھی ہوتا تھا پہلے لے لیا کرتا تھا اور اسکے بعد ان کو اتارنے کے لئے کھڑا ہو جاتا تھا وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اتر جاتیں لیکن میں اکثر دیکھتا تھا کہ ان کو اس عمر میں بھی public کے سامنے یہ منظور نہ ہوتا تھا کہ کوئی انکی لاچاری کے اوپر انکا ہاتھ پکڑ کر بس سے اتارے جب ہم لوگ دفتر پہنچ جاتے تھے تو وہ مجھ سے اکثر کہا کرتی تھیں کہ ناصر مجھے تمہارے ساتھ دفتر آنے میں دو قسم کے فائدے ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ مجھے ایک بجے بھوک لگ جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ میں روزانہ تمہارے دفتر میں جب تم دوسرے کمرے میں کام میں مشغول ہوتے ہو تو علیحدہ بڑی میز پر بیٹھ کر روزانہ اپنا ایک سپارہ ختم کر لیتی ہوں اس طرح تمہارے دفتر میں ایک مہینے میں میرا ایک قرآن شریف ختم ہو جاتا ہے میں محمد حسین کو تاکید کرتا تھا کہ اپنی آنٹی کو ایک بجے کھانا دے دیا کرو کبھی کبھی دفتر پہنچ کر جب ان کی جیب میں کچھ پیسے زیادہ ہوتے تھے تو وہ مجھ سے کہتی تھیں کہ ناصر ذرا نیچے سے قومی اخبار خرید لاؤ میں ذرا میرٹ روڈ کا چکر لگا لوں پچھلے دنوں ان کو اخبار پڑھنے کا بڑا شوق ہو گیا تھا اور قومی اخبار انکا مقبول اخبار تھا تو وہ دفتر سے نکل کر اکیلی بازار چلی جاتی تھیں اور قومی اخبار خرید کر میرٹ روڈ کا ایک چکر بھی لگا لیا کرتی تھیں میرٹ روڈ کے چکر میں وہ کوئی نہ کوئی چھوٹی موٹی چیز خرید لیا کرتی تھیں اور کبھی کبھی میرے لیے دو تین بنیان یا انڈر ویئر لے آیا کرتی تھیں اور لا کر جمع کر لیا کرتی تھیں ۔ دوپہر کو کھانے کے بعد میں ان سے کہتا تھا وہ تھوڑی دیر کیلئے میرے کمرے میں آ کر صوفے پر لیٹ جائیں اور شام

Marfat.com

کے 5 بجے کے بعد وہ اس بات کا انتظار کرتی کہ میں کب اپنے کام ختم کرنے کا اعلان کروں اور گھر کے لئے واپس روانہ ہوں اس عرصے میں میں نے یہ دیکھا کہ سلطان میں ہمت اور حوصلے کی کبھی کمی نہیں رہی لیکن ان کی خوراک بہت کم تھی اور بہت مختصر ہوا کرتی تھی وہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ میرے نانا مجھے اکثر پھل لا کر دیا کرتے تھے اور میں اس زمانے میں پھلوں کی شوقین تھی لیکن پاکستان آنے کے بعد انکا یہ شوق تقریباً ختم ہوگیا تھا اور وہ ہم لوگوں کے اوپر انحصار کرتی تھیں لیکن بعد میں کبھی کبھی میرے خاطر کچھ پھل خرید کر لے آیا کرتی تھیں ان کو کیلوں اور سیب کا شوق تھا اور میں ان کے لئے سانس کی تکلیف کیلئے اچھا شہد لا کر انکے فریج میں رکھ دیا کرتا تھا وہ اپنے بھانجہ بھانجی سے اس قدر محبت کرتی تھیں کہ جس کا بیان کرنا میرے لئے مشکل ہے اور ان کے بھانجہ بھانجی بھی ان پر اپنی جان فدا کرتے تھے انکی زبان پر اسلم، اسماء اور یاسمین کے علاوہ کوئی بھی نہیں آتا تھا اپنے انتقال سے ایک ہفتے پہلے انکو کچھ سانس کی تکلیف ہوئی اور وہ میرے ساتھ المرتضٰی ہسپتال میں داخل تھیں ۔ یہ تقریباً 30 31 دسمبر 1992ء کا ذکر ہے ڈاکٹر نے کہا ابھی میں آپ کو جانے کی اجازت نہیں دے سکتا میں کم از کم بارہ گھنٹے اور دیکھوں گا کہ آپ کی حالت ٹھیک ہوگئی تو اجازت دے دوں گا تو انہوں نے خاص طور سے دسمبر کو آ کر سلطان کا معائنہ کیا اور کہا کہ آپ کمزور تو ہیں مگر جانا چاہتی ہیں تو جائیں ڈاکٹر قمر الزمان نے 1 جنوری 93ء کو ایک نیا نسخہ لکھ کر دیا کہ آپ اب یہ دوائیں لے لیں اور کھاتی رہیے گا۔ 2 یا 3 تاریخ کو یاسمین امریکہ سے آ چکی تھی اور وہ یاسمین کے آگے پیچھے گھومنے میں مصروف تھیں وہ یاسمین کے لئے نیاز بھائی کے گھر کا چکر لگاتی تھیں لیکن یاسمین خود ہوا کے گھوڑے پر سوار تھی اسکو خود بہت سے لوگوں سے ملنا جلنا ہوتا تھا وہ کبھی گھر پر ملتی تھی اور کبھی نہیں ملتی تھی اور اسلم یاسمین گھر کو تالا لگا کر چلے جاتے تھے آخر کار 5 جنوری کو یاسمین کے ساتھ وہ شاپنگ کرنے کے لیے بوری بازار گئیں اور وہاں کئی گھنٹے تک اس کے ساتھ گھومتی

Marfat.com

رہیں یہاں تک کہ کھانے کا وقت ہو گیا اور وہ بھوک کی بہت کمزور تھیں ان کو وقت پر کھانا نہیں ملا آخر کار جب دو بجے گھر واپس آئیں چونکہ انہوں نے گھر پر کوئی کھانا نہیں پکایا تھا تو وہ سیدھی دوڑ کر زبیدہ کے پاس گئی اور کہا زبیدہ مجھے بڑی بھوک لگی ہے تو زبیدہ جو کہ آخری ایام میں ان کی سب سے بڑی ہمدرد اور مخلص تھی بولی آنٹی آپ بیٹھیں میں ابھی آپ کو کھانے کو دیتی ہوں زبیدہ نے گرم گرم روٹی پکا کر اور سالن رکھا اور انہوں نے بڑے شوق سے کھایا یہ 5 تاریخ کی دوپہر کا واقعہ ہے اس دن انہوں نے ڈاکٹر قمر الزمان کی اینٹی بایوٹیک کھانی شروع کر دی تھی ان کو دست بھی آ رہے تھے لیکن انہوں نے ان دستوں کا ذکر کسی سے نہیں کیا اس دن یاسمین شاپنگ کرنے کے بعد غائب ہو گئی اور اپنی سہیلی صادقہ کے پاس چلی گئی یہ کیا پتا تھا کہ 5 تاریخ کو وہ بوری بازار شاپنگ کرنے جائیں گی اور پھر دو بجے زبیدہ کے پاس کھانا کھائیں گی اور دوسرے روز 6 جنوری کو اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گی یا ان کی زندگی نا اہل نہ تجربہ کار المرتضیٰ ہسپتال کی لیڈی ڈاکٹر کے نظر ہو جائے گی جو ان کو الٹے سیدھے انجکشن دے کر سلا دے گی۔

Marfat.com

دُعا

خدا کا شکر ہے کہ خرم نے اپنی تنہا کوششوں اور جانفراشی کے بعد اکیلے رہ کر بیرسٹری کا امتحان پاس کرلیا ہے اور اس کے بعد L.m L میں داخلہ لیا اور لندن سے L.m L بھی کرلیا ہے آپ ایک نوعمر بچے کی تنہائی اور اکیلے ایک دور دراز ملک میں رہ کر زندگی گزارنے کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

یہ نوعمر لڑکا جو بچپن سے اپنی معصومیت کی تصویر تھا کیسے رہتا ہوگا اور کیسے اٹھتا ہو گا کیسے پڑھتا ہوگا اور کیسے اور کہاں کھانا کھاتا ہوگا اور کہاں اپنی تفریح کا وقت صرف کرتا ہوگا اس کی کامیابی سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو اپنی تنہائی کا احساس تھا اس کو اپنے ماں باپ کی دوری کا احساس تھا اور اپنے تائیاں اور بوبو کی دوری کا احساس تھا اور اس احساس محرومی نے اس کے ارادے کو قدرتی طور پر اس قدر پختگی عطا کردی تھی کہ وہ سوائے ایک مقصد کے کسی اور مقصد کی طرف رجوع نہیں ہوا تھا اور اپنا زیادہ تر وقت پڑھنے لکھنے میں صرف کرتا تھا جو اس کی کامیابی کی دلیل ہے۔

عام طور سے لوگ بیرسٹری کے امتحان میں دو دو تین، تین سال تک فیل ہوتے ہیں اور L.M L کا بھی پاس کرنا وہ بھی لندن یونیورسٹی سے ایک آسان کام نہیں تھا لیکن اس معصوم بچے نے بڑی ہمت اور حوصلے کے ساتھ یہ دونوں کام اپنی صلاحیت سے انجام دیئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیرسٹری اور L.M L پاس کرنے میں اللہ تعالٰی کی مدد شامل حال تھی اور بیرسٹری کرنے کے بعد اسکی ماں نے جو اس کو والہانہ طور پر بھی چاہتی تھی کوشش کر کے اس کو امریکہ بلوالیا اور امریکہ پہنچنے کے بعد بھی اس نے وہاں امریکن قانون کا امتحان پاس کیا اور اب وہ کسی فرم میں ایک اچھے عہدے پر ملازم ہے یہ اس معصوم بچے کی کہانی ہے جسکو کہ میں نے اور اس کی بوبو نے مل کر سالہا سال پہلے ریکارڈ کیا تھا لیکن اس کی بوبو اس دنیا سے رخصت ہوگئی اور مجھے اپنے پیشے کی وجہ سے اتنا وقت نہیں ملا کہ میں اس کہانی کو صفحہ قرطاس پر لاتا خدا کا شکر ہے کہ میں

Marfat.com

نے اپنی زندگی میں اس کو لکھ کر باقاعدہ ایک کتاب کی شکل میں قلم بند کر دیا ہے۔

یہ کہانی ایک سچی کہانی ہے اور اس میں کسی چیز کی آمیزش نہیں ہے اور یہ کہانی اس مرحومہ کی یادگار ہے جس نے ابتدائی زمانے میں اس بچے کو گود میں پالا اور کھلایا اور صبح شام تک اس کی نگرانی میں اپنا سارا وقت صرف کرتی رہیں۔

خدا اس مقتدر ہستی کو جس کو یہ بوبو کہا کرتا تھا

اپنے کسی گوشے میں خاص مقام عطا کرے

اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے

آمین

Marfat.com

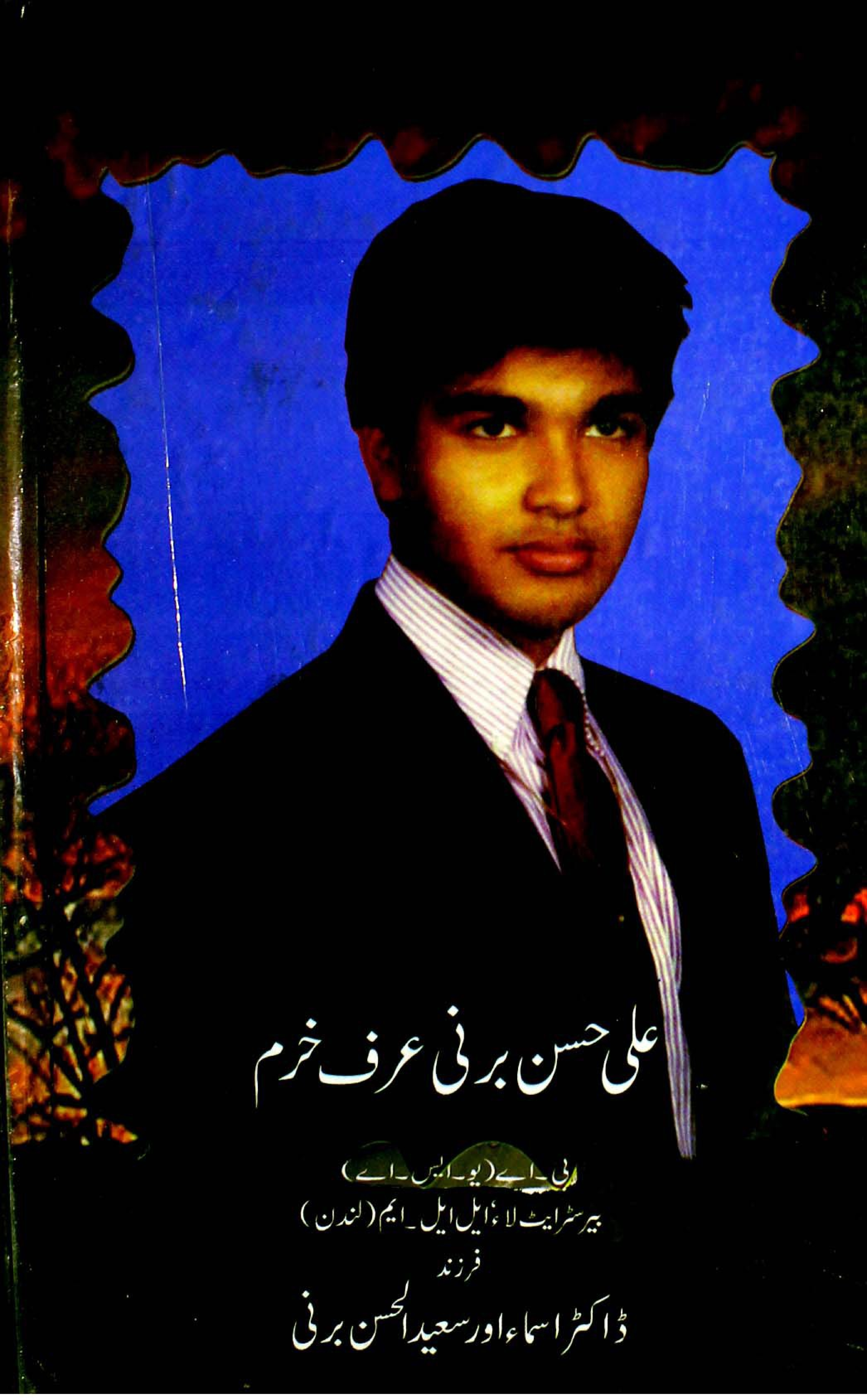
علی حسن برنی عرف خرم
بی۔اے (یو۔ایس۔اے)
بیرسٹرایٹ لاء ایل ایل۔ایم (لندن)
فرزند
ڈاکٹر اسماء اور سعید الحسن برنی

Marfat.com

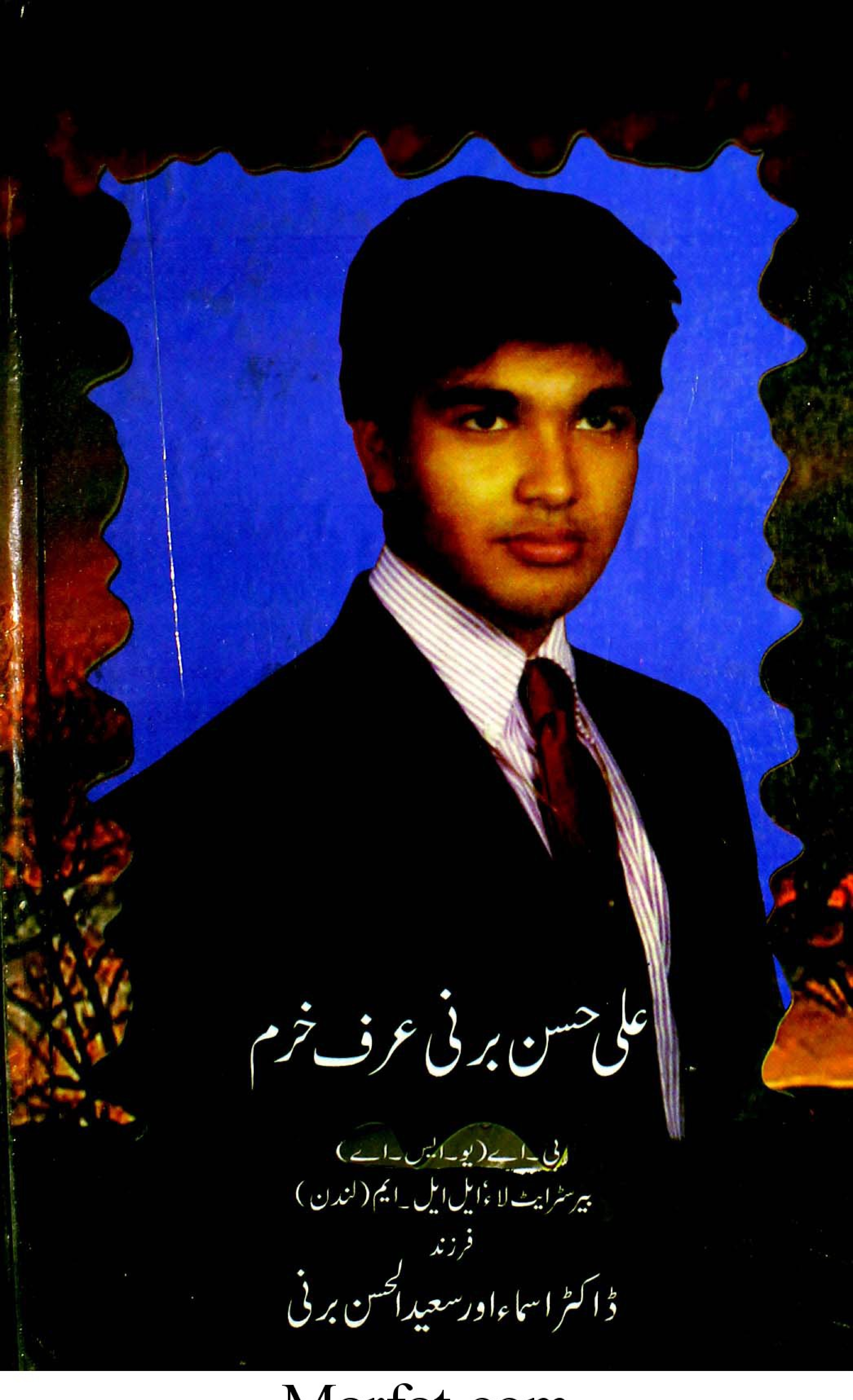

علی حسن برنی عرف خرم

بی۔اے (یو۔ایس۔اے)

بیرسٹرایٹ لاء ایل ایل۔ایم (لندن)

فرزند

ڈاکٹر اسماء اور سعید الحسن برنی

Marfat.com